عہدِ نبوت کے
ماہ و سال
علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ
مترجم
مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ
مکتبہ بینات

عہدِ نبوّت کے ماہ و سال

معلس

علّامہ مخدوم محمّد ہاشم سندھی رحمہ اللہ

۱۱۰۴ھ ——— ۱۱۷۴ھ

ترجمہ

مولانا محمّد یوسف لدھیانوی

مکتبہ بیّنات

علّامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی ۵

عہدِ نبوّت کے ماہ و سال

نام کتاب ــــــــــــــــ عہدِ نبوّت کے ماہ و سال

مؤلف ــــــــــــــــ علاّمہ مخدوم محمد ہاشم سندھی

مترجم ــــــــــــــــ مولانا محمّد یوسف لدھیانوی

فہرست

باب سوم

سلہ کے واقعات

سنہ ۲ھ کے واقعات

۳ھ کے واقعات

۷ھ کے واقعات

۸ھ کے واقعات

فتحِ مکہ

۹ھ کے واقعات

سنہ ۱۰ھ کے واقعات

الشیخ العلامۃ مولانا مخدوم ہاشم سندھی ٹھٹھوی، الامام الحجۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ہمعصر اور خطۂ سندھ کے گویا دوسرے شاہ ولی اللہ تھے، علومِ اسلامیہ تفسیر و حدیث، فقہ و اصولِ فقہ، کلام و تصوف، سیر و تاریخ اور شعر و ادب میں اپنے دور کے امام تھے اور علم و فضل، خشیت و انابت اور زہد و تقویٰ میں نادرۂ روزگار ـــــ عمرِ عزیز کا بیشتر حصہ تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و ارشاد، احیاءِ سنت، ترویجِ شریعت اور ردِ بدعات میں صرف ہوا۔

تصنیف و تالیف میں مخدوم مرحوم کو قدمِ راسخ اور یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اوقات میں برکت اور قلم میں روانی تھی، عربی، فارسی اور سندھی تینوں زبانیں بلاتکلف لکھتے اور بولتے تھے، علومِ اسلامیہ کا کوئی شعبہ اور وقت کا کوئی اہم مسئلہ ایسا نہ ہوگا جس پر موصوف نے قلم نہ اٹھایا ہو مگر سرعتِ قلم اور موضوع کے تنوع کے باوصف کیا مجال ہے کہ کوئی تصنیف متانت و ثقاہت کے بلند معیار سے ذرا بھی نیچے اتر آئے۔

"بذل القوۃ" سیرتِ نبوی پر موصوف کی اچھوتی تالیف ہے جسے چند سال ہوئے "لجنۃ احیاء الادب السندھی حیدرآباد (سندھ)" نے شائع کیا ہے، کتاب کی گوناگوں خصوصیات کے پیشِ نظر مناسب معلوم ہوا کہ اس کا ترجمہ کیا جائے۔ واللہ الموفق والمعین۔

محمد یوسف لدھیانوی

اَلحمدُ للہ وَحدہٗ ، وَالصّلوٰۃُ والسّلامُ علیٰ مَن لَّا نَبِیَّ بَعدَہٗ
وَعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ ومَن نَحا نَحوَہٗ : وبعد

فقیر محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰن سندھی ٹھٹھوی عرض پرداز ہے، کہ یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں ان واقعات وحوادث کو تاریخی ترتیب سے قلمبند کیا گیا ہے جو نبی کریم صلّی اللہ علیہِ وسلّم کے تیئیس سالہ عہدِ نبوّت میں پیش آئے یعنی ۱۲ سالہ مکّی دَور اور ۱۰ ڈھ سالہ مدنی دَور کے حالات و واقعات اور غزوات۔ اس کا آغاز ۵ ذی الحجہ ۱۱۶۶ھ کو ہوا اور اُسے "بذل القوہ فی حوادث سنی النبوہ" کے نام سے موسوم کیا۔ کتاب دو حصّوں پر مرتب کی گئی ہے، حصّہ اوّل میں مکّی دَور کے واقعات اور حصّہ دوم میں مدنی دَور کے۔ اس حصّہ کے تین باب ہوں گے۔

باب اوّل : غزوات۔ باب دوم : سرایا و بعوث۔ باب سوم : دیگر واقعات۔

فاقول وباللہ استعین۔

حصہ اوّل

آغازِ نبوّت سے ہجرت تک کے واقعات

ہجرت سے پہلے جہاد چونکہ ممنوع تھا اس لیے اس دور میں جنگ وجہاد کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اس لیے حصہ اوّل میں غزوات وسرایا کا نہیں بلکہ دُوسرے حالات و واقعات کا ذکر ہوگا، اور اس حصہ میں ایک باب اور تیرہ فصلیں ہوں گی۔

فصل ۱ سنہ نبوّت

① اس سال، جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عمر مبارک کا اکتالیسواں سال تھا، آپؐ نبوّت و رسالت سے سرفراز ہوئے۔ سیرت شامیہ کے مصنف لکھتے ہیں "مشہور قول کے مطابق، عمر مبارک کے ٹھیک چالیس برس پورے ہوئے تو آپؐ کو منصبِ رسالت پر فائز کیا گیا۔ اسی مشہور قول پر علماء کا اتفاق ہے، اور یہی صحیح ہے، اگرچہ بعض نے ایک دن بعد، بعض نے دس دن بعد اور بعض نے دو ماہ بعد کا قول بھی نقل کیا ہے۔" زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں، "پہلا قول ہی درست اور صحیح ہے، اور یہ حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے صحیحین میں مروی ہے۔"

بعثتِ نبوی ماہ ربیع الاوّل میں ہوئی یا رمضان مبارک میں؟ اس میں علماء کے دو قول ہیں، راجح اور مشہور قول اوّل ہے، البتہ ان دونوں کے مابین تطبیق۔ جیسا کہ زرقانی نے شرحِ مواہب میں لکھا ہے۔ اس طرح ہوسکتی ہے کہ ربیع الاوّل سے وحی منام (خواب میں وحی) کا آغاز ہوا۔ یہ سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا اور رمضان کی لیلۃ القدر میں جب کہ آپ غارِ حرا میں خلوت گزیں تھے، جبرئیل امین کی آمد ہوئی اور وحی قرآنی کا سلسلہ

شروع ہوا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے، " ماہِ رمضان رہی، وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا" نیز ارشاد ہے "ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا"

بعثت کس تاریخ کو ہوئی؟ اس میں تین قول ہیں: ربیع الاول کی بارہ یا دو یا آٹھ تاریخ کو۔ بارہ کا قول زیادہ مشہور ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ یہ دن سوموار تھا، مسلم شریف میں حضرت ابو قتادہؓ کی روایت سے دو مرفوع حدیثوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ تاریخ بعثت میں ان تین کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

(۲) جیسا کہ ابھی گذرا اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی کی ابتدا رؤیا صادقہ سے ہوئی اور چھ ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

(۳) بعثت کے ابتدائی دور میں شجر و حجر بارگاہِ نبوت میں سلام عرض کرتے تھے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بعثت کے ابتدائی دنوں میں میں جس درخت یا پتھر کے پاس سے گذرتا وہ مجھے یوں سلام کرتا: "السلام علیک یا رسول اللہ"۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ "مکہ میں وہ پتھر اب بھی موجود ہے جو آغاز نبوت میں مجھے سلام کرتا تھا" بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے حجر اسود مراد ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ ایک اور معروف پتھر تھا، جو حضرت صدیق اکبرؓ کے مکان کے قریب تھا۔

(۴) اسی سال اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔ آپ کو اسلام میں مردوں اور عورتوں سب سے سبقت کا شرف حاصل ہے، چنانچہ کئی ایک علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ علامہ ثعلبی، علامہ ابن عبدالبر اور علامہ سہیلی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، ابن اثیرؒ فرماتے ہیں "مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان سے پہلے اسلام کی سعادت نہ کسی مرد کو نصیب ہوئی، نہ کسی عورت کو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا عقد کافی مدت پہلے ہو چکا تھا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک زیادہ صحیح قول کے مطابق پچیس سال تھا اور ان کی عمر راجح تر قول کے مطابق چالیس برس تھی۔ ان کی وفات کا ذکر ۱۰ نبوت کے واقعات میں آئے گا۔

(۵) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں، زینبؓ، فاطمہؓ، رقیہؓ، اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہن اپنی والدۂ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دولت ایمان سے بہرہ یاب ہوئیں، جیسا کہ زرقانیؔ نے شرح مواہب میں سیرت ابن اسحاق اور سیرت شامیہ سے نقل کیا ہے۔ بنابریں علماء سیرت کا یہ قول کہ: "فاطمہؓ بنت خطاب پہلی عورت ہیں جو حضرت خدیجہؓ کے بعد اسلام لائیں"۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت خدیجہؓ اور ان کی صاحبزادیوں کے بعد وہ سب عورتوں سے پہلے اسلام لائیں۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کا سن وفات حسب ذیل ہے:

حضرت رقیہؓ ۲ھ۔ حضرت زینبؓ ۸ھ۔ حضرت اُمّ کلثومؓ ۹ھ۔

حضرت فاطمہؓ ۱۱ھ۔ تفصیل کے لیے مذکورہ سنین کے حوادث کا ملاحظہ کیا جائے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے جو دو صاحبزادے تھے، یعنی قاسم۔ یہ بڑے تھے اور عبد اللہ ــــ طیب و طاہر انہی کا لقب تھا ــــ ان دونوں کی ولادت و وفات بعثت سے قبل ہوئی اور بقول بعض نبوت کے بعد ــــ گویا دونوں صاحبزادے اپنے والدین کی تبعیت میں ابتداء ولادت ہی سے مسلمان تھے۔ مجھے ان کے سن ولادت اور سنِ وفات کی تصریح کہیں نہیں مل سکی، البتہ اس میں دو رائیں نہیں کہ ان کی ولادت، وفات اور تدفین مکہ میں ہوئی۔

رہے آپؐ کے تیسرے صاحبزادے ابراہیم، جو آپؐ کی باندی ماریہؓ کے بطن سے تھے، ان کی ولادت کا ذکر ۸ھ کے واقعات میں اور ان کی وفات کا ذکر ۱۰ھ کے واقعات میں آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

(٦) اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام سے مشرف ہوئے، بنا بر قول مشہور حضرت خدیجہؓ کے بعد اسلام میں آپ کا سب سے پہلا درجہ ہے، اور مردوں میں ان کی سبقت اسلام تو ایسی مسلّم بات ہے کہ کسی کو اس میں کلام نہیں، (بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے کافی مدت پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (نبوت کی) تصدیق کر چکے تھے، چنانچہ بارہ برس کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بُحیرا راہب کے زمانے میں اپنے عمّ محترم ابوطالب کی ہمرکابی میں ملک شام کا سفر فرمایا اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، (بُحیرا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُسی وقت سے آپؐ کی نبوت کے معتقد تھے) مگر اس کو "اسلام" نہیں، تصدیق ہی کہا جائے گا، کیونکہ یہ تصدیق قبل از وقت تھی، اور اسلام کے لیے تصدیق بعد از نبوت ضروری ہے۔ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کی صبح کو مبعوث ہوئے اور اسی شام کو اسلام کی دولت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئی تھی۔

(٧) اسی سال حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، حضرت ابوبکرؓ کے بعد اسلام لائے، اور ایک قول کے مطابق حضرت ابوبکرؓ سے پہلے ـــ پہلا قول مشہور بھی ہے اور صحیح بھی۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بعثت کے دوسرے دن منگل کو اسلام لائے ہیں۔ نیز خیثمہ وغیرہ نے حضرت علیؓ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: "ابوبکر مجھ سے اسلام میں سبقت لے گئے" پھر یہ کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بالاتفاق نابالغ بچے تھے، ۱۰ برس ۸ برس یا ۵ برس ان کی عمر تھی۔ دس برس کا قول صحیح اور معتمد ہے، کیونکہ کتب سیر و تاریخ

میں مفصل مذکور ہے کہ میلاد نبوئی کے تیس سال بعد ان کی ولادت ہوئی۔

(۸) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام، آپ کے متبنّیٰ (لے پالک) اور آپ کے محبوب، حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل الکلبی نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا۔ ان کا اسلام حضرت علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) کے بعد تھا۔

(۹) اسی سال بہت سے سابقین فی الاسلام حضرت عثمان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ اسلامی برادری میں داخل ہوئے۔ مذکورۃ الصدر پانچوں اکابر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کی دعوت پر اسلام قبول کیا، اور آپ ہی نے انہیں دربار نبوت میں پیش کیا۔

(۱۰) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ، حلقہ بگوش اسلام ہوئے، آپ کو اسلام کا سب سے پہلا موذن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ حمامہ بھی مسلمان تھیں۔ والدہ کی نسبت سے انہیں بلال بن حمامہ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت بلال بنو جمح کے ایک مشرک قبیلے کے غلام تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں نو اوقیہ کے عوض خرید کر فی سبیل اللہ آزاد کر دیا تھا، اس لیے آپ مولیٰ ابی بکر کہلاتے تھے۔

(۱۱) اسی سال عامر بن فہیرہ اسلام لائے۔ یہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ تھے۔

(۱۲) اسی سال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، جن کا اسم گرامی جندب بن جنادہ ہے۔ مشرف باسلام ہوئے۔ اسلام میں ان کا پانچواں یا چوتھا درجہ ہے۔

(۱۳) اسی سال ان سے چند دن پہلے ان کے برادر اکبر حضرت انیس بن جنادہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ اسلام لانے کے بعد دونوں بھائی اپنی قوم بنی غفار میں واپس چلے گئے۔ یہ قبیلہ حرمین شریفین کے درمیان آباد تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوذرؓ مدینہ طیبہ ہجرت کر آئے، اور وصال نبوئی تک وہیں قیام رہا

(۱۴) اسی سال اُمَیَّہ بن خلف کے ایک غلام ابو فُکَیْہَہؓ مسلمان ہوئے، حضرت بلالؓ اور یہ دونوں ایک ہی دن مسلمان ہوئے۔

(۱۵) اسی سال حضرت عمار بن یاسر کا گھرانہ نورِ اسلام سے منوّر ہوا، وہ خود، ان کے بھائی عبداللہ بن یاسر، ان کے والد یاسر بن عامر اور ان کی والدہ سُمَیَّہ بنت سُلم۔ یا بنت خُبّاط اسلام لائے، یہ چاروں حضرات ابوحذیفہ ابن مغیرہ کے حلیف تھے۔ حضرت عمار اور حضرت صہیب ایک ہی دن مسلمان ہوئے اور ان کے والدین اور بھائی ان کے کچھ دن بعد۔

(۱۶) اسی سال حضرت صُہَیْب بن سنان، رومی رضی اللہ عنہ، اسلام لائے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت صہیب تیس پینتیس اشخاص کے بعد اس وقت اسلام لائے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم "دارِ ارقم" میں فروکش تھے، مگر یہ قول ضعیف ہے۔

(۱۷) اسی سال حضرت خبّاب بن ارَت تمیمی۔ یا خزاعی۔ رضی اللہ عنہ اسلام لائے، یہ بنو زھرہ کے حلیف تھے، اور اسلام لانے میں، ان کا چھٹا نمبر ہے۔

(۱۸) اسی سال حضرت مُصْعَب بن عمیر القُرشی العبدری، جو قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنی عبدالدار کے ایک فرد تھے۔ عیاش بن ربیعہ، ارقم بن ابی الارقم۔ ان دونوں کا تعلق قریش کی ایک شاخ بنو مخزوم سے تھا۔ عثمان بن مظعون اور ان کے دو بھائی قدامہ بن مظعون اور عبداللہ بن مظعون اسلام لائے۔ اوّل الذکر چار حضرات بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت ارقم کے اسلام لانے پر عنقریب مزید گفتگو ہوگی۔

(۱۹) اسی سال حضرت ابوعبیدہ بن عامر بن عبداللہ بن الجرّاح القرشی الفہری سعادتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوئے، اور لسانِ نبوّت سے "اس امّت کے امین"، کا تمغہ ان ہی کو عطا ہوا۔

(۲۰) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد القرشی المخزومی اسلام لائے، ان کی والدہ بَرّہ بنت عبدالمطلب ہیں، اسلام لانے میں

ان کا گیارھواں نمبر ہے۔

(۲۱) اسی سال حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی عامر بن ابی وقاص اسلام لائے، علامہ ابن اثیر، اسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ "ان کا اسلام دس مردوں کے بعد تھا"

(۲۲) اسی سال حضرت عبد اللہ بن مسعود اور عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی اسلام لائے۔

(۲۳) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب نیز سعید بن زید۔ جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ اور خنیس بن حذافہ السہمی اسلام لائے۔ بعض نے کہا کہ حضرت جعفر کا اسلام ۵ھ نبوت کا واقعہ ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(۲۴) اسی سال سعید بن ابی العاص کے آزاد کردہ غلام مُعَیقیب بن ابی فاطمہ اسلام لائے

(۲۵) اسی سال ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزّیٰ بن قصیّ بن کلاب اسلام لائے۔ یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی ہیں اسد بن عبد العزّیٰ دونوں کے جدِ امجد ہیں۔ وَرَقَہ اس وقت اسلام لائے تھے، جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے پاس لے گئیں۔ انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس وحی کی آمد کی کیا صورت ہوتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی کی کیفیت بیان فرمائی اور انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ صحیح تر قول یہی ہے کہ ورقہ کو مسلمان تصوّر کیا جاتے، چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں کہ،، ورقہ قطعاً صحابی ہیں۔،،

ان کی وفات کا ذکر ۴ھ نبوت کے واقعات میں آئے گا۔

(۲۶) اسی سال معروف صحابی ارقم بن ابی الارقم القرشی المخزومی اسلام لائے۔ جیسا کہ ابھی گذرا۔ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں کہ،، ان کا اسلام سات یا دس حضرات کے بعد تھا،،

(۲۷) اسی سال خالد بن سعید بن العاص بن اُمیّہ القرشی الاموی اسلام لائے، ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اور زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ اسلام میں ان کا چوتھا یا پانچواں

نمبر ہے، یہ اسلام لائے تو ان کے والد نے ان کو سخت سزائیں دینا شروع کیں، یہاں تک کہ ان کا کھانا پانی تک بند کر دیا، اس لیے حبشہ کی دوسری ہجرت میں مہاجرین کے ساتھ وطن کو خیر باد کہا اور فتح خیبر کے موقع پر جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی خیبر ہی میں فروکش تھے، حضرت جعفر اور ان کے رفقاء کی معیت میں کشتیوں کے ذریعہ حبشہ سے بارگاہِ نبوی میں پہنچے، اور "عمرۃ القضاء" اور دیگر غزوات ۔ فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک ۔ وغیرہ میں شریک رہے۔

ان کی صاحبزادی ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص کی ولادت حبشہ میں ہوئی، نام اَمَہ تھا، یہ وہی صاحبزادی ہیں جن کا واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب یہ اپنے والد ماجد کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زرد رنگ کا کُرتہ پہنایا، بچی اس رنگین لباس کو پہن کر خوش ہو رہی تھی یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشی زبان میں فرمایا: یا ام خالد! ھذا سناہ سناہ (ام خالد! بڑا خوبصورت ہے نا، بڑا خوب صورت)

(۲۸) اسی سال عتبہ بن غزوان مازنی (مازن، قیس عیلان کی ایک شاخ) اسلام لائے، کہا گیا ہے کہ اسلام لانے میں ان کا چھٹا نمبر ہے۔

(۲۹) اسی سال حضرت مقداد بن عمرو الکندی اسلام لائے، آپ کو مقداد بن اسود بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ اسود بن عبد یغوث زہری کے حلیف تھے، اس نے ان کی والدہ سے نکاح کر لیا تھا اور اس کی کفالت میں ان کی نشو و نما ہوئی، کہا جاتا ہے کہ اسلام لانے میں ان کا آٹھواں نمبر ہے۔

(۳۰) اسی سال فاطمہ بنت خطاب حضرت عمر بن خطاب کی ہمشیرہ محترمہ رضی اللہ عنہا وعن اخیھا اسلام لائیں صحیح تر قول کے مطابق حضرت خدیجہ اور ان کی صاحبزادیوں رضی اللہ عنہن کے بعد یہ پہلی خاتون ہیں جن کو اسلام کا شرف حاصل ہوا، گویا بالغ عورتوں میں یہ دوسری خاتون ہیں جو

اسلامی برادری میں شامل ہوئیں، ان کے برادر معظم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۶ سنہ نبوت میں خود ان ہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، اس کا واقعہ اپنی جگہ آئے گا۔

(۳۱) اسی سال سُمیّہ بنت خُبّاط، حضرت عمار بن یاسر کی والدۂ ماجدہ اسلام لائیں جیسا کہ پہلے گزرا۔

(۳۲) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت امّ ایمنؓ اسلام لائیں، ان کا نام تھا، برکہ اور یہ حضرت اُسامہ بن زید کی والدہ ہیں۔

(۳۳) اسی سال امّ الفضل زوجۂ عباس بن عبدالمطلبؓ اسلام لائیں ان کا نام لُبابہ تھا، اور یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی والدہ ہیں، حضرت عباسؓ ان کے کافی مدت بعد ۲ سنہ نبوت یا ۸ سنہ نبوت میں ـ علیٰ اختلاف القولین ـ اسلام لائے اس کا ذکر آگے آئیگا۔

بعض کی رائے ہے کہ امّ الفضل، حضرت خدیجہؓ کے بعد اسلام لانے والی پہلی خاتون ہیں لیکن اصح وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ شرفِ اوّلیت فاطمہ بنت خطاب کو حاصل ہے۔ بلکہ اُمّ الفضل سے پہلے فاطمہ کے علاوہ سُمیّہ والدۂ عمار اور اُمّ ایمن بھی اس شرف سے مشرف ہو چکی تھیں۔

(۳۴) اسی سال حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اسلام لائیں ان کا لقب ذات النطاقین (دو کمر بند والی) ہے، اس وقت یہ ہفت سالہ چھوٹی بچی تھیں کیونکہ ان کی ولادت ۳۴ سنہ میلاد نبوی میں ہوئی۔ یہ امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس برس بڑی تھیں، ان سے پہلے اٹھارہ مرد و زن اسلام لا چکے تھے۔

(۳۵) اسی سال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی والدۂ ماجدہ امّ عبد بنت عبد ودّ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔

(۳۶) ______ اسی سال (آسمانی خبروں کی دریافت سے منع کرنے کے لیے) شیاطین پر ہر جانب سے شہاب ثاقب ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ اس سے پہلے وہ آسمانی خبریں سن کر کاہنوں کو بتا دیا کرتے تھے، علامہ کازرونی اپنی "سیرت" میں لکھتے ہیں:

"شیاطین پر ستاروں کے ٹوٹنے کا سلسلہ بعثت سے بیس دن بعد شروع ہوا۔"

(٢٧) اسی سال کے ماہ رمضان مبارک کی "شب قدر" میں جبریل امین قرآن حکیم کی وحی لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: "ماہ رمضان جس میں قرآن اتارا گیا" نیز ارشاد ہے: "ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا،،

سب سے پہلے جبریل علیہ السّلام نے سورۂ اِقْرَاْ کی ابتدائی پانچ آیتیں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ تا مَا لَمْ يَعْلَمْ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھائیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاوت فرمائی۔ صحیح بخاری وغیرہ کی صحیح احادیث میں آیا ہے کہ یہی سب سے پہلی قرآنی وحی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ نووی رح فرماتے ہیں کہ "یہی صحیح ہے اور جمہور سلف وخلف اسی کے قائل ہیں"، جن روایات میں یہ آتا ہے کہ سب سے پہلے سورۂ فاتحہ یا سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں وہ ضعیف ہیں، بلکہ نووی رح نے انہیں باطل قرار دیا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ اس سال لیلۃ القدر رمضان کی کس تاریخ کو تھی، اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ یہ سترہ تاریخ تھی، اور بعض نے اٹھارہ، چوبیس اور ستائیس ذکر کی ہے۔

(٢٨) آغاز وحی کے موقع پر جبریل علیہ السّلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغل میں لے کر تین مرتبہ پوری قوت سے دبایا، جس کی تفصیل صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رض کی حدیث میں ہے۔ مقصد اس دبانے۔ اور بار بار کے دبانے سے یہ تھا کہ (اس روحانی "تصرف" کے ذریعہ ______ آپ کے قلب اطہر سے صفات بشریہ کا ایک ایک دھبہ صاف کر دیا جائے، نقائصِ بشریت کے بجائے صفاتِ ملکیہ سے اُسے معمور و منوّر کیا جائے، اور ایمان و انوارِ نبوت کی تجلیات سے اسے رشکِ طُور بنا دیا جائے۔

(٢٩) جیسا کہ ابھی گذرا آغاز وحی کے موقع پر جبریل امین علیہ السّلام غارِ حرا میں سورۂ اِقرا کی ابتدائی پانچ آیتیں لائے، بعد ازاں جبریل علیہ السّلام غارِ حرا سے نکلے اور ایک جگہ پاؤں

کی ایڑ لگائی وہاں سے پانی کا چشمہ بہہ نکلا، جبریل علیہ السّلام نے آپؐ کو وضو اور نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے پہلے خود وضو کر کے دوگانہ ادا کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغور ملاحظہ فرماتے رہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، اس وقت آپؐ کو صرف دو نمازوں کا حکم ہوا، دوگانہ فجر اور دوگانہ عصر۔ شب معراج تک یہی حکم رہا، شب معراج ۱۲ سنہ نبوت میں پنجگانہ نمازوں کا حکم ہوا، اس کی تفصیل ۱۲ سنہ نبوت کے ذیل میں آئے گی۔

(۴۰) نزول وحی کی ابتدا کے وقت جبریل علیہ السّلام کی پہلی آمد چونکہ انسانی شکل میں ہوئی تھی اور اس سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ یہ کوئی آدمی یا جن نہ ہو، اس تردد کو زائل کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ جبریل علیہ السّلام اپنی اصل ملکوتی شکل میں ظاہر ہوں، ایک دن جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبل حرا اور مکہ کے درمیان تھے جبریل علیہ السّلام اپنی اصل شکل میں نمودار ہوئے، اس وقت وہ فضا میں کرسی پر بیٹھے تھے۔ اس منظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر رعب اور ہیبت چھائی کہ بدن پر کپکپی طاری ہوگئی، اسی حالت میں دولتکدہ تشریف لائے، حضرت خدیجہؓ سے فرمایا، زمّلونی، زملونی (مجھے کپڑا اوڑھاؤ کپڑا اوڑھاؤ) اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، دثّرونی، دثرونی (مجھے چادر اوڑھاؤ، چادر اوڑھاؤ) آپؐ کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے، طبیعت میں سکون ہوا اور ہیبت کی کیفیت جاتی رہی۔

(۴۱) ——— اللہ تعالیٰ نے سورۂ مدثر کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل فرمائیں۔

(۴۲) اسی سال جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ پر خوف وخشیت کے آثار دیکھے تو آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے عرض کیا، "ہرگز نہیں، شیطان کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ آپ پر تسلط جمائے۔ بخدا! اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا[1] نہیں کریں گے، آپؐ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، راست گفتار اور مہمان نواز ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور ناگہانی آفات میں لوگوں کی اعانت اور مدد فرماتے ہیں۔"

---

[1] یہ ترجمہ مشہور روایت (لایخزیک) کے مطابق ہے، مصنفؒ نے "لایحزنک" کی روایت لی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو غمگین نہیں کریں گے۔

(۴۳) بعد ازاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، آپؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، اور ان سے کہا: "بھائی جان! ذرا اپنے بھتیجے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات غور سے سنیئے"، ورقہ نے نزولِ وحی کا سارا واقعہ سنا تو سن کر کہا: "یہ وہی فرشتہ (ناموس) ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا"، اور یہ بھی کہا: "شیطانی تسلط آپ پر کسی صورت نہیں ہو سکتا۔"

(۴۴) آفتابِ نبوتؐ پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جان نثاریوں کا صلہ اللہ رب العزت کی طرف سے یہ عطا ہوا کہ "ان کے نام اللہ کا سلام" لے کر جبریلِ امین غارِ حرا میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ خداوندی سلام کے ساتھ ساتھ میری طرف سے بھی حضرت خدیجہؓ کی خدمت میں سلام کہیئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت اور کروبیوں کے امام کا سلام، حضرت خدیجہؓ کو پہنچایا، انہوں نے اس سلام کا جو جواب دیا وہ ان کی وفورِ عقل اور کمالِ بلاغت کا بہترین نمونہ ہے فرمایا:

اللہ السلام ومنہ السلام	اللہ پاک تو خود ہی سلامتی والے ہیں سلامتی
وعلیک السلام وعلیٰ	انہیں کی جانب سے ملتی ہے (اے نبی) آپ
جبریل السلام وعلیٰ کل	پر سلام، جبریل پر سلام اور ہر اس شخص پر
من سمع السلام الا الشیطان۔	جو (اس واقعہ کو) سنے، سلام۔ مگر شیطان پر نہیں۔

(۴۵) اسی سال کچھ مدت تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی وجہ سے غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اس کے بعد وحی کا سلسلہ جو شروع ہوا تو تا دمِ آخر نہ ٹوٹا (صحیح بخاری)

(۱) اس سال حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب القرشی العدوی رضی اللہ عنہما، کی ولادت ہوئی، ان کی عمر غزوۂ اُحد کے سال ۱۴ برس تھی، کم سنی کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غزوۂ اُحد میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ۔ ایک قول کے مطابق۔ اسی سال اسلام لائے، حافظ نے الاصابہ میں صرف یہی قول قطعیت کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور الاستیعاب میں بھی اسی کو پہلے لیا ہے، المواہب اللدنیہ کے مصنف نے بھی ذکر اعمام کی بحث میں ان دونوں حضرات کی موافقت کی ہے، مگر سیرت کی اکثر کتابوں کے مطابق مشہور قول یہ ہے کہ آپ ۶ سنہ نبوت میں مشرف باسلام ہوئے، جیسا کہ ۶ سنہ نبوت کے ذیل میں آئے گا۔

(۳) اسی سال یا ۶ سنہ نبوت میں۔ علی اختلاف القولین۔ ابوجہل وغیرہ مشرکین نے حضرت حمزہؓ کو اسلام لانے پر عار دلائی اور ان سے اور تمام اسلام لانے والوں سے مطالبہ کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے حوالے کر دیں تاکہ وہ آپؐ کو جی بھر کر اذیتیں دے سکیں، اس پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے چند شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

(۱) "میں اللہ پاک کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اسلام اور دین حنیف کی ہدایت بخشی۔"

(۲) "وہ پاک دین جو عزیز وخبیر اور باریک بین پروردگار کی طرف سے آیا ہے۔"

(۳) "جب اس پروردگار کے پیغام ہمارے سامنے پڑھے جاتے ہیں تو ہر دانشمند اور باوقار آدمی کی آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں۔"

(۴) "وہ پیغام ہدایت جو احمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ایسی آیتوں کے ساتھ آیا ہے جن کے حروف بالکل واضح ہیں۔"

(۵) "احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے واجب الاطاعت ہیں، آپ کی شان میں ناشائستہ الفاظ مت کہو۔"

(۶) "خدائے واحد کی قسم! ہم آپؐ کو اس قوم کے سپرد نہیں کریں گے جن کے خلاف ہم نے تلواروں سے ابھی تک فیصلہ کن جنگ نہیں لڑی۔"

(۷) "اور ابھی تک ہم نے ان کے مقتولوں کو کھلے میدان میں بے گور و کفن ایسی حالت میں نہیں چھوڑا کہ ان پر گدھ منڈلاتے ہوں۔"

(۸، ۹) "بنو ثقیف نے آپؐ کے ساتھ جو کچھ کیا مجھے اس کی خبر ہو چکی ہے۔ اللہ پاک تمام قبائل کو بنو ثقیف کی بدکرداری کی بدترین سزا دے۔ اور انہیں موسم خریف کی بارش سے محروم رکھے۔"

(۴) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا، مگر مواہب لدنیہ اور سیرت شامیہ میں لکھا ہے کہ "جب یہ آیت نازل ہوئی وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کیا، ان ہی میں ابولہب بھی تھا — آپؐ نے اسلام کی دعوت دی تو ابولہب بولا۔ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں ابولہب کے دو بیٹوں عُتبہ اور عُتَیبہ سے منسوب تھیں، حضرت رقیہ عُتبہ سے اور ام کلثوم عُتَیبہ سے ابھی تک خانہ آبادی نہیں ہوئی تھی، اس واقعہ کے بعد ابولہب نے اپنے دونوں لڑکوں کو حکم دیا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دیں، طلاق ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا۔

سنہ ۲ نبوت کے ذیل میں آئے گا کہ مذکورہ بالا آیت کا نزول سنہ ۳ یا سنہ ۴

نبوت میں ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال اپنے خاندان کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تھی اور رجب ۵ سنہ نبوت میں حضرت عثمان رضؓ نے حضرت رقیہؓ کے ساتھ حبشہ کی جانب ھجرت کی تھی اس کی تفصیل اپنی جگہ آتی ہے۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ دونوں میاں بیوی حسن و جمال کا پیکر تھے، اسی وجہ سے کہا جاتا تھا۔

اَحْسَنُ زَوْجَیْنِ رَاٰی اِنْسَانُ　　　رُقَیَّۃُ وَزَوْجُھَا عُثْمَانُ

سب سے خوبصورت جوڑا جو کسی انسان نے دیکھا وہ حضرت رقیہ اور ان کے شوہر عثمانؓ کا ہے۔

جب حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمانؓ کا نکاح ہوا تو حضرت عثمان کی عمہ محترمہ سعدیٰ بنت کریز صحابیہ نے یہ قصیدہ تہنیت کہا، جسے ابوسعید نے "شرف النبوۃ" میں اور محب طبری نے "الریاض النضرہ" میں بھی نقل کیا ہے۔

ھدی اللہ عثمان الصفی بقولہ　　　فارشدہ واللہ یھدی الی الحق

برگزیدہ عثمان کو اللہ تعالےٰ نے اپنے حکم سے ھدایت دی، اور حق کی طرف ان کی راھنمائی فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ ھی ھدایت دیتا ہے۔

فتابع بالرای السدید محمداً　　　وکان ابن اروی لا یصدّ من الصدق

انہوں نے صحیح رائے کے تحت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی، یوں بھی اروی کا بیٹا سچائی سے منہ موڑنے والا نہ تھا۔

وانکحہ المبعوث احدیٰ بناتہ　　　فکان کبدر مازج الشمس بلا افق

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح ان سے کر دیا، یہ عقد ایسا ہے جیسے چاند اور سورج بغیر افق کے مل گئے ہوں۔

فداک یا ابن الھاشمیین مھجتی　　　فانت امین اللہ ارسلت للخلق

اے ہاشمی گھرانے کے نورِ چشم! میری جان آپؐ پر قربان! آپؐ واقعی اللہ کے
امین ہیں جنہیں مخلوق کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا ہے۔
محب طبری نے "الریاض النضرہ" میں لکھا ہے کہ اروٰی حضرت عثمان کی والدہ کا
نام ہے۔

⑤ اسی سال کاتب وحی زید بن ثابت بن الضحاک الانصاری الخزرجی النجاری کی ولادت
ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو گیارہ برس کے تھے ان کے
والد جنگ بعاث میں مارے گئے تھے۔ اس وقت حضرت زیدؓ شش سالہ تھے۔
جنگ بدر میں صغر سنی کی بنا پر ان کو شرکت کی اجازت نہیں ملی جنگ اُحد اور دیگر
غزوات میں برابر شریک رہے، لیکن ایک قول کے مطابق اُحد میں بھی شریک نہیں ہوئے
بلکہ غزوۂ خندق سے غزوات میں شریک ہونے لگے۔

فصل: ۳ نبوّت

① اس سال اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی اور بقول بعض ۵ھ
نبوّت میں۔

② اسی سال ابو موسیٰ عبداللہ بن یزید بن زید بن حصن الانصاری الاوسی ثم الخطمی کی
ولادت ہوئی، تذکرۃ القاری اور اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ: "ابو موسیٰ حدیبیہ سے قبل اسلام
لائے تھے، جب حدیبیہ میں شریک ہوئے تو ان کی عمر سترہ سال کی تھی، بعد کے تمام غزوات
میں شریک رہے، افاضل صحابہ میں سے تھے، ان کے والد بھی صحابی ہیں"

③ اسی سال — اور بعض سیرت نگاروں کے بقول ۴ھ نبوّت کے آغاز پر۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ دعوتِ اسلام دینے کا حکم ہوا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (الحجر: ۹۴)
آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے اُسے کھل کر بیان کیجئے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے۔

اس سے قبل مشرکین کے اندیشہ کی بنا پر آپؐ لوگوں کو اسلام کی خفیہ دعوت دیا کرتے تھے۔

(۴) اسی سال — اور بقول بعض ۴ھ نبوت میں۔ آپؐ کو اپنے اعزّہ و اقارب کو دعوت دینے کا حکم ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ (الشعراء: ۲۱۴)
اور آپؐ اپنے قریب تر کنبہ (والوں) کو ڈرائیے۔ (بیان القرآن)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قبائل قریش کو پکارا: "اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ سے اپنی جانوں کو خرید لو، ورنہ میں تمہارے کسی کسی کام نہیں آسکتا" پھر آپؐ نے ایک ایک قبیلہ کو پکارنا شروع کیا۔

"اے بنی فہر! اے بنی لؤی! اے بنی کعب! اے بنی عبد المطلب!" اور سب کو وہی پیغام سنایا۔ پھر اپنے چچا عباس کو اور اپنی صاحبزادی فاطمہ کو پکار کر وہی بات فرمائی: اس پر ابولہب نے کہا:

"ہلاکت ہو تیرے لیے کیا تو نے ہمیں اس کیلئے جمع کیا تھا" اسی پر سورہ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ نازل ہوئی۔

(۵) اسی سال — اور بقول بعض ۴ھ نبوت میں۔ سورہ تبت نازل ہوئی۔

فصل ۴ھ نبوت

(۱) اس سال — اور بقول بعض ۲ھ نبوت میں۔ وَرَقہ بن نوفل کا انتقال ہوا اور مکّہ میں

ان کی تدفین ہوئی، ورقہ لا ولد فوت ہوئے، صحیح قول کے مطابق یہ مسلمان تھے، ان کے اسلام کا ذکر سنہ ۱ نبوت کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

(۲) اسی سال ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔

(۳) اس سال سے کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعداوت اور مخالفت و عناد کا کھل کر مظاہرہ شروع کر دیا اور آپ کی ایذا رسانی کے لیے منظم ہو گئے، آپ کو ابوطالب کی حمایت حاصل تھی، کفار مکہ کا وفد ابوطالب کے پاس گیا اور کہا کہ: "آپ کے بھتیجے ہمارے دین کو باطل کہتے ہیں، ہمارے دین پر نکتہ چینی کرتے ہیں، اور لوگوں کو ہمارے معبودوں کی پرستش سے منع کرتے ہیں۔ ان سے کہیئے وہ اس سے باز آجائیں اور ہمارے دین کی تائید کریں، اور اگر وہ آپ کی نہ مانیں تو آپ ان کی حمایت سے دستبردار ہو جایئے"۔ یہ سن کر ابوطالب نے کہا: "میں نہ انہیں باز رکھ سکتا ہوں نہ ان کی حمایت سے کنارہ کشی کر سکتا ہوں"۔ ابوطالب کا یہ جواب سنا تو کفار مکہ اپنا سا منہ لے کر واپس چلے گئے۔

فصل ۵ سنہ نبوت

(۱) اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برادر اکبر جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلامی برادری میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ھجرت سے قبل اور اکتیس آدمیوں کے بعد اسلام لائے (تذکرۃ القاری بحل رجال البخاری۔ اسد الغابہ) اور بعض کے بقول یہ سنہ ۱ نبوت میں اسلام لائے، جیسا کہ پہلے گذرا، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے، ان کا سن ولادت سنہ ۲۰ میلاد نبوی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سن ولادت سنہ ۳۰ میلاد نبوی ہے۔ جیسا کہ سنہ ۱ نبوت کے ذیل میں گذرا۔

(۲) اسی سال ماہ رجب میں مسلمانوں نے کفار کی ستم رانیوں سے تنگ آکر مکہ چھوڑا اور

حبشہ کی طرف ھجرت کی۔ مسلمانوں کو حبشہ کی طرف دو بار ہجرت کرنا پڑی۔ پہلی ہجرت میں بارہ مرد اور پانچ عورتیں شامل تھیں۔ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفانؓ اپنی اہلیہ محترمہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر ہجرت حبشہ کے قصد سے نکلے، اس لیے وہ سب سے پہلے مہاجر فی سبیل اللہ ہیں۔ مہاجرین اوّلین کے اس قافلے میں عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام، مصعب بن عمیر، ابوسلمہ عبداللہ ابن عبدالاسد المخزومی اور ان کی اہلیہ اُم سلمہ وغیرہ شریک تھے۔ رضی اللہ عنہم۔

(۳) اسی سال رمضان المبارک میں حبشہ کی پہلی ہجرت کے بعد اور دوسری ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ النجم نازل ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں اس کی تلاوت فرمائی، قریش کا مجمع تھا، اور مسلم و کافر اور جن و انس سب ہی جمع تھے جب آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلم و کافر اور جن و انس و تمام حاضرین نے بھی سجدہ کیا البتہ قریش کے ایک بڈھے اُمیہ بن خلف نے ازراہِ تکبر سجدہ نہیں کیا، بلکہ کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھاکر پیشانی کو لگائی اور کہا، مجھے یہی کافی ہے خدا کی شان دیکھیے کہ اُمیہ بن خلف کے علاوہ جتنے مشرک وہاں موجود تھے اور جنہوں نے سجدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اسلام کا شرف بخشا، مگر اُمیہ بن خلف کو اسلام کی توفیق نہ ہوئی بلکہ جنگ بدر میں بحالت کفر جہنم رسید ہوا۔ نعوذ باللہ۔ صحیح بخاری وغیرہ میں اس کی تفصیل آئی ہے۔

(۴) اسی سال کے آخر یا ۶ھ نبوت کے آغاز میں حبشہ کی دوسری ھجرت ہوئی، اس بار مہاجرین کے قافلے میں ۸۲ مرد، ۱۱ قریشی خواتین اور سات پردیسی عورتیں شامل تھیں، بعض نے اس سے زیادہ تعداد بتائی ہے۔ ان میں سے چند ممتاز نام یہ ہیں: جعفر بن ابی طالب، ان کی اہلیہ اسماء بنت عمیس، خنیس بن حذافۃ السہمی، مصعب بن عمیر القرشی العبدری، معیقیب بن ابی فاطمۃ الدوسی، مقداد بن الاسود الکندی، ابوعبیدۃ بن الجراح، خالد بن حزام بن خویلد، یہ حکیم بن حزام کے بھائی ہیں، ام المومنین سودہ بنت زمعہ، وغیرہم۔ شامی نے اپنی سیرت میں ہجرت اولیٰ اور ھجرت ثانیہ والوں کے نام تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔

(۵) اسی سال خالد بن حزام بن خویلدؓ کا انتقال ہوا، یہ حکیم بن حزام کے بھائی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں، قدیم الاسلام تھے، ان کی وفات حبشہ جاتے ہوئے راستے میں ہوئی اور انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ	اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور رسول کی طرف پھر آ پکڑے اس کو موت تو مقرر ہو چکا اس کا ثواب اللہ کے ہاں۔
(النساء: ۱۰۰)	(ترجمہ شیخ الہندؒ)

(۶) اسی سال مشرکین مکہ ابوجہل، شیبہ، عُتبہ، ولید بن عُتبہ، عُمارہ بن ولید، عُقبہ بن ابی مُعیط، اُمیّہ بن خلف وغیرہ کا مسجد حرام میں اجتماع ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ مکرمہ کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے اور مسجد حرام کے قریب ہی کسی کافر نے اُونٹ ذبح کیا تھا، ان کافروں نے باہمی مشورہ کیا کہ کوئی شخص اس ذبح شدہ اونٹ کی اوجھ کو اٹھا کر لائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے میں جائیں تو ان کی پشت پر رکھ دے، شقی ازلی عقبہ بن ابی معیط اُٹھا اور نجاست بھری اوجھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عین اس وقت لاکر ڈالی جبکہ آپ ربّ العزّت کے سامنے سربسجود تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو ابھی کم سن تھیں، کسی نے جاکر بتایا، وہ آئیں اوجھ آپؐ کی پشت سے ہٹائی۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، تشریف لائے اور اشقیاء مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے وہی بات کہی جو مومن آلِ فرعون نے کہی تھی یعنی:۔

"کیا تم ایک آدمی کو محض اس جرم میں قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے "میرا ربّ اللہ ہے" حالانکہ وہ تمہارے پاس واضح دلائل لے کر آیا ہے"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بدبختوں کا نام لے کر بددعا فرمائی، چنانچہ وہ سب ایک ایک کرکے جنگ بدر میں کام آئے، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، "میں نے انہیں بدر کے دن

دیکھا کہ وہ سب قلیب بدر (بدر کے گڑھے) میں مقتول پڑے ہیں"
(۷) اسی سال حضرت سُمَیّہ بنت خُبّاط کا انتقال ہوا۔ یہ ابوحذیفہ بن مغیرہ کی باندی، حضرت عمار بن یاسر کی والدہ اور قدیم الاسلام صحابیہ تھیں، انہیں دین حق سے برگشتہ کرنے کے لیے گوناگوں عذاب دیئے گئے مگر ان کے قدم ثبات میں لغزش نہیں آئی، ایک دن ابوجہل لعین آیا، اور اس بے کس و مظلوم کی نازک جگہ نیزے کی انی چبھو کر انہیں شہید کر ڈالا، یوں اس معمّر خاتون کو "اسلام کے پہلے شہید" کا امتیازی شرف حاصل ہوا۔

فصل ۶؁ نبوّت

(۱) اس سال (قریش کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارقم بن ابی الارقم صحابی کے مکان میں فروکش ہوئے (تذکرۃ القاری) آپؐ وہاں چھپ کر نماز ادا کرتے، یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپؐ نے وہاں سے نکل کر مسجد حرام میں علانیہ باجماعت نماز ادا کی۔

"دار ارقم" مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے قریب کوہ صفا سے متصل اب تک موجود ہے، اور آج "دار خیزران" کے نام سے مشہور ہے، ہارون الرشید کی والدہ خیزران حبشیہ نے اس کی جدید تعمیر کرائی تھی اور بطور تبرک اسے مسجد بنا دیا تھا (مصنف فرماتے ہیں) راقم الحروف جب ۱۳۵ھ؁ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوا تو دار ارقم کی زیارت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔[۱]

(۲) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، مشرف باسلام ہوئے، اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "دار ارقم" میں فروکش تھے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت حمزہؓ کے اسلام میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ ۶؁ نبوت میں

---

[۱] مگر آج کل دار ارقم کا کوئی نام و نشان نہیں۔

مسلمان ہوئے دوسرا یہ کہ ۲ھ نبوت میں۔

(۳) حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کے تین دن بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی "دار ارقم" ہی میں مقیم تھے، یہ ذی الحجہ ۶ھ یا ۵ھ نبوت کا واقعہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت چھبیس سالہ نوجوان تھے۔ اور آپ سے پہلے انتالیس مرد وزن اسلامی برادری میں شامل ہو چکے تھے۔

(۴) اسی سال جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے۔ یہ آیت نازل ہوئی: "اے نبی! اللہ آپ کے لیے کافی ہے اور جن اہلِ ایمان نے آپ کی پیروی کی ہے وہ آپ کے لیے کافی ہیں"۔

(۵) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ ایک بچھڑے نے آپ کی نبوۃ کا اعلان کیا، اور یہی معجزہ حضرت عمرؓ کے اسلام کا باعث ہوا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ابوجہل لعین نے اعیان قریش کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: اے جماعتِ قریش! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے دین کو باطل کہتے ہیں اور ہمارے معبودوں کو ٹھکراتے ہیں۔ جو شخص آپ کا سر کاٹ لائے اسے سو اونٹ اور ہزار اُوقیہ چاندی (ایک اوقیہ چالیس درہم) کا انعام ملے گا"، یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار حمائل کی اور چراغِ نبوت کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دینے کے ارادے سے نکلے، ابطح پہنچے تو دیکھا کہ کچھ کافر ایک بچھڑے کو ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے ذبح کرنے کی تیاری کر رہے ہیں، اور بچھڑے کے اندر سے آواز آ رہی ہے:۔

"اے ذریح کی آل! ایک شخص فصیح و بلیغ زبان میں بلند آواز سے اعلان کر رہا ہے اور "لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ" کی دعوت دیتا ہے"۔

حضرت عمرؓ اس سے متعجب ہوئے اور (اس معجزہ سے) ان کے دل میں اسلام اُتر گیا۔

(۶) نیز یہ معجزہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت عمرؓ جب وہاں سے آگے بڑھے تو دیکھا کہ بکریوں کا ایک ریوڑ چر رہا ہے اور قریب سے کسی ہاتف کے اشعار کی پُر کیف آواز سنائی دے

رہی ہے۔

یاایہاالناس! ذروا الاجسام　　　تبادروا سبقاً الی الاسلام

(اے لوگو! مجسموں اور مورتیوں کو چھوڑ دو اور فوراً اسلام کی طرف بڑھو)

شامی نے اپنی "سیرت" میں اس سلسلہ کے چھ اشعار نقل کیے ہیں، بہرحال حضرت عمرؓ اس آواز سے بھی حیران ہوئے اور اسلام کی محبت ان کے قلب میں اور بھی راسخ ہو گئی۔

(۷) نیز یہ معجزہ رونما ہوا کہ حضرت عمرؓ جب وہاں سے آگے بڑھے تو "ضماد" کے پاس سے ان کا گذر ہوا، یہ ایک بُت تھا جس کی پرستش ہوتی تھی، حضرت عمرؓ نے بُت سے پانچ شعر سنے جن میں اسلام کی ترغیب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل سے باز رہنے کی تاکید تھی۔ شامی نے یہ پانچوں اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، یہ سن کر سراپا حیرت بن کر رہ گئے اور اسلام کی محبت مزید پختہ ہو گئی۔

(۸) وہاں سے آگے بڑھے، راستہ میں ان کی ہمشیرہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کا گھر آتا تھا۔ ان کے شوہر سعید بن زیدؓ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ دونوں میاں بیوی سورہ طٰہٰ کی پہلی سات آیتیں، جو انہی دنوں تازہ تازہ نازل ہوئی تھیں، تلاوت کر رہے تھے، جب یہ آیت سنی:

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔	اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات اور اس سے زیادہ خفی بات کو جانتا ہے (وہ) اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے اچھے اچھے نام ہیں (بیان القرآن)
(طٰہٰ: ۷، ۸)	

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام کی محبت میں بے قرار ہو گئے گویا پہلو سے دل نکل نکل جاتا ہے۔ فوراً بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور سرِ نیاز خم کر دیا، اور فضا نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی، یہ قصہ بڑا طویل ہے، میں نے بقدر کفایت یہاں نقل کر دیا ہے۔

(۹) اسی سال یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے ایک دن قبل یہ دعا فرمائی: "یا اللہ! ابوجہل بن ہشام اور عمر بن خطاب میں سے جو شخص تیرے نزدیک محبوب ہے اس کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما" در استجابت وا ہوا چنانچہ اگلے دن حضرت عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں تھے، یہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حق تعالیٰ کی طرف اَحَبُّ الرجلین (دونوں میں سے پسندیدہ شخص) کا انتخاب تھا۔ آپؐ نے بدھ کو دعا کی اور جمعرات کو حضرت عمرؓ نے اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کی۔

(۱۰) اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، اپنے اسلام کے موقع پر، حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کا یہ قصیدہ کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الْمَنِّ الَّذِیْ وَجَبَتْ لَہٗ عَلَیْنَا اَیَادٍ مَا لَھَا غِیَرٌ

اللہ پاک کا بیحد شکر ہے، وہ صاحب احسان ہے اور ہم پر اس کے غیر متبدل احسانات ہیں۔

وَقَدْ بَدَاْنَا فَکَذَّبْنَا فَقَالَ لَنَا صَدَقَ الْحَدِیْثَ نَبِیٌّ عِنْدَہُ الْخَبَرُ

پہلے پہل تو ہم جھٹلاتے رہے، پس اس نے ہم سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، جن کے پاس آسمانی خبریں آتی ہیں، جو کچھ فرماتے ہیں صحیح فرماتے ہیں۔

وَقَدْ ظَلَمْتُ اِبْنَۃَ الْخَطَّابِ ثُمَّ ھَدٰی رَبِّیْ عَشِیَّۃَ قَالُوْا قَدْ صَبَا عُمَرُ

اور میں نے (اپنی ہمشیرہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا) پر ظلم ڈھایا، پھر میرے رب نے مجھے ہدایت بخشی جبکہ لوگوں نے کہا عمر بے دین ہو گیا۔

وَقَدْ نَدِمْتُ عَلٰی مَا کَانَ مِنْ زَلَلٍ بِظُلْمِھَا حِیْنَ تُتْلٰی عِنْدَھَا السُّوَرُ

مجھے اس لغزش پر ندامت ہے کہ میں نے اپنی بہن پر ناحق ظلم کیا جبکہ اس کے پاس سورتوں کی تلاوت ہو رہی تھی۔

لَمَّا دَعَتْ رَبَّهَا ذَا الْعَرْشِ جَاهِدَةً وَالدَّمْعُ مِنْ عَيْنِهَا عَجْلَانَ يَبْتَدِرُ

جب اس نے اپنے عرش والے رب کو خوب گڑگڑا کر پکارا درآنحالیکہ اس کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو برس رہے تھے۔

أَيْقَنْتُ أَنَّ الَّذِي تَدْعُوهُ خَالِقُهَا فَكَانَ يَسْبِقُنِي مِنْ عَبْرَةٍ دُرَرُ

تو میں نے یقین کیا کہ جسے وہ پکار رہی ہے وہی اس کا خالق ہے، پس میری آنکھوں سے اشکِ ندامت کے موتی بے اختیار بہ نکلے۔

فَقُلْتُ أَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ خَالِقُنَا وَأَنَّ أَحْمَدَ فِينَا الْيَوْمَ مُشْتَهِرُ

پس میں نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا خالق و مالک ہے اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج ہم میں (بوصف نبوت) مشہور ہیں۔

نَبِيُّ صِدْقٍ أَتَى بِالْحَقِّ مِنْ ثِقَةٍ وَافِي الْأَمَانَةِ مَا فِي عُودِهِ خَوَرُ

آپ نبیٔ برحق ہیں جو دین حق لے کر آئے ہیں، آپؐ امانت میں کامل ہیں۔

(۱۱) اسی سال، حضرت عمرؓ کے اسلام سے مسلمانوں میں فرحت و مسرت کی لہر دوڑ گئی اسلام کو نئی شان و شوکت حاصل ہوئی، اور اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، مکہ کے بازار میں نکل آئے، تلوار ہاتھ میں تھی، کلمۂ توحید کی گونج مکہ کے در و دیوار سے ٹکرا رہی تھی اور آپ کفار ناہنجار کو مخاطب کرکے فرما رہے تھے:
"تم میں سے آج جس نے بھی اپنی جگہ سے حرکت کی میری تلوار اس کا سارا کبر و غرور خاک میں ملا کر رکھ دے گی۔"

(۱۲) اسی سال حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبد اللہ اسلام لائے، علامہ عامری "الریاض المستطابہ" میں فرماتے ہیں، "ابن عمر اپنے والد ماجد کے ساتھ اسلام لائے۔" "تذکرۃ القاری" کے مصنف فرماتے ہیں "وہ اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے، اس وقت وہ نابالغ تھے۔ یہ قول صحیح نہیں کہ وہ اپنے باپ سے پہلے مسلمان ہوئے"

(۱۳) اسی سال جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "دارارقم" میں قیام فرما تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدۂ ماجدہ ام الخیر سلمیٰ بنت صخر القرشیہ التیمیہ اسلام لائیں۔

(۱۴) دارارقم میں قیام نبوی کے دوران ہی ایاس بن بکیر بن عبدیالیل بن ناشب الکنانی اللیثی اسلام لائے۔ یہ بنو عدی بن کعب بن لوئی کے حلیف تھے۔ بدر، احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے، اسی طرح ان کے تین حقیقی بھائی عامر، عاقل اور خالد بھی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، نیز ان کے تین اخیافی بھائی۔ معوذ، معاذ اور عوف نے بھی غزوۂ بدر میں جاں نثاری کے جوہر دکھائے۔ ان کی والدۂ ماجدہ مشہور صحابیہ عفراء بنت عبید بن ثعلبہ الانصاریۃ النجاریۃ ہیں تینوں مؤخر الذکر بھائیوں کے والد حارث بن رفاعہ الانصاری الخزرجی ہیں۔

عفراء رضی اللہ عنہا پہلے حارث بن رفاعہ کے نکاح میں تھیں، ان سے تین صاحبزادے ہوئے حارث کی وفات کے بعد بکیر بن عبدیالیل اللیثی سے نکاح کیا، ان سے چار اول الذکر صاحبزادے ہوئے۔ یہ ساتوں بھائی جو بنو عفراء کی نسبت سے مشہور ہیں، جنگ بدر میں شریک ہوئے، جیسا کہ زرقانی نے شرح مواہب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے، اور یہ عجیب موہبت الٰہیہ ہے۔

فصل ۷ نبوت

(۱) معتمد قول کے مطابق اسی سال یکم محرم کو، اور ایک قول کے مطابق ۸ نبوت میں قریش نے ایک ظالمانہ تحریر کے ذریعہ بنو ہاشم کا مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بنو ہاشم اور بنو مطلب بن عبد مناف شعب ابی طالب میں محصور کر دیئے گئے۔ اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ قریش نے جب دیکھا کہ ان کا

دین دن بدن سٹتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین یوماً فیوماً پھیلتا جا رہا ہے، حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے سے اسلام کو تازہ اور موثر کمک پہنچ گئی ہے۔ عام مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کر کے نجاشی کے یہاں پناہ لے رکھی ہے اور نجاشی نے ان سے بے پناہ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا ہے، ادھر ابوطالب اور ان کی برادری بنو ہاشم اور بنو مطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و مدافعت پر کمر بستہ ہیں تو قریش کا باہمی معاہدہ ہوا کہ بنو ہاشم و بنو مطلب کا مقاطعہ کیا جائے، اور انہیں بیرون شہر ایک گھاٹی میں محصور کر دیا جائے، یہی گھاٹی ہے جو شعب ابی طالب، خیف بنی کنانہ، البطح، لبطی، محصب اور معرس کے ناموں سے معروف ہے۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "الابطحی"، کہا جاتا ہے۔

(۲) قریش کا یہ معاہدہ صرف زبانی نہیں تھا بلکہ باقاعدہ اس کی تحریری دستاویز تیار کی گئی اور اسے دیوار کعبہ سے آویزاں کر دیا گیا۔ اس کی دفعات یہ تھیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی ہاشم و بنی عبد المطلب سمیت شہر بدر کیا جائیگا۔

(۲) قریش کا کوئی فرد ان سے رشتہ ناطہ نہیں کریگا۔

(۳) ان تک کھانے پینے کی کوئی چیز پہنچنے نہیں دی جائے گی۔

(۴) کوئی شخص ان سے نہ کچھ خریدے گا، نہ ان کے ہاتھ فروخت کرے گا۔

(۵) جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے حوالے نہیں کر دیا جاتا ان سے صلح نہیں ہوگی، نہ وہ کسی انسانی ہمدردی کے مستحق ہوں گے۔

(۳) ——— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، بنو ہاشم اور بنو مطلب یہاں تین سال محصور رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس دستاویز کو دیمک نے چاٹ لیا اور سوائے اللہ تعالیٰ کے نام کے اس کا کوئی حرف بھی باقی نہ رہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو اس کی اطلاع کی، اور ابوطالب نے قریش کو بتایا، مگر وہ آمادۂ تصدیق نہ ہوئے، ابوطالب نے کہا: "ذرا اسے کھول کر تو دیکھو" چنانچہ اسے کھولا گیا تو آنحضرت کی اطلاع کے مطابق اسے بالکل صاف پایا۔ اس پر قریش شرمسار ہوئے

اس ظالمانہ دستاویز کو چاک کر ڈالا، اور اپنے معاہدہ سے دست کش ہو گئے۔ اس طرح تین سال بعد ۱۰؁ نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خاندان اور آپ کے جاں نثاروں کو اپنے گھروں میں واپسی نصیب ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس صحیفہ کی خبر دینا آپ کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ یہ واقعہ سیرت شامیہ وغیرہ مطولات میں مفصل مذکور ہے، یہاں ہم نے ازراہِ اختصار اس کا خلاصہ ذکر کر دیا ہے۔ منصور بن عکرمہ بن ہاشم کا ہاتھ، جس ظالم نے یہ دستاویز لکھی تھی شل ہو گیا اور یہ ایک مستقل معجزہ تھا۔

فصل ۸؁ نبوت

(۱) اسی سال۔ اور ایک قول کے مطابق اس سے پہلے سال۔ کفار مکہ کو خبر ملی کہ کفار فارس، جو نوشیرواں کی اولاد تھی، کفار روم پر، جو قیصر کے ماتحت تھے، غالب آ گئے ہیں۔ اس پر کفار مکہ بے حد خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہا کہ رومی تمہاری طرح اہل کتاب ہیں اور فارس ہماری طرح "بے کتاب" ہیں۔ جس طرح ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر غالب آئے اسی طرح ہم تم پر غالب آئیں گے۔ مسلمانوں کو اس کا رنج ہوا، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ روم کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ دس سال کے اندر اندر رومی دوبارہ فارس پر حملہ آور ہوں گے اور انہیں فارس پر فوجی برتری حاصل ہوگی۔

(۲) اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ کو یہ آیات سنائیں تو کفار نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اور اُبَیّ بن خلف نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ شرط لگائی کہ اگر تمہارے بقول نو سال میں روم، فارس پر غالب آ گئے تو میں تمہیں سو اونٹ دوں گا، ورنہ تم سے وصول کروں گا، دونوں طرف سے اس معاہدہ

کے ضامن مقرر ہو گئے، جس دن مسلمانوں کو جنگ بدر میں فتح ہوئی اسی دن یہ اطلاع آئی کہ روم، فارس پر غالب آگئے، یہ سن کر مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ "اور اس دن خوش ہوں گے مومن"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابی بن خلف کے ضامن سے سو اونٹ وصول کرلیے۔ یہ قصہ طویل ہے، ہم نے یہاں مختصراً ذکر کیا ہے۔

ف: دو طرفہ شرط لگانا قمار (جوا) ہے، اور یہ واقعہ قمار (جوئے) کی حرمت سے پہلے کا ہے۔ صاحب کشاف فرماتے ہیں، اسی واقعہ سے امام ابوحنیفہؒ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ دارالحرب میں مسلمان اور کافر کے درمیان ربوا نہیں۔

(۳) اسی سال۔ اور بقول بعض اس سے پہلے سال۔ اوس و خزرج کے درمیان جنگ بُعاث ہوئی۔

(۴) اسی سال، شق القمر کا معجزہ رونما ہوا، مشرکین نے آپؐ سے مطالبہ کیا تھا کہ کوئی ایسی نشانی دکھایئے جس کا تصرف آسمان میں ہو، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کو "شق قمر" کا معجزہ دکھایا، آپؐ نے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا 'حرا' کی دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب زمین کی طرف جھک گیا، جبل 'حرا' دونوں کے درمیان نظر آتا تھا۔ مگر کافروں نے کہا کہ "یہ بڑا قوی جادو ہے۔" انہوں نے اس کی تکذیب کی اور (بدستور) اپنی خواہشات پر چلتے رہے۔ "سورۂ قمر" کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس معجزے کی گواہی دی ہے۔ علامہ ابن حجر مکیؒ "قصیدۂ همزیہ" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "شق القمر" کا معجزہ ۹ھ نبوت میں ہوا۔"

علماء نے فرمایا ہے کہ شق قمر کا معجزہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، آپؐ کے سوا کسی نبی کو یہ معجزہ نہیں دیا گیا، جیساکہ شامی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے۔

فصل ۹ سنہ نبوّت

(۱) اس سال عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعَیر العذری کی ولادت ہوئی، جو بنی زہرہ کے حلیف تھے، بعض کا قول ہے کہ ان کی ولادت ۸ سنہ نبوّت میں ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد ہوئی۔

فصل ۱۰ سنہ نبوّت

(۱) اس سال قریش کا ظالمانہ معاہدہ منسوخ ہوا، اور بنی ہاشم "شعب" کی نظر بندی سے نکل کر اپنے گھروں میں دوبارہ آباد ہوئے۔ یہ ابوطالب کی حیات کا واقعہ ہے، جس کی کچھ تفصیل ۷ سنہ نبوّت کے واقعات میں گذر چکی ہے۔

(۲) اسی سال بنی ہاشم کے "شعب" سے نکلنے سے قبل، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ولادت شعب میں ہوئی، ان کی ولادت ہجرت سے تین برس قبل کی ہے، جیسا کہ العامری نے "الریاض المستطابہ" میں تصریح کی ہے اور "تذکرۃ القاری" میں ہے کہ وصال نبوی کے وقت یہ تیرہ برس کے تھے۔

(۳) اسی سال مشہور قول کے مطابق ۷، رمضان کو۔ اور صاعد کے قول میں نصف شوّال کو اور بقول بعض اوّل ذیقعدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم ابوطالب کا انتقال ہوا، علامہ شامی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں: "ابوطالب کی وفات، ہجرت سے تین سال قبل اور شعب سے آنے کے ۲۸ دن بعد ہوئی۔" اس وقت ابوطالب کی عمر اسّی سال سے متجاوز تھی۔ اہل سنّت والجماعت کے نزدیک ابوطالب کا اسلام لانا ثابت نہیں،

یہ بدکار روافض کا خواہ مخواہ کا مکابرہ ہے۔

(۴) اسی سال جب آپؐ نے ابوطالب کے لیے استغفار کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں
اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ	کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں
وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى	اگرچہ وہ رشتہ دار ہی (کیوں نہ) ہوں، اس امر
مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ	کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی
اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔	ہیں۔
(التوبہ: ۱۱۳)	(بیان القرآن: حضرت تھانویؒ)

نیز ابوطالب ہی کے حق میں، جیساکہ بخاری شریف اور دوسری کتب حدیث میں ہے، یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ	آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے، بلکہ
اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ	اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے۔ اور
مَنْ يَّشَآءُ۔ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔	ہدایت پانیوالوں کا علم (بھی) اسی کو ہے۔
(القصص: ۵۶)	(بیان القرآن)

(۵) اسی سال، مشہور قول کے مطابق ابوطالب کی وفات کے تین دن بعد، صاعد کے قول میں ابوطالب کی وفات سے ڈیڑھ مہینہ پہلے، اور بقول بعض اس کی وفات سے پچاس دن پہلے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ۶۵ برس کی عمر میں انتقال ہوا، آپ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ۲۵ برس رہیں، حجون میں 'معلاۃ' کے آخر میں دفن ہوئیں۔ ان کے مزار پر معروف قبہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبر میں خود اتارا، مگر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ کیونکہ نماز

جنازہ کا حکم اس وقت نازل نہیں ہوا تھا۔ ان کی تاریخ وفات ۱۰ ار رمضان ۱۰ھ نبوت ہے
ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید صدمہ ہوا۔ یہاں
تک کہ آپؐ طائف کی طرف نکل گئے۔ جس کا بیان ابھی آتا ہے۔

(۶) اسی سال حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد، شوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا، اور اسی سال وہ آپؐ کے ہاں آباد ہوئیں۔
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہ پہلی خاتون ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا عقد ہوا۔ اور ہجرت کے وقت صرف یہی آپؐ کے گھر آباد تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے نکاح اگرچہ ہو چکا تھا، مگر ان کی رخصتی بعد میں ہوئی۔

(۷) اسی سال شوال میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین عائشہ بنت ابی
بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اس وقت یہ چھ سالہ تھیں، نکاح سے تین سال بعد
شوال ہی میں ان کی رخصتی ہوئی، ان کی رخصتی ۹ برس کی عمر میں ہجرت مدینہ کے بعد ہوئی
تھی، جیسا کہ ۱ھ کے واقعات میں آئے گا، آپ نو برس دولت کدۂ نبوت میں رہیں اور
رحلت نبوی کے وقت ۱۸ برس کی تھیں، ۴ھ نبوت کے واقعات میں گذر چکا ہے ان کی ولادت
۴ھ نبوت میں ہوئی۔

(۸) اسی سال ۲۷ شوال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے۔ وہاں بنو
ثقیف آباد تھے، ۲۶ دن وہاں آپ کا قیام رہا۔ آپؐ نے ان کو اسلام کی نصرت و حمایت
کی دعوت دی اور آپؐ کو کفار قریش کی ایذا سے بچانے کی درخواست کی، انہوں نے نہ
صرف آپؐ کی دعوت کو ٹھکرایا بلکہ تکلیف و ایذا کے درپے ہوئے، بالآخر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ۲۲ ذی قعدہ کو واپس مکہ تشریف لائے۔

(۹) اسی سال جب کہ آپؐ طائف میں تھے، آپؐ کے پاس طائف کے تین سردار عبد یالیل،
حبیب اور مسعود پسران عُمر بن عبید آئے اور آپؐ سے گفتگو کے دوران یہ بات کہی جسے اللہ

تعالیٰ نے نقل کیا ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (الزخرف: ۳۱)

اور کہنے لگے کہ یہ قرآن (اگر کلام الہٰی ہے) تو ان دو لبتیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا۔

"دو لبتیوں کے بڑے آدمی" سے ان کی مراد مکّہ میں ولید بن مغیرہ مخزومی اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس یاوہ گوئی کا جواب دیا: "کیا وہ تقسیم کرتے ہیں رحمت آپ کے ربّ کی؟"

(۱۰) اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ طائف کی سرد مہری اور سنگدلی سے ملول اور غمگین واپس ہوئے تو راستے میں جبریل علیہ السلام، ملک الجبال کی معیت میں نازل ہوئے اور پہاڑوں کے فرشتے نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! اجازت ہو تو مکّے کے دو پہاڑوں کو ملا کر ان لوگوں کو کچل دوں، تاکہ یہ سب ہلاک ہو جائیں اور ان میں سے کوئی بھی زندہ باقی نہ رہے۔" رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں مجھے توقع ہے کہ یہ نہیں تو ان کی نسل ہی سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو خدا کو ایک مانیں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔"

(۱۱) اسی سال، جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپسی پر مقام "نخلہ" میں فروکش تھے، یہ مکہ سے ایک دن کی مسافت پر مکہ اور طائف کے مابین ایک بستی تھی۔ تو نصیبین، جو ملک شام کا ایک شہر تھا، کے جنّات کا ایک سات رکنی وفد، دربار نبویؐ میں حاضر ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ نماز فجر ادا کی اور اس میں قرآن مجید کی تلاوت فرمائی تو جنّات ہمہ تن گوش ہو گئے، کہا جاتا ہے کہ آپ نے پہلی رکعت میں "سورۂ رحمٰن" اور دوسری رکعت میں سورۂ "جن" یا سورۂ "اقرا" پڑھی تھی۔ نماز کے بعد انہوں نے آپؐ سے ملاقات کی، مشرف باسلام ہوئے اور اسلام کے داعی بن کر اپنی قوم کی

طرف واپس ہوئے۔ حق تعالیٰ نے سورۂ احقاف کی آیات "وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ" الخ[1] میں ان ہی کا تذکرہ فرمایا ہے، نیز سورۂ "جن" میں یہ ان ہی کا قول نقل کیا ہے: "اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا" (الجن: ۱)

"آکام المرجان فی احکام الجان" کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنات کے وفد چھ مرتبہ حاضر ہوئے، بعض مکہ میں اور بعض مدینہ میں۔ اور علامہ شامی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے: "جنات کے وفد کی تعداد ایک مرتبہ سات یا نو ——— ایک مرتبہ ساٹھ، ایک مرتبہ تین سو اور ایک مرتبہ بارہ ہزار تھی"۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں کہ جنات کا پہلا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بعثت کے کچھ عرصہ بعد آیا، جبکہ جنات پر شہاب ثاقب کا سلسلہ شروع ہوا۔

(۱۲) اسی سال۔ طائف سے واپسی کے موقعہ پر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دُعا کی تھی، جو "دعائے طائف" کے نام سے مشہور ہے، آپ نے دو رکعت نماز پڑھی بعد ازاں یہ دعا فرمائی:۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَاَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ؛ اِلٰی عَدُوٍّ بَعِیْدٍ یَتَجَھَّمُنِیْ؟ اَمْ اِلٰی صَدِیْقٍ قَرِیْبٍ مَلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ؛ اِنْ لَّمْ تَکُنْ غَضْبَانًا عَلَیَّ فَلَآ اُبَالِیْ، غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَکَ اَوْسَعُ لِیْ، اَعُوْذُ	اے اللہ! میں آپ ہی کے سامنے شکایت کرتا ہوں اپنی کمزوری کی اور اپنی کوتاہ تدبیری کی، اور لوگوں کی نظر میں اپنی ذلت کی، اے ارحم الراحمین! اور تو کمزوروں کا رب ہے تو مجھکو کس کے سپرد کرے گا؛ اس دشمن کے جو مجھ پر لوٹ پڑے؛ یا کسی قریبی دوست کے جس کے ہاتھ میں میرا فیصلہ ہو؛ اگر تو مجھ سے ناراض نہ ہو تو مجھے کسی

[1] احقاف: ۲۹

بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْٓ اَضَآءَتْ لَہُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَاَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمٰتُ وَصَلُحَ بِہٖ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ اَنْ یَّنْزِلَ بِیْ غَضَبُكَ وَیَحِلَّ بِیْ سَخَطُكَ وَلَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِكَ ۔

کی کچھ بھی پرواہ نہیں، لیکن پھر بھی تیری طرف سے عطا ہونیوالی عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کی جس سے آسمان وزمین جگمگاتے ہیں جس سے تمام تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں، اور جس کی برکت سے دنیا آخرت کے سارے کام بنتے ہیں، پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو، اور تیری ناراضی مجھ پر واقع ہو تجھ کو منانا اور راضی کرنا ہے، یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ اور تیری مدد کے بغیر نہ کچھ قوت ہے نہ طاقت۔

فصل ۱۱ نبوت

اس سال عقبہ کی پہلی بیعت ہوئی اور انصار کے اسلام کا آغاز ہوا۔ رضی اللہ عنہم، اس کا واقعہ یہ ہے کہ مدینہ سے آنے والے حاجیوں نے ایّام حج میں جمرہ عقبہ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ آپؐ نے انہیں اسلام کی دعوت دی، یہ فوراً آپؐ کے دستِ مبارک پر اسلام لے آئے، ان کی تعداد چھ یا آٹھ تھی، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) ابو اُمامہ اسعد بن زرارہ الخزرجی، یہ انصار میں سب سے پہلے اسلام لائے،

عقبہ کی تینوں بیعتوں میں شریک ہوئے، اور مصعب بن عمیر کے ساتھ مدینہ شریف میں سب سے پہلا جمعہ انہوں نے پڑھا۔

(۲) برار بن معرور بن صخر الاوسی الاشہلی

(۳)(۴)(۵) مُعاذ، مُعَوِّذ اور عوف پسران حارث بن رفاعہ۔ ان تینوں کو بنی عفرا بھی کہتے ہیں۔ عفرا ان کی والدہ ماجدہ کا نام ہے۔

(۶) ابو الہیثم بن التیہان (رضی اللہ عنہم اجمعین)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات سے اسی طرح بیعت لی جس طرح عورتوں سے بیعت لینے کا حکم (قرآن کریم میں) ہے۔ بیعت کے الفاظ یہ تھے: "میں تمہیں بیعت کرتا ہوں اس شرط پر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، دیدہ و دانستہ بہتان تراشی نہیں کرو گے، اور کسی نیک کام میں میری حکم عدولی نہیں کرو گے۔

پس اگر تم نے ان شرائط کو پورا کیا تو تمہارے لیے جنّت ہے اور اگر تم نے ان میں سے کسی چیز میں خیانت کی تو تمہارا معاملہ اللہ کے حوالے۔ وہ چاہے تمہیں سزا دے، اور چاہے تو معاف فرما دے۔"

جبکہ عورتوں سے بیعت لینے کی آیت اس سے مدّت بعد، حدیبیہ کے موقع پر ۶ھ میں اس بیعت کے موافق نازل ہوئی۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے سامنے سورۂ ابراہیم کی آیات "وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا" سے آخر سورت تک تلاوت کیں۔

فصل ۱۲ سنہ نبوّت

(۱) اس سال۔ صحیح قول کے مطابق ہجرت سے ایک سال قبل، یہ قول ابن سعد وغیرہؒ نے ذکر کیا ہے اور نوویؒ اور ابن حزمؒ نے اس پر جزم کیا ہے، اور ایک قول کے مطابق ہجرت سے تین سال قبل مگر یہ قول ضعیف ہے، ستائیس رجب ہفتہ یا پیر کی رات کو۔ اور ایک قول کے مطابق رمضان میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ آپؐ کا سفر پہلے بیت المقدس کی طرف ہوا، پھر وہاں سے آسمانوں کی طرف معراج ہوئی، پھر وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، چنانچہ آپ بلند ترین مقام تک پہنچے، "پس دونوں کے درمیان، دو کمانوں کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی قریب تر، اور آپؐ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں" جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔

(۲) اسی سال، شبِ معراج میں جبریل علیہ السلام نے آپؐ کا سینہ مبارک، حلق کے گڑھے سے اسفل تک شق کیا، اور آپؐ کا قلب مبارک نکال کر سونے کے طشت میں، جو آب زمزم سے بھرا ہوا تھا، اسے دھویا، پھر اس میں حکمت، ایمان اور نورِ نبوّت بھر کر اپنی جگہ رکھا، اور سینہ مبارک سوئی سے سی دیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ شق صدر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک میں چار بار ہوا۔ اوّل، بوقت ولادت، دوم، جبکہ عمر مبارک دس سال تھی، سوم، غارِ حرا میں اوّل نزولِ وحی کے وقت، چہارم، شبِ معراج میں۔

(۳) اسی سال شبِ اسراء میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنّتی سواری پر سوار ہوئے، جسے

براق کہا جاتا ہے، اس کا نام جارود ہے۔ آپؐ نے مکہ سے بیت المقدس تک کا سفر اس پر طے کیا، اس کی برق رفتاری کا یہ عالم تھا کہ اس کا ایک ایک قدم منتہائے نظر تک اُٹھتا تھا۔

(۴) اسی سال شب اسرائیں، آپؐ نے بیت المقدس میں دوگانہ ادا کیا اور اس میں تمام انبیار کرام علیہم السلام کی امامت کا شرف آپؐ کو حاصل ہوا۔

(۵) اسی رات تمام انبیار کرام کی روحیں بیت المقدس میں جمع ہوئیں۔ اور بقول بعض ان کے جسم بھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں دو رکعتیں پڑھیں، اس میں اختلاف ہے کہ یہ دو رکعتیں نفل تھیں یا عشار کی نماز تھی، جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی وجہ سے دو رکعت پڑھا۔

(۶) اسی رات، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس سے باہر تشریف لائے تو جنت سے ایک سیڑھی (معراج) لائی گئی، جس کے ذریعہ آپؐ پہلے آسمان پر پہنچے، پھر وہ پہلے آسمان پر رکھی گئی اور اس کے ذریعہ دوسرے آسمان تک گئے، اسی طرح درجہ بدرجہ ساتوں آسمانوں سے اوپر تک تشریف لے گئے۔

(۷) اسی رات، آسمانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات انبیار کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی۔ جو آپؐ کی تعظیم اور آسمان پر آپ کے دوبارہ استقبال کے لیے آپؐ سے پہلے بیت المقدس سے آسمانوں پر پہنچ چکے تھے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے، دوسرے پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے، تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے، پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام)

(۸) اسی رات، آپؐ نے سدرۃ المنتہیٰ (بیری کا درخت) دیکھا، جس کے پھل ہجر کے مٹکوں

بیر جیسے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے۔

(۹) اسی رات آپؐ نے چار نہریں ملاحظہ فرمائیں، جو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکل رہی تھیں دو نہریں ظاہری اور دو باطنی۔ باطنی نہریں جن کا نام تسنیم اور سلسبیل ہے، جنت میں گرتی تھیں، اور ظاہری نہریں جو نیل اور فرات ہیں، زمین میں۔

(۱۰) اسی رات آپؐ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں، جبکہ ڈھانک رہا تھا اس (سدرہ) کو جو کچھ کہ ڈھانک رہا تھا۔ یہ ڈھانکنے والی چیز سنہری پروانے تھے، جو سدرہ پر گرتے ہوئے نہایت حسین و جمیل لگتے تھے۔

(۱۱) اسی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور دیکھا، یہ فرشتوں کا کعبہ ہے، روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں، اور قیامت تک کسی فرشتے کو دوبارہ طواف کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔

(۱۲) اسی رات، آپؐ نے جنت اور اس کی نعمتوں کا نیز دوزخ اور اس کے عذاب و اسباب کا معائنہ فرمایا، اور فرشتوں کو دیکھا۔

(۱۳) اسی رات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شراب، دودھ اور شہد کے جام پیش کیے گئے، آپؐ نے دودھ کو قبول فرما کر نوش کیا، اس پر جبریل علیہ السّلام نے عرض کیا آپؐ کی رہنمائی اس فطرت کی طرف ہوئی جو آپؐ کا اور آپؐ کی امت کا طغرائے امتیاز ہے۔

(۱۴) اسی رات اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اور آپؐ کی امت پر یومیہ پانچ نمازیں فرض کیں، اولاً دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تخفیف کی درخواست کے لیے حق تعالیٰ کے دربار میں نو دفعہ رجوع کیا، ہر بار پانچ نمازوں کی تخفیف ہوتی رہی، جب پانچ رہ گئیں تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ”یہ (ادا کرنے میں تو) پانچ ہیں، اور (ثواب کے اعتبار سے) یہ پچاس ہیں۔ (اور ہمارے علم میں آخری فیصلہ پانچ پر پچاس کا ثواب دینے کا تھا) میرے یہاں فیصلہ بدلا نہیں جاتا۔“

(۱۵) اسی رات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش سے اوپر رفعت حاصل ہوئی۔ اللہ رب العزت نے آپؐ کو اپنی بارگاہ کے قُرب سے نوازا، اور کلامِ قدیم ازلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ آپؐ سے ہم کلام ہوئے، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے "پھر قریب ہوا، پس نہایت قریب ہوا، پس (درمیان کا فاصلہ) دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی قریب تھا" اس میں اختلاف ہے کہ آیا آپؐ نے ظاہری آنکھوں سے اپنے پروردگار کی زیارت بھی کی تھی؛ علماء فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ آپؐ نے ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔

(۱۶) اسی رات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (بارگاہِ اَحَدیت میں سلام عرض کرنے کیلئے) یہ الفاظ القا ہوئے،

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ۔	تمام قولی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں، اور تمام بدنی اور مالی عبادتیں۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔	سلام ہو آپ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا،

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔	سلام ہو ہم پر، اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر۔

اس پر حضرت جبریل اور ملائکہ علیہم السلام نے کہا،

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔	میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

گازرونی نے اپنی سیرت میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(۱۷) اسی سال، شب معراج کی صبح کو یہ معجزہ ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانوں کی سیر کرنے اور راتوں رات واپس آنے کی خبر قریش کو ہوئی تو انہوں نے اسے مُستبعد سمجھتے ہوئے آپؐ کی تکذیب کی، اور آپؐ سے بیت المقدس کی صفات دریافت کیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت تردد ہوا۔ کیونکہ بیت المقدس کی صفات محفوظ رکھنے کا آپؐ کو خیال تک نہ تھا، علاوہ ازیں رات بھی تاریک تھی۔ (ایسے میں کون اہتمام کرتا ہے کہ جس مکان میں چند لمحے کے لیے آنے کا موقع ملا ہے اس کا ایک ایک نقشہ بھی محفوظ رکھا جائے) مگر حضرت جبریل علیہ السلام نے بحکم خداوندی بیت المقدس کو اپنے بازوؤں پر اٹھا کر مکہ میں "دارِ عقیل" کے پاس رکھ دیا، آپؐ اسے دیکھ دیکھ کر ایک ایک چیز بتاتے رہے، پس جس طرح بلقیس کے تخت کا اٹھا لانا حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا، اسی طرح بیت المقدس کا اٹھا لانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہوا۔

(۱۸) اسی سال، شب معراج کی صبح کو، یہ معجزہ ہوا کہ جب کفار قریش نے آپؐ کے اسرا کی تکذیب کی تو امتحان کے لیے آپؐ سے اس قافلے کی بابت دریافت کیا، جو تجارت کے لیے مکہ سے شام جا رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قافلہ فلاں مقام پر جا رہا تھا اس میں اتنے آدمی اور اتنے اونٹ تھے۔ کفار نے کہا کہ وہ قافلہ شام سے کب مکہ واپس آئے گا؟ آپؐ نے فرمایا: فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو بُدھ کے دن آئے گا، قافلے میں سب سے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ ہوگا، اس کا پالان سیاہ رنگ کا ہوگا اور اس پر دو بوریاں لدی ہوں گی، چنانچہ جس طرح آپؐ نے فرمایا ٹھیک اسی طرح ہوا، مگر وائے بے توفیقی! کہ انہیں اس کے باوجود ایمان کی توفیق نہیں ہوئی۔

(۱۹) اسی سال حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کی ولادت حبشہ میں ہوئی، یہ مسلمانوں کا سب سے پہلا بچہ تھا جس کی ولادت حبشہ میں ہوئی، ان کے والد حضرت

جعفر اور والدہ حضرت اسماء بنت عمیس ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے تھے۔ اور اسد الغابہ میں ہے کہ "وصالِ نبوی کے وقت عبداللہ کی عمر دس سال تھی اور وہ اپنے والد کے ساتھ حبشہ سے مدینہ آ گئے تھے" ان کے والد کی مدینہ واپسی جنگ خیبر کے دن ہوئی تھی جیسا کہ بہت سے محدثین اور اہل سیر نے تصریح کی ہے۔ یہ عبداللہ بن جعفر بڑے سخی تھے، کثرت سخاوت کی بنا پر بحر الجود (سخاوت کا سمندر) کہلاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں ان سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں تھا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ اور یہ کم سن صحابہ میں سے تھے۔

(۲۰) اسی سال، رجب میں، عقبہ کی دوسری بیعت ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سال موسم حج میں (دعوت و تبلیغ کے لیے) تشریف لے گئے تھے۔ ادھر مدینہ سے حضرت جابرؓ کے علاوہ انصار کے بارہ افراد (حج کے لیے) آئے تھے، عقبہ کے پاس آپؐ سے ملاقات ہوئی، آپؐ کے ہاتھ پر اسلام لائے اور وہیں بیعت ہوئے ان حضرات کے نام یہ ہیں:

۱۔ بشیر بن سعد۔ نعمان بن بشیر کے والد

۲۔ سعد بن معاذ الاشہلی الاوسی۔ اوس کے سردار

۳۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام (حضرت جابر کے والد) اور ان کے صاحبزادے جابر بن عبداللہ (ان کا بچپن تھا)

۴۔ اُسید بن حُضیر

۵۔ اُبیؓ بن کعب

۶۔ عُبادۃ بن صامت

۷۔ ابو مسعود عقبہ بن عامر الانصاری البدری۔

۸۔ ذکوان بن عبد قیس الزرقی

۹۔ رافع بن مالک الزرقی

۱۰۔ قطبہ بن عامر

۱۱۔ عتبہ بن عامر

۱۲۔ عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہم

(۲۱) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر القرشی العبدری رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم پڑھانے اور نماز اور شرائع اسلام کی تعلیم کے لیے مدینہ بھیجا۔ انھوں نے بڑی جانفشانی سے تعلیم و تبلیغ کا فرض انجام دیا، یہاں تک کہ مدینہ میں گھر گھر اسلام کی روشنی پھیل گئی (اس میں اختلاف ہے کہ حضرت مصعبؓ پہلی بار عقبہ کی دوسری بیعت کے بعد مدینہ بھیجے گئے یا پہلی بیعت کے بعد؟ بعض نے دوسرے قول کو ارجح قرار دیا ہے۔ ۱۲ نبوت میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تہتر حضرات کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت عقبہ ثالثہ کی رات حاضر ہوئے۔ ان کا ذکر آگے آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو، اپنی ہجرت سے پہلے دوبارہ مدینہ بھیجا، اور ان کی دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تدریس سے مدینہ میں اسلام خوب چمکا، جیساکہ سنہ ۱۴ نبوت میں جو ہجرت کا پہلا سال ہے، آئے گا۔

(۲۲) اسی سال مدینہ میں محمد بن مسلمہ بن خالد المدنی الانصاری، حضرت مصعبؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ ان کا تعلق بنو حارث سے تھا، بنی اشہل کے حلیف تھے، اس لیے اشہلی کہلاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری سے قبل اسلام لائے، اور صحابہ میں جن کا نام محمد تھا، ان سب میں یہ زیادہ عمر کے تھے۔

(۲۳) اسی سال، ابوبشر عباد بن بشر بن وقش الانصاری الاشہلی، حضرت مصعبؓ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ یہ ان دو حضرات میں سے ایک ہیں جن کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں (عشا کی) نماز پڑھی۔ کافی دیر کے بعد

اپنے گھروں کی طرف لوٹے، رات اندھیری تھی دونوں کے ہاتھ میں عصا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے تو ایک کا عصا روشن ہو گیا، اس کی روشنی میں چلتے رہے۔ جب دونوں کا راستہ جدا ہوا تو دونوں کے عصا روشن ہو گئے، یہاں تک کہ یہ اپنے گھروں میں پہنچ گئے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور ان کی کرامت، دوسرے صحابی اُسید بن حضیر رضؓ تھے۔

(۲۴) اسی سال ابو سلمہ عبد اللہ بن الاسد المخزومی نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ یہ پہلے شخص ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مدینہ کی طرف ہجرت کرکے گئے انہوں نے پہلے حبشہ کی ہجرت کی تھی، پھر واپس مکہ آگئے تھے اور جب مشرکین نے زیادہ ستایا، اور ادھر مدینہ میں اسلام پھیل جانے کی خبر سنی تو مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

فصل ۱۲ سنہ نبوّت

(۱) اس سال ذی الحجہ میں عقبہ کی تیسری بیعت ہوئی، گذشتہ سال بیعت عقبہ کے موقع پر، مدینہ کے انصار وعدہ کر گئے تھے کہ آئندہ سال اسی جگہ پھر ملاقات کریں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سال ایام حج میں منیٰ تشریف لے گئے، چنانچہ حسب قرارداد حضرات انصار کے تہتر مردوں اور دو عورتوں نے ایام تشریق کی درمیانی رات میں، اسی جگہ آپ سے ملاقات کی، اور اسلام اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ان حضرات کے نام یہ ہیں۔

(۱) اوس بن ثابت الخزرجی النجاری۔ یہ حسان بن ثابت کے بھائی ہیں۔

(۲) براء بن معرور بن صخر الخزرجی السلمی تیسری بیعت سب سے پہلے کرنے کا شرف انہی کو حاصل ہے۔

(۳) ان کے صاحبزادے بشر بن براء۔

(۴) ابوایوبؓ خالد بن زید الخزرجی النجّاری۔
(۵) خلّاد بن سُوَید بن ثعلبہ الخزرجی۔
(۶) ابورفاعہ رافع بن مالک بن عجلان الخزرجی العجلانی۔
(۷) ان کے صاحبزادے رفاعہ بن رافع بن مالک۔ انہیں دادا کی طرف نسبت کرتے ہوئے کبھی رفاعہ بن مالک بھی کہا جاتا ہے۔
(۸) ابولبابہ رفاعہ بن عبد المنذر الاوسی۔
(۹) ابوطلحہ زید بن سہل الخزرجی۔ امّ سلیم کے شوہر۔
(۱۰) ابوخیثمہ سعد بن خیثمہ الاوسی۔
(۱۱) سعد بن الربیع بن عمرو الخزرجی۔
(۱۲) ابوقیس سعد بن عبادہ بن دُلَیم الخزرجی، قبیلہ خزرج کے رئیس۔
(۱۳) سلمہ بن سلامہ بن وقش الاوسی البدری
(۱۴) ظُہیر بن رافع بن عدی
(۱۵) عبداللہ بن انیس الجہنی۔ یہ انصار کے قبیلہ بنی سلمہ کے حلیف تھے۔
(۱۶) عبداللہ بن جُبَیر بن نعمان الاوسی۔ جنگ اُحد میں تیراندازوں کی جماعت کے یہی امیر تھے، یہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے تھے، بلکہ شہید ہوگئے۔
(۱۷) عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ الخزرجی، مشہور شاعر ہیں۔
(۱۸) ابومحمد عبداللہ بن زید بن عبدربہ الخزرجی الحارثی، اذان کے خواب والے
(۱۹) عمرو بن جموح بن زید الخزرجی السلمی
(۲۰) ان کے صاحبزادے معاذ بن عمرو بن جموح
(۲۱) قتادہ بن زید الاوسی الظفری
(۲۲) ابوالیسر کعب بن عمرو بن عباد السلمی الخزرجی۔

(۲۳) کعب بن مالک بن عمرو السلمی الخزرجی، مشہور شاعر، جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین افراد میں سے ایک تھے۔

(۲۴) مالک بن دخشم میم کیساتھ، یا دخشن، نون کیساتھ، بن مالک الانصاری، بنو عمرو بن عوف میں سے تھے۔

(۲۵) معاذ بن جبل بن عمرو الخزرجی الجشمی، جو علم حلال وحرام کے امام تھے۔

(۲۶) معن بن عدی بن جد بن عجلان البلوی، انصار کے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے حلیف تھے۔

(۲۷) منذر بن عمرو بن خنیس الخزرجی الساعدی، یہ اس جماعت مبلغین کے امیر تھے جو بیر معونہ میں شہید ہوئے۔

(۲۸) نعمان جنہیں نعیمان بھی کہا جاتا ہے، بن عمرو بن رفاعہ انصاری النجاری۔

(۲۹) ابو بردہ ھانی بن نیار البلوی، جو انصار کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ بنو حارثہ کے حلیف تھے، اور حضرت براء بن عازب کے ماموں ہیں۔ وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

اور خواتین میں ایک اسماء بنت عمرو بن عدی السلمیہ الخزرجیہ اور دوسری ام عمارہ نسیبہ (نون کے فتحہ اور سین کے کسرہ کے ساتھ) بنت کعب بن عمرو الانصاریۃ المازنیہ۔ بسا اوقات ام عمارہ کے نام کا اشتباہ ام عطیہ کے ساتھ ہو جاتا ہے، ام عطیہ کا نام نُسَیبہ، نون کے ضمہ اور سین کے فتحہ کے ساتھ۔ یا نَسِیبہ نون کے فتحہ اور سین کے کسرہ کے ساتھ، بنت کعب الانصاریہ ہے مگر یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ عقبہ کی تیسری بیعت میں ام عطیہ نہیں بلکہ ام عمارہ شریک تھیں۔ رضی اللہ عنہن۔

ف : رفاعہ بن رافع بن مالک، جن کا نام اُوپر کی فہرست میں آیا ہے۔ یہ وہی ہیں جو مسیئ الصلوٰۃ (نماز کو بگاڑ کر پڑھنے والے) کے لقب سے مشہور ہیں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، یہ آئے اور نماز پڑھنا شروع کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے جلدی سے نماز ختم

کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا آپؐ نے فرمایا، "واپس جاکر نماز پڑھ، تو نے نماز نہیں پڑھی" دو تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ پورا قصہ بخاری شریف میں ہے۔

(۲) اسی سال، تیسری بیعت عقبہ کی رات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ پر، ان کی رضامندی سے بارہ نقیب (سردار، نمائندے) مقرر فرمائے، نو قبیلۂ خزرج سے۔ اور تین قبیلہ اوس سے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

خزرج سے ؛ ۱۔ اسعد بن زرارہ ابوامامہ۔ بنی نجار کے نقیب۔

۲۔ رافع بن مالک بن عجلان، بنی زُرَیق کے نقیب۔

۳،۴۔ سعد بن ربیع بن عمرو اور عبداللہ بن رواحہ، بنو حارث بن خزرج کے نقیب۔

۵۔۶۔ سعد بن عبادہ اور مُنذر بن عمرو بن خُنَیس، دونوں بنو سلمہ کے نقیب۔

۷۔ عبادہ بن صامت، قبائل کے نقیب۔

اور قبیلۂ اوس میں سے ؛ ۱۔ اُسید بن حضیر، بنو عبدالاشہل کے نقیب۔

۲،۳۔ رفاعہ بن عبدالمنذر اور سعد بن خیثمہ، بنو عمرو بن عوف کے نقیب، رضی اللہ عنہم۔

(۳) اسی سال، اہل عقبہ ثالثہ میں سے، معاذ بن جبل بن عمرو الانصاری، الخزرجی رضؓ اسلام لائے جبکہ ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

(۴) اسی سال، اہل عقبہ ثالثہ میں سے، ابو بُردہ ہانی بن نیار۔ براء بن عازبؓ کے ماموں اسلام لائے، اور اُحد اور اس کے غزوات میں شریک رہے۔

(۵) اسی سال، اہل عقبہ ثالثہ میں سے، ابو ایوب خالد بن زید الخزرجیؓ اسلام لائے جیسا کہ ان تینوں حضرات کا ابھی ذکر ہوا۔

(۶) اسی سال، اور بقول بعض اس سے اگلے سال حضرت سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن اُمیہ القرشی الاموی کی ولادت ہوئی، بعد ازاں وہ اسلام لائے اور انہیں صحابیت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ ان حضرات میں سے ایک ہیں، جنہوں نے حضرت عثمان

بن عفان رضی اللہ عنہ کے حکم سے قرآن مجید مصحف میں لکھا۔ ان کا باپ عاص بن سعید جنگ بدر میں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے بحالت کفر قتل ہوا۔

ف، علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انصار مدینہ کی، تین بیعتیں ہوئیں۔

اوّل، رجب سنہ ۱۱ نبوت میں۔ اس میں چھ یا آٹھ آدمی مسلمان ہوئے۔

دوم: رجب سنہ ۱۲ نبوت میں۔ اس میں بارہ افراد اسلام لائے۔

سوم، ذی الحجہ سنہ ۱۳ نبوت میں اس میں تہتر مرد اور دو عورتیں اسلام لائیں۔ یہ عقبات اور حج رجب میں اس وجہ سے واقع ہوئے کہ کفار کے یہاں نسی (مہینوں کو آگے پیچھے کر دینے) کا جاہلی دستور تھا۔

ف ۲، نبوت کے بعد جب تیرہ سال پورے ہوئے تو چودھواں سال (مکہ ہی میں) شروع ہوا اور یہی ہجرت کا پہلا سال تھا کیونکہ اس چودھویں سال میں، عقبہ ثالثہ سے کوئی تین مہینے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ جیسا کہ ہجرت کی کچھ تفصیل اور اس سال کے دیگر واقعات اس کتاب کے حصہ دوم کے تیسرے باب میں سنہ ۱ھ کے ذیل میں آئیں گے۔ کازرونی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس سنہ ۱۴ نبوت میں مکہ سے ہجرت فرمائی"۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایۃ والنہایہ" میں جو ذکر کیا ہے کہ "ہجرت نبویؐ، تینوں عقبات کے بعد سنہ ۱۳ نبوت میں ہوئی" یہ بظاہر سہو ہے، یا یہ اس پر محمول ہے کہ موصوف نے نبوت کے پہلے سال کو شمار نہیں کیا، کیونکہ اس سال کی ابتدا محرم سے ہوتی تھی جبکہ وحی کا آغاز اس سال کے ماہ ربیع الاوّل یا رمضان سے ہوا تھا، جیسا کہ سنہ ۱ نبوت کے ذیل میں گذرا۔ فَتَدَبَّرْ وَكُنْ عَلٰى بَصِيْرَةٍ مِّنْ ذٰلِكَ[1]

---

[1] ناکارہ ترجمہ نگار عرض کرتا ہے کہ غالباً حافظ ابن کثیرؒ نے سن نبوت، بکم محرم سے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

حصّہ دوم

ابتدائے ہجرت سے وصالِ نبوی تک کے واقعات میں، اور اس میں تین باب ہیں۔

باب اوّل: ان غزوات میں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس شریک ہوئے۔

تنبیہ ۱: جن غزوات میں رسول اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس شریک ہوئے انہیں محدثین

بقیہ حاشیہ

نہیں بلکہ آغازِ وحی سے شروع کیا ہے، وحی کا آغاز، صحیح قول کے مطابق ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوا اور اس کے ٹھیک تیرہ سال بعد ۱۲ ربیع الاوّل ہی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے، اس بنا پر حافظ ابنِ کثیرؒ کا قول نہ سہو پر مبنی ہے نہ حضرت مصنفؒ کی ذکر کردہ تاویل پر۔ اگر سنِ نبوت کو محرم سے شروع کیا جائے جیسا کہ حضرت مصنف کا رجحان اسی طرف ہے تو بلاشبہ ہجرت ۱۴ نبوت میں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اختلاف اختلافِ اصطلاح پر مبنی ہے۔ رہا یہ کہ سنِ نبوت کا آغاز محرم سے کرنا چاہیئے جیسا کہ مصنف کا رجحان ہے یا آغازِ وحی کی تاریخ سے؛ اس کے لیے اپنے ذوق کو حکم بنایئے البتہ یہ ناکارہ حضرت مصنفؒ کے الفاظ میں یہ مشورہ دے سکتا ہے کہ فتدبر وکن علیٰ بصیرۃ من ذٰلک اور یہ بحث صرف سنینِ نبوت قبل از ہجرت میں ہے، ورنہ سن ہجری جمہور کے نزدیک دو ڈھائی ماہ قبل یکم محرم ہی سے شروع ہوتا ہے جس کی ابتدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے ہوئی البتہ امام مالکؒ سنِ ہجری کو ربیع الاوّل ہی سے شروع کرنے کے قائل ہیں۔ کما فی البدایہ والنہایہ،

کی اصطلاح میں مغازی اور غزوات کہا جاتا ہے اور جن میں بذاتِ خود شرکت نہیں فرمائی بلکہ اپنے صحابہؓ کو امیر لشکر بنا کر بھیجا، وہ ان کی اصطلاح میں سرایا اور بعوث کہلاتے ہیں۔

تنبیہ ۲: یہ بھی یاد رہے کہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کفار سے قتال جائز نہیں تھا، جواز قتال کا حکم صفر ۲ھ میں اس آیت کے ذریعہ ہوا۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۔

(الحج - ۳۹)

(اب لڑنے کی، ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے جن سے (کافروں کیطرف سے) لڑائی کی جاتی ہے، اس وجہ سے کہ ان پر بہت) ظلم کیا گیا، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

یہ پہلی آیت ہے جو اس سلسلہ میں نازل ہوئی، جیساکہ عنقریب آتا ہے۔

تنبیہ ۳: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "غزوات" کی تعداد، ان لوگوں کے قول پر، جو غزوۂ احزاب اور غزوۂ قریظہ کو یا غزوۂ خیبر اور غزوہ وادی القریٰ کو ایک سمجھتے ہیں، ستائیس ہے، اور ان حضرات کے قول کے مطابق، جو ان میں سے کسی ایک کو دو قرار دیتے ہیں، اٹھائیس ہے، جیساکہ ہم ہر ایک کی تفصیل الگ الگ فصل میں ذکر کریں گے۔

ف، مذکورہ بالا اٹھائیس غزوات کی ترتیب وار فہرست یہ ہے۔

۱۔ غزوۃ الابواء جسے غزوۂ ودّان بھی کہتے ہیں۔

۲۔ غزوۂ بُواط۔ ۳۔ غزوۂ سفوان، یہ غزوۂ بدر اولیٰ بھی کہلاتا ہے۔

۴۔ غزوۃ العشیرہ۔ ۵۔ غزوۂ بدر کبریٰ۔

۶۔ غزوۂ بنی سلیم جسے قرقرۃ الکُدر بھی کہتے ہیں۔

۷۔ غزوۃ السویق۔

۸۔ غزوۂ غطفان یا غزوۂ ذی اَمَر

۹۔ غزوۃ الفرع، حجاز کے علاقہ بحران میں

۱۰۔ غزوۂ بنی قینقاع	۱۱۔ غزوۂ احد
۱۲۔ غزوۂ حمراء الاسد	۱۳۔ غزوۂ بنی نضیر
۱۴۔ غزوۂ بدر صغریٰ	۱۵۔ غزوۂ دومۃ الجندل

۱۶۔ غزوۂ بنی المصطلق، یہی غزوۂ مریسیع کہلاتا ہے۔

۱۷۔ غزوۂ خندق	۱۸۔ غزوۂ بنی قریظہ
۱۹۔ غزوۂ بنی لحیان	۲۰۔ غزوۂ حدیبیہ
۲۱۔ غزوۂ ذی قرد	۲۲۔ غزوۂ خیبر
۲۳۔ غزوہ وادی القری	۲۴۔ غزوۂ ذات الرقاع
۲۵۔ غزوۂ فتح مکہ	۲۶۔ غزوۂ حنین
۲۷۔ غزوۂ طائف	۲۸۔ غزوۂ تبوک

ان میں بعض محدثین کے نزدیک کچھ تقدیم وتاخیر بھی ہے، اس کا بیان مفصل آئے گا۔ اور حرکات کا ضبط بھی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ باب میں نے آٹھ فصلوں پر ترتیب دیا ہے۔

فصل ۲ھ کے غزوات

غزوات وسرایا کے دونوں بابوں میں ۱ھ کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ اُوپر گذر چکا ہے

کہ جہاد وقتال سلہ میں جائز نہیں تھا۔ اس لیے اس سال کوئی جہاد نہیں ہوا۔

غزوۂ اَبْوَا یا غزوۂ وَدَّانؐ

(۱) اس سال ۱۲ صفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الابوآ کے لیے، جو غزوہ ودان بھی کہلاتا ہے، تشریف لے گئے، یہ پہلا جہاد تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساٹھ مہاجرین کی معیت میں خود شرکت فرمائی، ان میں کوئی انصاری شریک نہیں تھا۔ آپؐ نے اپنی جگہ سعد بن عبادہؓ کو مدینہ کا حاکم بنایا، اس سفر میں آپؐ، قریش کے ایک تجارتی قافلہ کا، جو ملک شام سے مکہ واپس آرہا تھا، تعاقب کرنا چاہتے تھے، مگر قافلہ نکل چکا تھا اس لیے لڑائی کی نوبت نہیں آئی، البتہ اس سفر میں آپؐ کے اور بنی ضمرہ کے درمیان مصالحت ہوئی، اور آپؐ نے انہیں صلح نامہ لکھ کر دیا۔

الوآ : "فرع"، کے مضافات میں ایک بستی ہے اس کے اور جُحفہ کے مابین، مدینہ کی جانب سے ۲۳ میل کا فاصلہ ہے۔

وَدّان : یہ بھی "فرع" کے مضافات میں ایک بستی ہے، یہ غزوہ کبھی "الوآ" کی طرف اور کبھی "ودان" کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ دونوں درحقیقت ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں۔ یہ علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں لکھا ہے، مگر قسطلانی اور عینی شرح بخاریؒ میں فرماتے ہیں کہ "ودّان، الوار اور جُحفہ کے درمیان ایک بڑی بستی ہے جو جُحفہ سے آٹھ میل ہے"، اس صورت میں غزوہ الوار پر غزوہ ودّان کا اطلاق، باعتبار وحدت کے نہیں، بلکہ باعتبار قرب کے ہوگا۔ فتدبر۔

غزوۂ بُواطؐ

(۲) اسی سال ربیع الاوّل یا ربیع الثانی میں غزوہ بواط ہوا۔ بُواط: "با" کے ضمہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ جُہَینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے، جو مدینہ سے چار برید،

دبارہ میل، کے فاصلے پر ینبع کے قریب، رضوی کی جانب واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے تعاقب کے لیے دو سو مہاجرین کی معیت میں نکلے۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے بھائی سائب بن مظعون رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں قائم مقام بنایا اس غزوہ میں لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

غزوۂ سفوان یا غزوۂ بدر اُولیٰ

(۳) اسی سال، ربیع الاول ہی میں، غزوہ سفوان ہوا۔ جس کو غزوہ بدر اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کے مویشیوں پر غارت گری کی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو مدینہ کا حاکم بنایا، اور کرز کے تعاقب میں نکلے، مگر وہ جا چکا تھا، اس لیے لڑائی کے بغیر واپسی ہوئی۔

یہ کرز بن جابر مشرکین کے رؤسا میں سے تھا۔ مگر بعد میں اسلام لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سَرِیَّۃُ الْعُرَنِیِّیْن کا امیر اسی کو بنایا تھا، یہ فتح مکہ میں شہید ہوا۔ جیسا کہ تیسرے باب میں ۸ھ کے ذیل میں آئے گا۔ سفوان، سین، فا اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ، بدر کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ بعض حضرات کے قول کے مطابق یہ غزوہ، غَزْوَۃُ الْعُشَیْرَہ کے بعد ہوا، اس کا ذکر ابھی آتا ہے۔

غزوۂ عُشیرہ

(۴) اسی سال جمادی الاولیٰ میں۔ اور بقول بعض جمادی الاخریٰ میں۔ غزوۃ العشیرہ ہوا۔ عشیرہ، بصیغۂ تصغیر، صحیح قول کے مطابق شین منقوطہ کے ساتھ، اور بقول بعض سین مہملہ کے ساتھ، ینبع کے بطن میں بنی مدلج کی جگہ کا نام ہے، جو مصری حاجیوں کی منزل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا، اور خود ایک سو پچاس اور بقول بعض دو سو مہاجرین کی معیت میں، قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے تعاقب کی نیت سے نکلے، یہ قافلہ، جو شام سے مکہ جارہا تھا، نکل چکا تھا، لہٰذا لڑائی نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاولیٰ کا باقی مہینہ اور جمادی الاخریٰ کے چند دن وہاں قیام فرمایا، بنو مدلج اور ان کے حلفا سے، جو بنو ضمرہ کے باقی ماندہ لوگ تھے، معاہدہ فرمایا اور صحیح سلامت واپس تشریف لائے۔

غزوۂ بدرؒ

(۵) اسی سال رمضان المبارک میں غزوہ بدر کبریٰ ہوا، جسے بدر عظمیٰ، بدر الثانیہ، بدر القتال اور یوم الفرقان بھی کہا جاتا ہے، یہ اسلامی تاریخ کا ایک تابناک اور عظیم الشان واقعہ ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت و رفعت عطا فرمائی، اور کفر اور کفار کا سارا غرور خاک میں ملا دیا۔ مقام بدر، جہاں یہ جنگ ہوئی حرمین شریفین کے راستہ میں مدینہ طیبہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ جنگ بدر، ۱۷یا ۱۹یا ۲۰ر رمضان ۲ھ کو ہوئی ـــــــــــ ۱۷ر کا قول زیادہ صحیح ہے اور یہ اکثر علماء کا قول ہے، ابن عساکر نے اسی کو محفوظ کہا ہے۔ مدینہ سے آپؐ کی روانگی ۱۱ر رمضان کو بروز ہفتہ ہوئی، آپؐ کی معیت میں تین سو پچاس مہاجرین و انصار تھے، مشہور ہے کہ بدری صحابہ کی تعداد تین سو تیرہ تھی، لیکن ان میں آٹھ حضرات جسمی طور پر شریک بدر نہیں ہوسکے، چونکہ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بعض ضرورتوں کی بنا پر مدینہ میں رہے تھے، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی شرکاء بدر کی طرح غنیمت کا حصہ دیا، اور ان سے فرمایا کہ انہیں بھی شرکائے بدر کا اجر ملے گا، اس لیے وہ شرکاء بدر کی مثل ہوگئے اور بدریین میں شمار کیے گئے۔ ان تین سو تیرہ، میں چوراسی مہاجرین اور ۲۲۹ انصار شامل

ہیں۔ میں نے ایک رسالے میں جس کا نام "النور المبین فی جمع اسما البدریین" رکھا ہے، تمام شرکا بدر کی تفصیل جمع کی ہے۔ حضرات انصار پہلی بار اس غزوہ میں شریک ہوئے، اس سے قبل وہ کسی غزوہ میں نہیں نکلے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر کے لیے، ابولبابہ بن عبد المنذر الانصاری الاوسی کو۔جن کا نام بشیر یا رفاعہ تھا۔ مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ان کو مقام روحا سے واپس کیا تھا۔

رَوْحَا، مکہ و مدینہ کے مابین، مدینہ شریف سے ۳۶ میل پر ایک مشہور کنواں ہے، جو اب تک موجود اور مشہور ہے، الحمد للہ کہ ۱۳۵۲ھ میں ہم نے خود بھی اس کی زیارت کی اور اس کا پانی پیا۔

جنگ بدر میں کافروں کی تعداد ایک ہزار تھی، جن کے پاس بہت سے گھوڑے تلواریں اور اسلحہ تھا۔ نیز ان میں بڑے بڑے بہادر پہلوان اور فنون حرب کے ماہر جرنیل تھے، اِدھر مسلمانوں کی طرف اسلحہ، رسد، ساز و سامان اور سواریوں کی قلت کا یہ عالم تھا کہ پورے لشکر میں دو گھوڑے اور آٹھ تلواریں تھیں، مگر اللہ رب العزت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کی خاص نصرت فرمائی، ستر صنادید قریش قتل اور ستر قید ہوئے اور بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا جیسا کہ حدیث و سیرت کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے اسی سال، غزوۂ بدر میں، اس امت کا فرعون ابوجہل بن ہشام۔ خذلہ اللہ۔ جہنم رسید ہوا۔ اس کا ذکر تیسرے باب میں آئے گا۔ انشاء اللہ۔

غزوۂ قرقرة الکدر

(۶) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے مدینہ واپس آئے تو سات دن بعد، شوال کی ابتدائی تاریخوں میں۔ اور بقول بعض نصف محرم ۳ھ میں

آپؐ غزوہ بنی سلیم کے لیے موضع کدر، تشریف لے گئے۔ اسے غزوہ قَرقَرَۃُ الکُدر بھی کہتے ہیں۔

قرقرۃ: دونوں قاف کے فتحہ کے ساتھ۔ کبھی ان دونوں کو ضمہ سے پڑھا جاتا ہے، سفید چٹیل میدان کو کہتے ہیں۔ کُدْر، کاف کا ضمہ اور دال مہملہ کے سکون کے ساتھ۔ خاکستری رنگ کے پرندوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ جگہ قرقرۃ الکدر اس لیے کہلائی کیونکہ یہ خاکستری رنگ کے پرندوں کا مستقر تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد کے لیے دو سو افراد کی معیت میں نکلے، اور سباعؓ بن عُرفطہ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ سباع: بکسر سین اور عرفطہ: بضم عین مہملہ و فاء کے بعد طاء مہملہ۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت ابن اُمّ مکتومؓ کو خلیفہ بنایا۔ ان کا نام اکثر علماء کے قول کے مطابق عمرو ہے۔ یہی قول صحیح ہے اور ایک قول کے مطابق عبداللہ ہے۔ ان دونوں اقوال کے درمیان تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ حضرت سباع کو فیصلوں کے لیے اور حضرت ابن ام مکتومؓ کو نماز کی امامت کے لیے خلیفہ بنایا ہوگا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو سلیم کی آبادی کے قریب پہنچے تو وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے کوئی شخص مقابلے پر نہیں آیا، آپ نے ان کے پانچسو اونٹوں کو غنیمت بنایا اور مدینہ طیبہ کی طرف واپسی ہوئی، راستہ میں مدینہ طیبہ سے تین میل دور موضع صرار، بکسر صاد مہملہ: میں مال غنیمت تقسیم فرمایا، اور اونٹوں کے چرواہوں میں "یسار" نامی ایک صاحب تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لے کر آزاد کر دیا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ (آزاد شدہ غلام اور خادم) تھے۔

غزوۃ السویقؑ

(۷) اسی سال، ذی الحجہ میں۔ اور بقول بعض محرم ۳ھ میں، غزوۃ السویق کے لیے

تشریف لے گئے۔ اسے غزوہ سویق اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ اس غزوہ میں مشرکوں کا بیشتر توشہ ستو تھے، جو مسلمانوں کو غنیمت میں ہاتھ آئے۔ یہ غزوہ قرقرۃ الکدر کے قریب ابوسفیان اور کفار قریش سے ہوا تھا، غزوہ بدر کے بعد ابوسفیان نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام نہ لے اور مقتولین بدر کے بدلے آپ کے صحابہ کو قتل نہ کرے نہ گھی کا استعمال کرے گا، نہ غسل جنابت چنانچہ ابوسفیان اپنے ساتھ دو سو سواروں کو لے کر عریض تک پہنچا۔ یہ جگہ مدینہ سے تین میل ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ ۵ ذی الحجہ کو اتوار کے دن دو سو سواروں کے ہمراہ مقابلہ کے لیے نکلے، اور مدینہ کا حاکم سباع بن عرفطہ یا ابن اُم مکتوم یا ابولبابہ بن منذر کو بنایا۔ ابوسفیان اور اس کے رفقاء کو خبر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رعب ڈال دیا اور انہوں نے سر پر پاؤں رکھ کر مکہ کا رُخ کیا اور بھاگتے ہوئے بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر ستو کی بوریاں گراتے گئے، مسلمانوں نے ان کی بوریوں کے علاوہ دیگر ساز و سامان کو غنیمت بنایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا مقابلہ کامیاب و کامران واپس تشریف لائے۔

فصل ۳ھ کے غزوات

غزوۂ غطفان ۳ھ

(۱) اس سال، محرم میں، اور بقول بعض ربیع الاوّل میں غزوۂ غطفان ہوا۔ ابن کثیر کی البدایۃ والنہایۃ، میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاوّل کو بروز خمیس، (جمعرات) غزوہ غطفان کے لیے مدینہ سے نکلے "غطفان" ایک قبیلہ کا نام ہے جو نجد میں رہائش پذیر تھا، اس غزوہ کو غزوۂ انمار اور غزوۂ ذی امر بھی کہتے ہیں، گویا اس کے تین نام ہیں۔

ذُوْاَمَرّ، بفتح ہمزہ و میم و تشدید را غیر منصرف ہے، علاقہ نجد میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار سو پچاس افراد کی معیت میں نکلے، مدینہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قائم مقام مقرر کیا، ان لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر ہوئی تو پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر لڑائی کے واپس آگئے۔

غزوۂ فرع

(۲) اسی سال ربیع الاوّل یا جمادی الاولیٰ میں غزوہ فرع ہوا۔ اسے غزوۂ بُحران اور غزوہ بنی سلیم کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاوّل یا جمادی الاولیٰ کی چھ تاریخ کو نکلے، مدینہ میں ابن ام مکتوم کو حاکم مقرر کیا، تین سو صحابہ ہمرکاب تھے بُحران پہنچے تو دیکھا کہ بنو سلیم ادھر ادھر منتشر ہو گئے ہیں۔ اس طرح وہ ویران اور تباہ و برباد ہوئے، انہی بنو سلیم کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (الحشر، ۱۵)	ان لوگوں کی سی مثال ہے جو اُن سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں۔ جو دنیا میں بھی اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں اور (آخرت میں بھی) ان کے لیے دردناک عذاب (ہونے والا) ہے (بیان القرآن)

فُرُع، فا اور را کے ضمہ کے ساتھ اور کبھی را کو ساکن بھی پڑھا جاتا ہے، حرمین شریفین کے مابین، مدینہ سے چار مرحلے پر ایک جگہ۔ بُحران، با کے ضمہ کے ساتھ اور فتحہ بھی پڑھا جاتا ہے اور حاء مہملہ کے سکون کے ساتھ پھر را، پھر الف، پھر نون۔ بنی سلیم، بصیغۂ تصغیر۔

غزوۂ قینقاع[1]

(۳) اسی سال جمادی الاولیٰ میں۔ اور بقول بعض کے شوال ۲ھ میں کہا گیا ہے کہ یہی زیادہ راجح ہے۔ غزوۂ قینقاع ہوا، بنو قینقاع، یہودیوں کی ایک جماعت کا نام ہے جو عبداللہ بن سلام کی قوم تھی۔ یہودیوں میں سے عہد شکنی سب سے پہلے انہوں نے ہی کی تھی۔ جب انہوں نے خیانت اور عہد شکنی کی تو رسول اللہ علیہ وسلم نصف جمادی الاولیٰ۔ یا شوال۔ کو بروز ہفتہ ان کی طرف نکلے، مدینہ میں ابولبابہ بن منذر کو جن کا نام بشیر یا رفاعہ ہے، اپنا قائم مقام بنایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کیا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ بعد ازاں منافقوں میں سے عبداللہ بن ابی ابن سلول نے اور مسلمانوں میں سے عبادہ بنو صامت نے ان کی سفارش کی، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلاوطنی کا حکم دیا۔ اور ان کے اموال ضبط کر لیے۔ مگر انہیں قتل سے معاف رکھا۔

غزوۂ اُحد

(۴) اسی سال شوال ۳ھ میں غزوۂ اُحد ہوا، جو تمام غزوات میں سب سے زیادہ دشوار ثابت ہوا۔ جمہور اس پر متفق ہیں کہ غزوۂ اُحد، شوال ۳ھ میں ہوا تھا، مگر تاریخ میں اختلاف ہے، صحیح تر اور مشہور تر قول یہ ہے بروز ہفتہ نصف شوال کو ہوا، بعض نے ۷، بعض نے ۱۱، اور بعض نے ۸ رشوال بتائی ہے، ایک شاذ قول یہ ہے کہ غزوۂ اُحد ۴ھ میں ہوا۔

اُحد: مدینہ طیبہ کے قریب مشہور پہاڑ ہے، اس کے اوّل حصہ کے درمیان اور باب بقیع کے درمیان دو میل اور ½ میل سے ذرا سا زیادہ فاصلہ ہے، جیسا کہ سید

---

[1] حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”مراد ان سے یہود بنی قینقاع ہیں۔“

سمہودی نے تحریر کیا ہے، لہٰذا قسطلانی نے مواہب میں مدینہ سے جو ایک فرسخ (تین میل) لکھا ہے۔ اس میں کسر کو پورا میل شمار کر لیا گیا، اور دیگر حضرات نے مدینہ سے جو دو میل لکھا ہے۔ انہوں نے کسر کو بالکلیہ ساقط کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے غزوۂ احد کی طرف ایک ہزار اشخاص کی معیت میں نکلے، راستے ہی سے عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین تین سو منافقوں کو لیکر واپس لوٹ آیا، سات سو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے۔ پورے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور ایک ابو بردہؓ کے پاس۔ باقی سب حضرات پا پیادہ تھے، ادھر مشرکوں کی تعداد تین ہزار تھی، جن میں سات سو زرہ بند تھے، ان کے پاس دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے، اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنا قائم مقام ابن ام مکتوم کو بنایا تھا۔

غزوۂ حمرأ الاسد[۱]

(۵) اسی سال، شوال ہی میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ اُحد کے ایک دن بعد اتوار ۱۶ شوال کو غزوۂ حمرأ الاسد کے لیے تشریف لے گئے، یہ مشہور قول ہے، بعض نے اس کی تاریخ ۹ شوال وغیرہ بتائی ہے۔ یہ اختلاف غزوۂ اُحد کی تاریخ میں اختلاف پر مبنی ہے

حمرا الاسد، مدینہ سے آٹھ میل پر ایک جگہ ہے، ذوالحلیفہ کو جائیے تو بائیں ہاتھ آئے گی۔

جنگ اُحد سے واپس ہوتے ہوئے ابوسفیان اور کفار قریش یہاں دوبارہ جمع ہو گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین سو ساٹھ صحابہ کو لے کر مقابلہ کے لیے نکلے، مگر اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان اور اس کے لشکر کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور مکہ جا کر دم لیا، اس لیے مقابلہ نہیں ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تین دن قیام فرما کر مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔

فصل ۴ھ کے غزوات

غزوۂ بنو نضیر[۱۲]

(۱) اس سال ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی نضیر کیا، شامی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ یہی صحیح قول ہے اور کہا گیا ہے کہ غزوۂ بنی نضیر ۲ھ میں غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد ہوا۔

بنو نضیر: یہود کا بہت بڑا قبیلہ تھا، ان کی آبادی مسجد قبا رسے ورے عوالی کیطرف مدینہ سے چھ میل پر تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن تک یا اس سے زیادہ دنوں تک ان کا محاصرہ کیے رکھا، تا آنکہ وہ جلا وطنی پر راضی ہو گئے۔ ان دنوں مدینہ کے عامل ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے۔

غزوۂ بدر صغریٰ[۱۴]

(۲) اسی سال شعبان میں۔ اور بقول بعض یکم ذی القعدہ کو۔ غزوۂ بدر موعد کے لیے تشریف لے گئے، اس کو بدر میعاد، بدر صغریٰ، بدر ثالثہ اور بدر اخیرہ بھی کہا جاتا ہے، اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو سفیان اور دیگر قریش مکہ کے مقابلہ میں نکلے تھے، کیونکہ یہ لوگ غزوۂ اُحد سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کر گئے تھے کہ آئندہ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا مقام بدر اور الصفراء میں پھر مقابلہ ہوگا۔ اسی مناسبت سے اس غزوہ کو غزوۂ بدر موعد (وعدے کا مقابلہ) کہا جاتا ہے۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہؓ کو مدینہ میں جانشین بنایا، اور خود بنفس نفیس پندرہ سو صحابہ کی معیت میں نکلے، لشکر میں دس گھوڑے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر اور الصفراء سے آگے مجنّہ پہنچ گئے۔

مَجَنَّۃ، میم کے فتح کے ساتھ کبھی کسرہ بھی پڑھا جاتا ہے۔ اور جیم کی زبر اور نون کی تشدید کے ساتھ۔ مکّہ و مدینہ کے مابین عرب کا مشہور بازار تھا، مکہ سے دو مرحلوں پر۔

ادھر مشرکین ابوسفیان اور اس کے رفقا مکہ سے نکل کر مرّالظہران تک پہنچے۔ یہ مکّہ سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر مکہ و عسفان کے درمیان ایک جگہ تھی، مگر اللہ تعالےٰ نے مشرکوں کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ وہیں سے لوٹ گئے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے صحابہ کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

فصل: ۵ھ کے غزوات

غزوۂ دومۃ الجندل ۵ھ

(۱) اس سال غزوۂ دومۃ الجندل ہوا، **دومۃ الجندل**، دال مہملہ کے ضمہ کے ساتھ۔ فتحہ بھی جائز ہے۔ اور واؤ ساکنہ کے ساتھ۔ شام کے قریب ایک شہر ہے، مدینہ سے پندرہ سولہ دن کی مسافت پر اور دمشق سے پانچ دن کے فاصلہ پر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار افراد کی معیت میں ۲۵ ربیع الاوّل کو روانہ ہوئے اور سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں جانشین بنایا۔ ان کا ذکر غزوۂ قرقرۃ الکدر کے ذیل میں آچکا ہے۔ وہیں ان کے نام کا ضبط بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مشرکین اونٹ، بکریاں چھوڑ کر بھاگ نکلے، آپؐ نے ان کو غنیمت بنایا اور اپنے رفقاء پر تقسیم کر دیا، ۲۰ ربیع الثانی کو مدینہ واپسی ہوئی، مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔

غزوۂ بنو مصطلق ۵ھ

(۲) اسی سال شعبان میں، صحیح قول کے مطابق، غزوۂ خندق سے پہلے، غزوۂ بنی المصطلق ہوا جسے غزوۂ مریسیع بھی کہا جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کیلئے

۲؍شعبان ۵ھ کو سات سو صحابہ کی معیت میں روانہ ہوئے۔ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما بھی ہمراہ تھیں، مدینہ میں زید بن حارثہ کو اور بقول بعض ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہم کو خلیفہ بنایا۔ مشرکوں کو شکست ہوئی، ان کے دس افراد قتل اور سات سو یا اس سے زیادہ قید ہوئے۔ آپؐ نے ان کے مویشیوں اور بکریوں پر قبضہ کیا۔ اور عورتوں اور بچوں کو قید کیا، انہی قیدیوں میں حارث بن ابی ضرار المصطلقی کی صاحبزادی حضرت جویریہ بھی تھیں، مسلمانوں کا صرف ایک آدمی شہید ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ۲۸ دن بعد یکم رمضان کو واپس مدینہ پہنچے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ غزوہ شعبان ۶ھ میں ہوا۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ اور وہ جو صحیح بخاری میں ہے کہ ۴ھ میں ہوا۔ یہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے اسی لیے علماء نے کہا ہے یہ سبقتِ قلم ہے۔

بنوالمصطلق، بکسر لام، یہ قبیلۂ خزاعہ کی ایک شاخ تھی، قدید کے قریب، فرع کی ایک جانب مکہ و مدینہ کے درمیان ان کی رہائش تھی ان کی آبادی اور فرع کے درمیان ایک دن کی مسافت تھی۔

مُرَیسِیع، ان کے کنویں کا نام تھا، یہ غزوہ کبھی قبیلہ کی طرف اور کبھی ان کے کنویں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، فرع کی تفسیر و ضبط ۳ھ کے غزوات کے ذیل میں غزوۃ الفرع کے ضمن میں دیکھیے۔

غزوۂ خندق ۵ھ

(۲) اسی سال شوال میں۔ اور بقول بعض ذی القعدہ میں۔ غزوہ خندق ہوا، جسے غزوۂ احزاب کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ غزوہ خندق ۴ھ میں ہوا۔ شامی فرماتے ہیں، "اس کا ۵ھ میں ہونا ہی زیادہ صحیح اور معتمد ہے، بلکہ یہی قطعی ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۸؍شوال یا ذی قعدہ کو خندق کی طرف روانہ ہوئے، اس غزوہ میں مسلمان تین ہزار کی تعداد میں تھے، اور مشرکین دس ہزار یا بارہ ہزار اور ایک قول کے مطابق پندرہ ہزار

تھے۔ جو قریش، غطفان، قریظہ، نضیر اور دیگر تمام قبائل سے جمع ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں جانشین بنایا۔ اس غزوہ میں مندرجہ ذیل چھ مسلمان شہید ہوئے۔

١۔ سعد بن معاذ الاوسی
٢۔ اوس بن اوس الاوسی
٣۔ عبداللہ بن سہل الاوسی
٤۔ طفیل بن نعمان السلمی
٥۔ ثعلبہ بن عنمہ السلمی
٦۔ کعب بن زید النجاری رضی اللہ عنہم

اور چار مشرک قتل ہوئے۔

١۔ عمرو بن عبد وُد
٢۔ اس کا بیٹا حسل بن عمرو
٣۔ نوفل بن عبداللہ المخزومی۔ ٤۔ نبیہ بن عثمان بن السباق بن عبد الدار

غزوہ بنی قریظہ [١٨]

(٤) اسی سال، غزوۂ خندق کے فوراً بعد، غزوۂ بنی قریظہ ہوا۔ بنو قریظہ یہودی تھے، جو مدینہ کے قریب آباد تھے، انہوں نے بدعہدی کی تھی اور حلف و پیمان توڑ ڈالا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ٢٣، ذی القعدہ بروز بدھ ان کی طرف روانہ ہوئے، اور اسی دن غزوۂ خندق سے تشریف لائے تھے، غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ کے مابین بس اتنا فاصلہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہتھیار اتارے اور سفر کے گرد و غبار کی خاطر غسل فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تھی کہ اتنے میں جبریل علیہ السلام تشریف لائے، اور عرض کیا: "آپ نے ہتھیار اتار دیئے، واللہ ہم نے

ابھی تک نہیں اُتارے، ہمیں اور آپؐ کو بنو قریظہ سے قتال کا حکم ہوا ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کردے:

اَلَا لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُکُمُ	خبردار! کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے، مگر
الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ	بنی قریظہ پہنچکر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے چلے، اور ابن ام مکتومؓ کو مدینہ میں قائم مقام مقرر کیا۔ لشکر میں چھتیس گھوڑے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس دن تک یا اس سے کم ان کا محاصرہ کیے رکھا، وہ محاصرہ سے تنگ آ گئے تو انہوں نے سعد بن معاذ کے فیصلہ پر اترنا منظور کیا۔ جاہلیت میں سعد بن معاذؓ سے ان کی دوستی اور دفاعی معاہدہ رہا تھا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا کہ ان کے لڑاکے قتل اور بیوی بچے قید کیے جائیں، چنانچہ آپؐ نے ان کے لڑنے والوں کے قتل کا حکم دیا، جو آٹھ نوسو کے درمیان تھے، اور ان کی عورتوں اور بچوں کو حراست میں لیا اور ۷، یا ۵ ذی الحجہ کو مدینہ واپسی ہوئی، ان سے حاصل شدہ مال غنیمت کا خمس نکال کر باقی ۴/۵ مسلمانوں میں تقسیم فرمایا۔ اس کی تفصیل یہ ہے: پندرہ سو تلواریں، تین سو نیزے، پانچ سو کمانیں اور ڈھالیں اور بہت سے مویشی۔ چونکہ غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنو قریظہ ساتھ ساتھ ہوتے تھے اس لیے بعض نے ان کو ایک ہی شمار کیا۔ اور ایک کے واقعات کو دوسرے میں ذکر کر دیا۔ فتدبر۔

فصل: ۶ھ کے غزوات

غزوۂ بنو لحیان[۱۹]

(۱) اس سال ربیع الاوّل میں غزوۂ بنی لحیان ہوا، بنو لحیان، بکسر لام بن ہذیل بن مدرکہ عسفان کی جانب آباد تھے اور یہ جگہ مکہ و مدینہ کے درمیان، مکہ سے دو مرحلوں پر واقع ہے، بقول بعض یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا اور بقول بعض ۴ھ میں، مگر صحیح یہ ہے کہ ۶ھ

میں ہوا۔ اس میں اختلاف ہے کہ کس مہینے میں ہوا، بعض نے ربیع الاوّل کہا ہے، بعض نے جمادی الاولیٰ اور بعض نے رجب۔ آخری قول کو صحیح کہا گیا ہے۔

بنولحیان نے بیر معونہ میں آپؐ کے ستر قرار صحابہ کو شہید کر دیا تھا، آپؐ ان کا انتقام لینے کے لیے دو سو صحابہ کے ساتھ نکلے، ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں قائم مقام بنایا، لشکر میں بیس گھوڑے تھے، بنولحیان اطلاع پاکر پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلے اور آپؐ مدینہ واپس آگئے، لڑائی نہیں ہوئی۔

غزوۂ حدیبیہ ۶ھ

(۲) اسی سال غزوۂ حدیبیہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، پیر کے دن یکم ذی قعدہ کو چودہ سو یا پندرہ سو افراد کی معیت میں روانہ ہوئے۔ مدینہ میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اور بقول بعض نُمیلہ بن عبد اللہ اللیثی کو جانشین بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا، مگر کفّار کی ہٹ دھری کی بنا پر اس سال عمرہ ادا نہ کر سکے بلکہ اگلے سال اس کی قضا کی۔ اس غزوہ میں جنگ نہیں ہوئی بلکہ صلح ہو گئی۔ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام بائیس دن رہا، اور ذی الحجہ میں مدینہ واپسی ہوئی۔

حُدیبیہ: ایک چھوٹی سی بستی کا نام تھا جو مکہ مکرمہ سے بارہ میل مغربی جانب، مکہ اور جدّہ کے درمیان واقع تھی۔ دراصل یہاں حدیبیہ نامی ایک کنواں تھا۔ اسی کے نام سے یہ بستی موسوم تھی، اب یہ کنواں بیر شُمیس کہلاتا ہے۔

غزوۂ ذی قرد ۶ھ

(۳) اسی سال غزوۂ حدیبیہ کے بعد اور غزوۂ خیبر سے پہلے ذی الحجہ میں غزوۂ ذی قرد، ہوا، جسے غزوۃ الغابہ بھی کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ بن حصن نے چالیس سواروں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو ...... مدینہ میں جانشین بنایا اور تین سو افراد کو مدینہ کے پہرے پر مقرر کیا اور خود پانچ سو اور بقول بعض سات سو غازیوں کو لے کر ان کے تعاقب میں نکلے، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تن تنہا پا پیادہ تمام مسلمانوں سے آگے نکل گئے۔ مشرکوں پر تیر اندازی کرتے ہوئے انہوں نے تمام اُونٹ واگذار کرائے اور دشمن کے ہاتھ سے تیس چادریں، تیس نیزے اور تیس ڈھالیں بھی چھین لیں، اور اپنے تیروں سے کئی کافروں کو جہنم رسید بھی کیا، یہ تنہا اونٹوں کو واپس لا رہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ پہنچ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں سے مدینہ واپس آگئے۔

ذو قَرَد: علاقہ غطفان سے متصل، خیبر کے راستہ میں، مدینہ سے ایک برید کے فاصلے پر ایک کنواں تھا۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے واپس ہو کر مدینہ میں صرف تین دن ٹھہرے، اور پھر غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے گئے"۔ اس روایت میں تصریح ہے کہ غزوہ ذی قرد غزوہ حدیبیہ کے بعد ہوا تھا، مگر بعض نے کہا ہے کہ غزوۂ ذی قرد ربیع الاوّل یا جمادی الاولیٰ یا شعبان ۶ھ میں حدیبیہ سے پہلے ہوا لیکن بخاری کی روایت زیادہ صحیح ہے، اور بعض حضرات نے ان دونوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ غزوۂ ذی قرد دو مرتبہ ہوا۔

فصل ۷ھ کے غزوات

غزوۂ خیبر[٢٢]

(۱) اس سال محرم میں غزوۂ خیبر ہوا، خیبر: مدینہ سے آٹھ دن کی مسافت پر، ملک شام کی جانب ایک شہر ہے، جس میں کئی قلعے تھے اور یہاں یہود آباد تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کا لشکر تھا، امّ المومنین امّ سلمہ رضی اللہ

عنہا بھی ہمرکاب تھیں، سباع بن عرفطہ صحابی کو، جن کا ذکر غزوہ قرقرۃ الکدر کے ضمن میں پہلے آچکا ہے، مدینہ میں قائم مقام مقرر کیا، دس سے زیادہ دن آپؐ نے ان کا محاصرہ کیے رکھا، اور صفر کے مہینے میں خیبر فتح ہوا۔

غزوۂ وادی القریٰ[۲۳]

(۲) اسی سال آخر صفر میں غزوہ وادی القریٰ ہوا۔ وادی القریٰ، خیبر اور مدینہ کے درمیان شام سے آنے والے حاجیوں کے راستہ پر ایک موضع تھا یہاں یہود کی آبادی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر سے واپسی میں یہاں پہنچے تو ان سے ٹھن گئی، چار دن کے محاصرے کے بعد آپؐ نے اسے فتح کرلیا، بہت سا سامان اور مال و متاع بطورِ غنیمت حاصل ہوا۔

غزوۂ ذات الرقاع[۲۴]

(۳) اسی سال ربیع الاوّل میں غزوۂ ذات الرِقاع ہوا، امام بخاریؒ اپنی الجامع الصحیح (صحیح بخاری) میں فرماتے ہیں، "ذات الرِقاع، خیبر کے بعد ہوا، کیونکہ ابو موسیٰ اشعریؓ ذات الرِقاع میں شریک تھے، جب کہ ان کا اسلام اور ان کی حاضری خیبر میں ہوئی۔" اس بنا پر غزوۂ ذات الرقاع سنہ ۷ھ میں ہوا، مگر بعض کا قول ہے کہ یہ غزوہ بنی نضیر کے بعد اور غزوۂ بدر صغریٰ سے پہلے سنہ ۴ھ میں ہوا، اور بعض نے سنہ ۵ھ میں اور صاحب روضۃ الاحباب نے سنہ ۶ھ میں بتایا ہے، مگر "صحیح" کی بات زیادہ صحیح ہے۔

یہ غزوہ، نجد کے علاقے میں بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے مقابلہ میں تھا، اس لیے اس کو غزوۂ بنو محارب اور غزوۂ بنو ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے، نیز یہ غزوۂ صلوٰۃ الخوف بھی کہلاتا ہے کیونکہ نماز خوف اسی غزوہ میں شروع ہوئی اور اسے غزوۃ الاعاجیب بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں عجیب وغریب امور پیش آئے، گویا اس کے نام پانچ ہوئے۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ ربیع الاوّل ہفتہ کی رات کو ذات الرقاع کے لیے روانہ ہوئے۔ چار سو یا سات سو یا آٹھ سو صحابہ ساتھ تھے، اور مدینہ میں، اکثر کے قول کے مطابق حضرت عثمان بن عفان ذی النورین رضی اللہ عنہ کو جانشین بنایا۔ اور بقول بعض ابوذر رضی اللہ عنہ کو، مگر یہ قول ضعیف ہے۔ بنو محارب اور بنو ثعلبہ مقابلے پر نہیں آئے، بلکہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے، البتہ مسلمانوں کو دشمن سے اندیشہ تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ خوف پڑھائی، اور یہ عصر کی نماز تھی، اور بعض کا قول ہے کہ سب سے پہلی نمازِ خوف ۶ھ میں علاقہ عسفان میں ہوئی۔ تیسرے باب میں ۶ھ کے واقعات میں اس کا بیان ہوگا۔

فصل ۸ھ کے غزوات

فتح مکہ[۲۵]

(۱) اس سال رمضان میں غزوۃ الفتح ہوا۔ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریش کا معاہدۂ امن ہوا تھا جس میں بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیف تھے، مگر قریش اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور انہوں نے معاہدہ حدیبیہ کے بائیس مہینے بعد، شعبان ۸ھ میں۔ اور بقول بعض اس سے قبل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلفاء بنو خزاعہ پر فوج کشی کر کے اس معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اور بقول بعض ابورہم کلثوم بن حصین کو مدینہ میں قائم مقام بنایا۔ بعض نے دوسرے قول کو صحیح قرار دیا ہے، اور دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ ابورہم رضی اللہ عنہ کو حکومت کی اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کی خدمت سپرد کی گئی۔

یہ غزوہ، غزوۂ فتح مکہ ہے، یہ ایسی عظیم الشان فتح تھی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے اپنے دین کو سربلند اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرفراز فرمایا، اس کے بعد سرزمین حجاز سے کفر کا خاتمہ ہوگیا، یہ غزوہ بالاتفاق رمضان ۸ھ میں ہوا، مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی ۱۰ رمضان کو بدھ کے دن عصر کے بعد ہوئی، اور بقول بعض ۲ رمضان کو۔ اس غزوہ کی تاریخ میں تین قول ہیں: ۱۷، ۱۹، اور ۲۰ رمضان۔ اس میں اختلاف ہے کہ فتح مکہ کس دن ہوئی، زرقانی شرح المواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں "معروف یہ ہے کہ جمعہ کا دن تھا"۔

غزوۂ حنین[۲۶]

(۲) اسی سال ۶ شوال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے غزوۂ حنین کے لیے تشریف لے گئے۔ اسی کو غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس جنگ میں بنو ہوازن ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ پر آئے تھے، آپؐ ۱۰ شوال، منگل کی شام کو حنین پہنچے، آپؐ کے ہمراہ بارہ ہزار کا لشکر تھا، دس ہزار جو مدینے سے آئے تھے، اور دو ہزار مکہ کے نومسلم جو طلقاء کہلاتے تھے: کیوں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا:

اِذْهَبُوْا فَانتم الطُّلَقَآءُ جاؤ! تم آزاد ہو۔

آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وسلم نے مکہ کا عامل (گورنر) حضرت عتّاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

حنین: مکہ سے گیارہ بارہ میل مشرقی جانب، مکہ و طائف کے درمیان ایک وادی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں آپ کو فتح دی اور بھاری مقدار میں مال غنیمت ہاتھ آیا۔

اس سال غزوۂ حنین میں مسلمانوں کے چار آدمی شہید اور کافروں کے ستر آدمی داصلِ جہنم ہوئے۔

غزوہ طائف ۸ھ

(۴) اسی سال، اواخر شوال میں، جب آپ جنگِ حنین سے فارغ ہوئے تو مالِ غنیمت کو تقسیم کیے بغیر جعرانہ چھوڑ کر، غزوۂ طائف کے لیے روانہ ہوئے۔

طائف: مکہ سے مشرقی جانب، دو تین مرحلے پر ایک مشہور شہر ہے، یہاں انگور کھجور اور دوسرے پھل اور میوے بکثرت ہوتے ہیں، ربیع، خریف، سرما، گرما چاروں موسموں کے پھل ایک ہی دن یہاں ملیں گے۔ یہاں ثقیف آباد تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے زیادہ دن اور بقول بعض چالیس دن طائف کا محاصرہ کیے رکھا، اور منجنیق نصب کی، اس سے پہلے کسی غزوہ میں منجنیق نصب نہیں کی گئی تھی۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی منجنیق تھی جس سے گولہ باری کی گئی، بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم فتح دی اور ان کا قلعہ فتح کیا[1]۔

اس سال غزوۂ طائف میں بارہ مسلمان شہید ہوئے، جن میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن ابی اُمیّہ تھے، جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، اور سعید بن العاص الاموی وغیرہ۔ اور بہت سے کافر قتل ہوئے۔

اس سال غزوۂ طائف ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ کو شدید زخم آیا، جو اگرچہ ٹھیک ہوگیا، اور وہ مدت تک زندہ رہے۔ مگر ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وہ زخم پھر بہ نکلا، جس سے وہ جاں بحق ہوئے۔

---

[1] اس موقع پر یہ قلعہ فتح نہیں ہوا تھا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً بیس دن کے بعد محاصرہ اُٹھالیا، اور واپس جعرانہ تشریف لائے۔ بعد میں ثقیف مسلمان ہو کر وہیں حاضر خدمت ہوئے۔ مترجم

غزوۂ طائف نیز غزوۂ فتح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ حضرت اُم سلمہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما تھیں۔

فصل: ۹ھ کے غزوات

غزوۂ تبوک ۹ھ

(۱) اس سال رجب میں غزوۂ تبوک ہوا، جسے غزوۃ العسرۃ، ساعۃ العسرۃ اور الفاضحہ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس غزوہ کے سلسلہ میں جو آیات نازل ہوئیں ان سے منافقین کی قلعی کھل گئی تھی، یہ سب سے آخری غزوہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے۔

تبوک: مدینہ سے شام کی جانب ایک جگہ ہے، مدینہ سے اس کا فاصلہ چودہ مرحلے اور دمشق سے گیارہ مرحلے ہے، غزوۂ تبوک کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روانگی جمعرات کو ہوئی، شامی لکھتے ہیں:

"یہ غزوہ رجب ۹ھ میں اور بالاتفاق حجۃ الوداع سے پہلے ہوا، صحیح بخاری میں اسے حجۃ الوداع کے بعد ذکر کیا گیا ہے یہ ناسخین کا سہو قلم ہے، اور حضرت ابن عباسؓ سے جو مروی ہے کہ وہ طائف سے چھ مہینے بعد ہوا یہ اس قول کے کہ رجب میں ہوا، منافی نہیں، جب کہ کسر کو حذف کر دیا جائے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم طائف سے واپس ہو کر ذی الحجہ میں مدینے پہنچے تھے[۱۱]"

غزوۂ تبوک نہایت تنگی کے دور میں ہوا، شدید گرمی کا موسم تھا، تمام علاقوں میں

خشک سالی اور قحط تھا، کھجور کا پھل تیار تھا، لوگ سائے اور پھلوں میں رہنا چاہتے تھے۔ ادھر توشۂ سفر کی قلت، سواریوں کی کمی، دشمن کی قوّت و کثرت اور طویل بیابانی مسافت کیونکہ چودہ مرحلے صرف جانے کا سفر تھا اور اتنا ہی آنے کا۔ اور یہ جگہ چالیس میل کے صحرائے شام میں واقع تھی، جس میں نہ درخت، نہ سایہ، نہ پانی۔

ان حالات میں مسلمانوں کے لیے یہ سفر بے حد تکلیف دِہ تھا، اور سفر کے لیے طبیعت آمادہ نہیں تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دل مضبوط کر دیئے، چنانچہ جو جا سکتے تھے ان میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پیچھے نہیں رہا۔ سوائے منافقوں کے، اور سوائے ان تین حضرات کے جن کا تذکرہ واقعات کے باب میں مفصّل آئے گا۔ البتّہ سات یا سات سے زیادہ ایسے لوگ ضرور رہ گئے تھے جنہیں سفر کی استطاعت نہیں تھی اور وہ وسائل سے محروم تھے، اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے اس ارشاد میں انہی کا ذکر فرمایا ہے۔

تَوَلَّوا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَنْ لَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ۔

(التوبہ: ۹۲)

وہ اس حالت میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، اس غم میں کہ (افسوس) انہیں خرچ کرنے کو کچھ بھی میسّر نہیں (بیان القرآن، تیغیر یسیر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اس غزوہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد تیس ہزار تھی، اور ایک قول کے مطابق ستّر ہزار۔ دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ تیس ہزار اصول و اکابر ہوں گے، اور ستر ہزار خدام اور اتباع کے سمیت غزوۂ تبوک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدینہ واپسی اسی سال شعبان یا رمضان میں ہوئی۔

باب دوم
ان سرایا وبعوث میں جو آنحضرت صلّی اللہ عَلیہِ وسلّم نے بعد از ہجرت روانہ فرمائے

یہاں سرایا (سریہ کی جمع) اور بعوث (بعث کی جمع) سے مراد وہ لشکر ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود بنفس نفیس تشریف نہیں لے گئے، بلکہ اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو امیر بنا کر بھیجا۔

سریّہ اور بعث میں اصل لغت کے لحاظ سے یہ فرق ہے کہ سریّہ اس چھوٹے لشکر کو کہتے ہیں جس میں کم از کم پانچ۔ یا بقول بعض سو۔ آدمی ہوں اور زیادہ سے زیادہ چار سو۔ یا بقول بعض پانچ سو۔ آدمی ہوں، اور بعث کسی لشکر کا وہ حصہ کہلاتا ہے جو اس سے جدا ہوا ہو۔ (یعنی لشکر میں سے کوئی دستہ کسی مہم پر بھیجا جائے)

ہم نے اس باب کو دس فصلوں پر تقسیم کیا ہے، اور کل سرایا جن کا ذکر آئے گا ان کی تعداد ستتر[1] ہے۔

---

[1] حضرت مصنفؒ نے بعوث وسرایا کی تعداد ستتر[1] ذکر فرمائی ہے۔ اور ۹ھ کے آخر اور ۱۰ھ کے آغاز میں (ص ۶۵ اور ص ۶۶ پر) ایک ہی واقعہ ذکر کیا ہے یعنی حضرت مُعاذ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کو یمن کے والی بنا کر بھیجنا۔ غالباً اس واقعہ کو بعوث وسرایا میں شمار کرتے ہوئے مصنفؒ نے دونوں حضرات کے بھیجے جانے کا الگ الگ نمبر شمار کیا ہے ورنہ کُل تعداد ۷۵، یا ۷۶ بنتی ہے۔

فصل ۲ھ کے سرایا

۲ھ سے سرایا کا آغاز اس بنا پر کیا گیا کہ ہجرت کے پہلے سال کوئی سریہ نہیں بھیجا گیا، کیونکہ اس وقت تک جہاد وقتال کی اجازت نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ غزوات کے بیان میں گذرا۔

(۱) **سریہ حمزہؓ بن عبدالمطلب**۔ اس سال ربیع الاول، یا ربیع الثانی یا رمضان ۲ھ میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ سریہ بھیجا گیا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا سریہ تھا، اور اسلامی تاریخ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہیں امیر لشکر بننے کا شرف حاصل ہوا، ابوجہل لعین کے ماتحت کفار قریش کا ایک قافلہ ملک شام سے مکہ جا رہا تھا اس کے تعرض کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کو تیس مہاجرین کے ساتھ عیص کے علاقے میں ساحل سمندر کی طرف روانہ فرمایا اور حضرت حمزہؓ نے سفید جھنڈا اٹھایا، یہ سب سے پہلا اسلامی پرچم تھا، اس سریہ میں مقابلہ نہیں ہوا، صحیح وسالم مدینہ واپس آگئے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ سریہ "غزوہ ابوا" سے پہلے تھا یا اس کے بعد اور "غزوہ بواط" سے پہلے؟

عیص: بکسر عین وسکون یا جہینہ کے علاقے میں ایک جگہ کا نام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر سے پہلے کسی انصاری کو سریہ میں نہیں بھیجا، "غزوہ بدر" میں ان کی صداقت وشجاعت کا علم ہوا تو انہیں بھیجنا شروع کیا۔

② سریہ عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب بن مناف القرشی المطلبی رضی اللہ عنہ
اسی سال ربیع الاوّل میں اور بقول بعض شوال میں ـــــ حضرت عبیدہؓ کو ساٹھ یا اسی مہاجرین کے ساتھ "بطن رابغ" کی طرف بھیجا، انہیں قریش کے ایک قافلے سے تعرض کرنا تھا جو ابوسفیان بن حرب کی زیر کمان تھا اور جس میں عکرمہ بن ابی جہل بھی تھا۔ یہ سریہ بغیر مقابلہ کے واپس آیا، البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر پھینکا، اور یہ سب سے پہلا تیر تھا جو اسلامی تاریخ میں پھینکا گیا۔

رابغ: بکسر با۔ مکہ و مدینہ کے درمیان، جحفہ کے قریب ایک بستی ہے، جو جحفہ کی بہ نسبت مدینہ سے سات آٹھ میل قریب ہے، اسے رابق۔ قاف کے ساتھ بھی کہا جاتا ہے۔

جُحفہ: جیم کے پیش اور حا کے سکون کے ساتھ۔ مدینہ سے پانچ مرحلوں پر ایک جگہ ہے۔

③ سریہ سعد بن ابی وقاصؓ: اسی سال ذیقعدہ میں۔ غزوۂ بدر کبریٰ کے بعد خرار کی طرف یہ سریہ بھیجا گیا۔ خرار، خا کا فتحہ، پہلی را مشدد، اور دونوں را کے درمیان الف۔ جُحفہ کے قریب حجاز کی ایک وادی کا نام ہے۔ حضرت سعدؓ کے ماتحت مہاجرین کے بیس یا آٹھ سوار تھے، انہیں بھی قریش کے ایک قافلے سے تعرض کرنا تھا مگر معلوم ہوا کہ قافلہ کل جا چکا ہے، اس لیے واپس آگئے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ تینوں سریے یعنی سریۂ حمزہ، سریۂ عبیدہ اور سریۂ سعد ہجرت کے پہلے سال بھیجے گئے اسی بنا پر میں نے سریۂ سعد کو سریۂ محمد بن مسلمہ سے پہلے ذکر کیا ہے، اگرچہ مشہور ترتیب اس کے برعکس تھی۔ لیکن راجح یہ ہے کہ یہ تینوں سرایا بھی ۲ھ میں ہوئے، جیسا کہ سریۂ محمد بن مسلمہ اور اس کے بعد کے چار سرایا ۲ھ میں ہوئے کیونکہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جہاد کی اجازت ۲ھ میں نازل ہوئی۔ فتدبرہ۔

④ **سَریّہ محمد بن مسلمہ** : اسی سال ربیع الاوّل میں "غزوۂ ابوا" اور "غزوۂ عشیرہ" کے درمیان محمد بن مسلمہ صحابی رضی اللہ عنہ کا سریّہ کعب بن اشرف یہودی کی طرف بھیجا گیا۔ یہ بنی نضیر کا ایک فرد تھا، اور بعض کہتے ہیں کہ خود اس کا تعلق تو بنی طَی سے تھا، مگر اس کی ماں بنی نضیر سے تھی، یہ خبیث شاعر تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دیتا۔ آپؐ کے اور آپؐ کے صحابہؓ کے حق میں ناشائستہ الفاظ بکتا اور کفار کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتا تھا۔ محمد بن مسلمہؓ اپنے چار رفقاء کے ہمراہ اس کے پاس پہنچے، اپنے ساتھیوں کو بستی کے ایک طرف بٹھادیا، اور خود تنہا اس کے قلعے میں گئے، اور اس کو چاندنی رات میں اس وقت قتل کیا جبکہ وہ خوابِ خرگوش میں مست تھا، یہ ربیع الاوّل ۲ھ کی چودھویں رات تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس شاندار کارنامے پر محمدؓ بن مسلمہؓ کی تعریف فرمائی۔

⑤ **سَریّہ زید بن حارثہؓ** : اسی سال جمادی الاخریٰ کے اوائل میں سریّہ کعب ابن اشرف کے بعد، اور بقولِ بعض اس سے پہلے۔ غزوۂ بدر اولیٰ اور غزوۂ بدر کبریٰ کے مابین، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کا سریّہ قردہ کی طرف بھیجا گیا۔

قردہ : بفتح قاف وسکون راء، بروزن سجدہ۔ نجد کے ایک کنویں کا نام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سو سواروں کی معیت میں قریش کے ایک تجارتی قافلے کے تعاقب کے لیے بھیجا، چنانچہ قافلہ پر دسترس حاصل ہوئی، بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا اور آپؐ نے تقسیم کیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے دس سرایا میں سے یہ پہلا سریّہ تھا۔

⑥ **سَریّہ عبداللہ بن جحشؓ** : اسی سال جمادی الاخریٰ کے اواخر میں، غزوۂ بدر

صغریٰ اور غزوۂ بدر کبریٰ کے مابین ہی ہجرت سے سولہ مہینے بعد[1]، عبداللہ بن جحش بن ریاب کا سریّہ بھیجا گیا، یہ عبداللہ بصیغۂ تکبیر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اُمیمہ کے صاحبزادے اور ام المومنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آٹھ۔ اور بقول بعض بارہ۔ مہاجرین کی معیت میں "بطن نخلہ" بھیجا۔ بطن نخلہ: مکہ سے ایک دن کی مسافت پر مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ وہاں مسلمانوں کا کفار سے مقابلہ ہوا، اور مقابلہ کی تاریخ میں التباس ہوا کہ جمادی الاخریٰ کی آخری تاریخ ہے یا رجب کی پہلی؛ بہرحال لڑائی میں مسلمانوں کو فتح ہوئی، اور کافروں سے مالِ غنیمت ہاتھ آیا، حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ (خمس)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نکال کر باقی اپنے رفقاء کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اسلام میں یہ پہلا خمس نکالا گیا۔ خمس کا حکم ابھی تک نازل نہیں ہوا تھا، بعد میں حضرت عبداللہ بن جحش کے عمل کے مطابق نازل ہوا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرات سارا مالِ غنیمت مدینہ لائے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نخلہ کے مالِ غنیمت کی تقسیم کو موقوف رکھا، تا آنکہ غنیمتِ بدر کے ساتھ ملا کر اسے تقسیم کیا، اور ہر قوم کو ان کا حق دیا۔

(۷) **سریہ عُمیر بن عدیؓ**، اسی سال غزوۂ بدر کے بعد ۲۴ رمضان کو حضرت عُمیر بن عدی الخطمی رضی اللہ عنہ کو عصماء بنت مروان، زوجۂ یزید بن زید بن حصن الخطمی کے قتل کے لیے بھیجا، یہ بنو امیہ بن زید کے خاندان سے تھی۔ اور سب وشتم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیا کرتی تھی، اس کے لیے ہجویہ اشعار کہتی اور کافروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آمادۂ قتال کرتی تھی؛ چنانچہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے

---

[1] اصل عبارت یہ ہے: علیٰ رأس سبعة عشر شهراً من الهجرة ۱۲

باوجودیکہ آنکھوں سے معذور تھے، اسے موقع پاکر قتل کر دیا۔ اس کے صلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام "بصیر" یعنی بینا رکھا۔

(۸) سَرِیّہ سالم بن عمیرؓ: اسی سال شوال میں حضرت سالم بن عمیر بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔ ابوعفک عین مہملہ اور فا دونوں کے فتحہ کے ساتھ۔ ایک یہودی کی طرف بھیجا، یہ ایک سو بیس سال کا بڈھا یہودی بنو عمرو بن عوف کے خاندان سے تھا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا اور آپؐ کی شان میں ناشائستہ اشعار موزوں کرتا تھا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اس کو خفیۃً قتل کر دیا۔ اور سالمؓ صحیح سالم واپس آگئے۔ بعض لوگوں نے اس سریّہ کا ذکر مذکورہ بالا سریّہ قتلِ عصماءؔ سے قبل کیا ہے۔

فصل: ۳ھ کے سرایا

(۱) سریّہ ابی سلمہؓ: اس سال آغاز محرم میں غزوۂ بدر اور غزوۂ فرع کے مابین، ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد المخزومی رضی اللہ عنہ کا سریّہ قَطَن بھیجا گیا، قَطَن، قاف اور طاء کے فتحہ کے ساتھ، اور اس کے بعد نون ــــــ یہ بنو اسد کے پہاڑ یا کنوئیں کا نام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سو پچاس افراد کی معیت میں بھیجا، جن میں ایک صاحب جو قبیلۂ بنو طئی کے تھے، ان کی راہنمائی کر رہے تھے۔ ان حضرات کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا، حضرت ابو سلمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صَفِیّ[۱]

---

[۱] صَفِیّ کا معنی چُنا ہوا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ آپ مالِ غنیمت میں سے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اور خمس نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال اپنے رفقا پر تقسیم کر دیا، ہر ایک کے حصہ میں سات اُونٹ اور کچھ بکریاں آئیں۔

(۲) **سریّہ عبد اللہ بن اُنیس اسلمیؓ**: اسی سال محرّم میں حضرت عبد اللہ بن انیس الاسلمی رضی اللہ عنہ کو تن تنہا سفیان بن خالد بن نبیح ہذلی اور اس کے ساتھیوں کے مقابلہ میں بطن عُرنہ بھیجا۔

بطن عُرنہ: عین مہملہ کا ضمہ، را مہملہ کا فتحہ، اس کے بعد نون۔ یہ عرفات کے قریب ایک جگہ ہے، وہ اس مہم پر بروز پیر ۵ محرّم ۴ھ کو روانہ ہوئے، سفیان کو قتل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا سر پیش کر دیا۔ بروز ہفتہ ۲۲ محرّم کو ان کی واپسی ہوئی۔

(۳) **حادثہ رجیع اور سریّہ عاصمؓ**: اسی سال صفر میں "سریّہ رجیع" ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم بن ثابت بن ابی افلح کو دس صحابہ۔ رضی اللہ عنہم۔ کی معیت میں عضل (عین اور ضاد کے فتحہ کے ساتھ) اور قارہ کی طرف روانہ فرمایا، یہ الیاس بن مضر کی اولاد سے دو قبیلے تھے، جب یہ حضرات مقام رجیع پہنچے تو دو سو کافروں نے جو سب کے سب تیر اندازی میں مشّاق تھے، ان کو نرغے میں لے لیا، آٹھ وہیں شہید ہو گئے اور تین کو جن کے نام یہ ہیں: ۱ زید بن الدثِنہ ۔۔۔ ۲ خبیب بن عَدِیّ ۔۔۔ ۳ عبد اللہ بن طارق رضی اللہ عنہم، قید کر کے مکہ کی طرف چلے، جب مرّ الظہران پہنچے جو مکہ سے ایک مرحلہ پر ہے، تو عبد اللہ بن طارقؓ نے آگے چلنے سے انکار کر دیا، چنانچہ انھیں شہید کر ڈالا، رضی اللہ عنہ۔ اور خبیبؓ اور زیدؓ کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا، یہ مدّت

(بقیہ حاشیہ ۱)

کسی چیز کو اپنی ذات کے لیے منتخب فرمالیں، وہ چیز "صَفِیّ" کہلاتی تھی۔

تک مکہ میں قید رہے اور محرّم گذرنے کے بعد صفر ۴ھ میں ان دونوں کو ایک ہی دن شہید کر دیا گیا، رضی اللہ عنہما وعنہم اجمعین۔

رجیع: بفتح را بر وزن فعیل بنو ہذیل کے کنوئیں کا نام ہے جو مکہ اور عسفان کے درمیان حجاز کی جانب عسفان سے آٹھ میل پر واقع ہے، یہ حادثہ اس کے قریب پیش آیا تھا اس لیے اسی سے موسوم ہوا۔

فصل ۴ھ کے سرایا

① سریّہ منذر بن عمرو الساعدیؓ: اس سال صفر میں۔ غزوۂ حمراء الاسد اور غزوۂ بنی نضیر کے درمیان منذر بن عمرو الساعدی رضی اللہ عنہ کا سریّہ بیر معونہ بھیجا گیا۔ جو سریّۂ قرار کہلاتا ہے، یہ اصحاب صفّہ میں سے ستّر افراد کی جماعت تھی جو قرآن مجید کے قاری تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو رعل، ذکوان، عُصَیّہ اور بنو لحیان کو اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے بھیجا تھا، کافروں نے ان سب کو شہید کر ڈالا، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ البتہ صرف ایک صاحب حضرت عمرو بن اُمیّہ رضی اللہ عنہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور واپس آکر اپنے رفقاء کے قتل کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام ان کے شہید کیے جانے کی اطلاع ان کی شہادت کے دن ہی کر چکے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہؓ کو بھی اس خبر سے مطلع فرما دیا تھا، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ یہ خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار پر بے حد غضبناک ہوئے۔ اور ایک مہینہ تک نماز فجر میں "قنوت نازلہ" پڑھتے اور ان کے لیے بددعا فرماتے رہے۔

تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس سے منع فرمایا، اور اس سلسلہ میں یہ آیت نازل فرمائی ،

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ	آپؐ کو اس امر میں کچھ دخل نہیں (آپؐ
أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ	صبر کریں) تاآنکہ اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہو
فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ (آل عمران : ۱۲۸)	یا انہیں عذاب دے، کیونکہ وہ ظالم تو ہیں ہی۔

چنانچہ آپؐ نے قنوت ترک کر دی، جیساکہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

بیر مَعُونَہ : میم مفتوح، پھر عین مہملہ مضمومہ، پھر واو ساکنہ، پھر نون اور تائے تانیث۔ مکہ اور عسفان کے درمیان بنو ہذیل کی ایک جگہ کا نام ہے، حافظؒ نے فتح الباری میں اور ان کی موافقت میں شامی نے اپنی سیرت میں اسی طرح لکھا ہے، مگر ابن اسحٰق اپنی سیرت میں کہتے ہیں کہ "یہ سرزمین بنو عامر اور حرۂ بنی سلیم کے درمیان واقع ہے اور حرۂ بنی سلیم سے زیادہ قریب ہے" اور زرقانی شرح مواہب میں اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ "بظاہر ان دونوں اقوال کے درمیان منافات نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ موضع جو بنو ہذیل کی جانب منسوب ہے مکہ اور عسفان کے درمیان واقع ہو، اور زمین بنی عامر اور حرۂ بنو سلیم کے درمیان بھی"۔

فصل ۶ھ کے سرایا

پہلے گذر چکا ہے کہ اس سال غزوۂ دومۃ الجندل، غزوۂ بنی المصطلق، غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ ہوئے، مگر اس سال کوئی سریّہ نہیں بھیجا گیا، اکثر کتب سیر و مغازی سے یہی مستفاد ہوتا ہے، لیکن زرقانی شرح مواہب میں حافظ ابن حجرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ : " اس سال جمادی الاخریٰ میں حضرت زید بن حارثہؓ کا سریّہ جو ایک

سو سواروں پر مشتمل تھا، نجد کی طرف بھیجا گیا۔"

میں کہتا ہوں کہ حضرت زید بن حارثہؓ کے باقی سرایا کا ذکر اس رسالہ میں اپنی اپنی جگہ آئے گا، ان میں سے آخری سریہ موتہ تھا جس میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا، اس کا بیان انشاء اللہ آگے آتا ہے۔

اور علامہ ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ میں ذکر کیا ہے کہ "اس سال بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا سریہ بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک جماعت کے ہمراہ بنی کنانہ کی طرف بھیجا تھا، وہ لوگ ان کی آمد کی اطلاع پاکر بھاگ گئے، اور اپنی جگہ خالی کر دی، اس لیے صرف ایک گھوڑا مال غنیمت میں ہاتھ آیا۔"

فصل: ۶ھ کے سرایا

(۱) سریہ محمد بن مسلمہؓ[۱۳] : اس سال محرم میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں کی معیت میں قرطاؔ کی جانب روانہ کیا گیا، انہیں ایک سو پچاس اونٹ اور تین ہزار بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکال کر باقی ماندہ مال غنیمت ان مجاہدین میں تقسیم فرمایا، اور دس بکریوں کے برابر ایک اونٹ تجویز فرمایا۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں: "میں اس سریہ کے لیے ۱۰ محرم کو چلا، انیس[۱۹] دن سفر میں رہا، اور محرم کی ایک رات باقی تھی کہ مدینہ واپس آیا۔" اسی سریہ میں حضرات صحابہؓ ثمامہ بن اثال حنفی رئیس اہل یمامہ کو قید کر لائے تھے، بالآخر یہ اسلام لائے جیسا کہ انشاء اللہ تیسرے باب میں ۶ھ کے حوادث میں آئے گا۔

القرطاؔ : (بضم قاف، و سکون راء مہملہ، و طاء مہملہ و الف مقصورہ ___ اور

زرقانی نے الف ممدودہ ذکر کیا ہے۔ ایک قبیلہ ہے، جو قیس عیلان کی ایک شاخ بنو عبد بن بکر کہلاتے ہیں، یہ لوگ "ضریۃ" کی جانب "بکرات" کے قریب فروکش تھے۔ بکرات، اونچے اونچے پہاڑوں کا نام ہے جہاں یہ رہتے تھے۔

ضَرِیّۃ، بفتح ضاد معجمہ، وکسر رامہملہ، وتشدید یا تحتیہ، اس کے بعد تائے تانیث۔ یہ بنو کلاب کی بستی کا نام ہے جو بصرہ سے مکہ جانے والے راستہ میں واقع تھی اور ضریۃ اور مدینہ کے درمیان ایک ہفتہ کی منزل تھی۔

(٢) سریۃ عکاشہ بن محصنؓ: اسی سال ربیع الاول میں حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو چالیس سواروں کی معیت میں "غمر مرزوق" کی طرف بھیجا گیا۔ یہ حضرات غنیمت کے دو سو اونٹ لائے، مگر کسی سے مقابلہ نہیں ہوا۔ نہ ان میں سے کوئی صاحب شہید ہوئے۔ بلکہ صحیح سالم مدینہ واپس آگئے۔

غَمْر، بفتح غین معجمہ، وسکون میم۔ اس کو مرزوق (بر وزن مفعول) کی طرف مضاف کر کے بولا جاتا ہے۔ اور یہ مرکب اضافی بنو اسد کے کنویں کا نام ہے جو مکہ کے راستہ پر واقع تھا۔

(٣) سریۃ محمد بن مسلمہؓ: اسی سال ربیع الاول میں۔ اور بقول بعض ربیع الآخر میں ــــ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہی کو دس افراد کی معیت میں بنو مُعْوِیَہ (بفتح میم، وسکون عین مہملہ، وکسر واؤ، اس کے بعد یا، پھر تائے تانیث، اور بنو عُوال (بضم عین مہملہ وتخفیف واؤ) کی طرف بھیجا، یہ لوگ "ربذہ" کے راستہ میں موضع "ذوالقصہ" میں آباد تھے، مگر کفار کو غلبہ ہوا اور ان میں سے بیشتر حضرات شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی تو ان کی مدد کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، انہوں نے کفار سے انتقام لیا۔ جیسا کہ ابھی آتا ہے۔

ذوالقصّہ، بفتح قاف، و تشدید صاد مہملہ۔ مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے چالیس میل پر واقع ہے۔

رَبذہ، رائے مہملہ، بار موحدہ اور ذال معجمہ تینوں کے فتحوں کے ساتھ آخر میں تائے تانیث۔ مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو عراقی حاجیوں کے راستہ میں "ذات عرق" کے قرب و جوار میں واقع ہے۔

④ سَرِیّہ ابوعبیدہ بن جراح رضؓ، اسی سال آخر ربیع الآخر میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ بھی ذات القصہ بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چالیس سواروں کی معیت میں اس وقت بھیجا جبکہ آپؐ کو اطلاع ملی کہ کفار محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے دستہ پر غالب آگئے ہیں اور ان میں سے بیشتر حضرات شہید کر دیے گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی روانگی شب ہفتہ ۲۸، ربیع آلاخر ۶ھ کو ہوئی تھی دشمن مغلوب ہوا اور ان کے بہت سے مویشی غنیمت میں ہاتھ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس لے کر باقی ان پر تقسیم کر دیئے۔

⑤ سَرِیّہ زید بن حارثہ رضؓ: اسی سال ربیع الآخر کے آخری دن۔ اور بقول بعض ربیع الاوّل میں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، کا سریہ بنی سلیم کی طرف موضع جموم (بفتح جیم)، بھیجا گیا، یہ مدینہ سے چار برید (۱۲ میل)، پر بطن نخلہ کے قریب ایک جگہ تھی۔ ان حضرات نے دشمن کے چند افراد کو قید اور ان کے مویشیوں پر قبضہ کیا اور مدینہ واپس آگئے۔

⑥ سَرِیّہ زید بن حارثہ رضؓ، اسی سال جُمادی الاُخریٰ میں۔ اور بقول ابن کثیر جُمادی الاولیٰ میں۔ نیز زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ بنو ثعلبہ بن سعد کی طرف موضع "طرف" بھیجا گیا۔ وہ پندرہ رفقاء کی معیت میں ان کی طرف روانہ ہوئے، مگر مقابلہ نہیں ہوا

اور بیس اونٹ غنیمت کے لائے،

طرف، طا اور را مہملتین کے فتحہ کے ساتھ۔ اور زرقانی نے اس کو بفتح اوّل وکسر ثانی ضبط کیا ہے۔ یہ بنو ثعلبہ بن سعد کے کنوئیں کا نام ہے جو عراق کے راستہ میں مدینہ سے ۳۶ میل اور بقول بعض ۲۵ میل پر واقع ہے۔

(۷) سریّہ زید بن حارثہ رضؓ: اس سال جمادی الاخریٰ ہی میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کا سریّہ بنو جذام کی طرف وادی القریٰ سے آگے حِسمیٰ کی سرزمین میں بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پانچ سو سواروں کی معیت میں بھیجا۔ یہ حضرات غنیمت میں ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں لائے اور ایک سو عورتیں اور بچے قید کر لائے اس قبیلہ کے رئیس رفاعہ بن زید الجذامی اپنی قوم کے دس افراد کا وفد لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیدی اور تمام مویشی واپس کر دیئے۔

حِسمیٰ، بکسر مہملہ، جنگل کی سرزمین، جہاں اونچے اونچے پہاڑ ہیں اور چاروں جانب خشک علاقہ۔

(۸) سریّہ ابوبکر صدیق رضؓ: اسی سال جمادی الاخریٰ یا رجب میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریّہ بنو فزارہ کی طرف وادی القریٰ بھیجا گیا —— یہ سریّہ۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سریّہ سے پہلے ہوا اس کا ذکر ابھی آتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں ایک سو صحابہؓ تھے، بہت سے کافر میدان میں کام آئے اور کچھ گرفتار ہوئے۔

وادی القریٰ، اس کے معنی ہیں وہ وادی جس میں بہت سے قریے ہیں، یہ وادی مدینہ کے قریب شامی حاجیوں کے راستہ پر واقع ہے۔

(۹) سریہ[۲۱] زید بن حارثہؓ : اسی سال رجب میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ بھی بنو فزارہ کی طرف وادی القریٰ بھیجا گیا۔ اس وقت یہاں قبیلۂ مذحج اور قضاعہ کے لوگ بھی جمع تھے۔ مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

(۱۰) سریہ[۲۲] عبد الرحمٰن بن عوفؓ : اسی سال شعبان میں عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا سریہ دومتہ الجندل بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا۔ اپنے سامنے بٹھایا، اور اپنے دست مبارک سے ان کی دستار بندی فرمائی، اور سات سو افراد کا لشکر دے کر ان کو روانہ فرمایا۔ جب یہ دومتہ الجندل پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، چنانچہ ان میں سے بیشتر دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے، اور جو اسلام نہیں لائے انہوں نے بھی جزیہ دینا قبول کیا۔ دومتہ الجندل کی تفسیر اور ضبطِ حرکات ۵ھ کے غزوات میں گذرا۔

(۱۱) سریہ[۲۳] زید بن حارثہؓ : اسی سال حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سریہ مَدیَن بھیجا گیا۔ ان کے ہمراہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے غلام ضُمیرہ بھی تھے، اس سریہ میں کچھ قیدی ہاتھ آئے۔

مدین، شعیب علیہ السلام کی قوم کا شہر۔ اور یہ بحر قلزم پر تبوک کے بالمقابل واقع ہے۔ دونوں کے درمیان چھ مرحلوں کی مسافت ہے۔ یہ تبوک سے بڑا شہر ہے۔

(۱۲) سریہ[۲۴] علی بن ابی طالبؓ : اسی سال شعبان میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا سریہ ایک سو افراد کی معیت میں بنو سعد بن بکر کی جانب فَدَک بھیجا گیا۔ چنانچہ آپ غنیمت کے پانچسو اونٹ اور دو ہزار بکریاں لائے۔

فَدَکْ : فا اور دال کے فتحہ کے ساتھ۔ خیبر کے قریب ایک جگہ ہے جو مدینہ

سے چھ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اور بعض نے اس سے کم مسافت بتلائی ہے۔

(۱۰) سریہ زید بن حارثہؓ[۲۵]: اس سال رمضان میں زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سریہ بنو فزارہ ہی کی طرف دوبارہ وادی القریٰ بھیجا گیا، چنانچہ انہوں نے بعض کفّار کو قتل کیا اور بعض کو قید کر لائے۔ قیدیوں میں ام قرفہ (بکسر قاف، و سکون رار مہملہ، اس کے بعد فار پھر تائے تانیث) نامی خاتون بھی شامل تھی۔ جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر تھا۔ یہ اپنی قوم میں بہت معزّز اور عزّت و احترام میں ضرب المثل تھی، کہا جاتا تھا: "کاش میں ام قرفہ سے زیادہ معزّز ہوتا"۔ یہ اپنے گھر میں ہمیشہ پچاس تلواریں لٹکائے رکھتی تھی اور یہ پچاسوں شمشیر زن اس کے محرم تھے، اور بارہ تو اس کے لڑکے ہی تھے لے

(۱۱) سریہ عبد اللہ بن عتیک انصاریؓ[۲۶]: اسی سال ابن سعدؒ کے قول کے مطابق رمضان ہی میں۔ اور عراقیؒ نے اپنے الفیہ میں اسی کو مقدم رکھا ہے اور بقول بعض ذی الحجہ ۵ھ یا ۴ھ میں۔ اور بقول بعض غزوۂ اُحد سے پہلے رجب ۲ھ میں۔ حضرت عبد اللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ کا سریہ جو پانچ یا سات صحابہ پر مشتمل تھا، ابو رافع یہودی کی طرف بھیجا گیا، اس کا نام راجح قول کے مطابق سلّام (بتشدید لام) بن ابی الحقیق (بصیغہ تصغیر) تھا، یہ سرزمین حجاز میں خیبر کے قریب ایک قلعہ میں رہائش پذیر تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرنا اور آپؐ کے خلاف قبائل عرب کو برانگیختہ کرنا اس کا مکروہ مشغلہ تھا،

لے حافظؒ نے الاصابہ (ص ۲۳۲۔ ج ۴) میں لکھا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اسے قتل کر دیا تھا۔ مترجم

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے رات کی تاریکی میں اس کو ٹھکانے لگایا۔ اس کے قتل کا قصہ صحیح بخاری وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔

(۱۵) سریہ عبداللہ بن رواحہؓ : اسی سال شوال میں اور بقول بعض ۶ھ میں، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ اُسیر (بصیغہ تصغیر) ابن رزام یہودی کی طرف خیبر بھیجا گیا، یہ سریہ تیس افراد پر مشتمل تھا جس میں مذکور الصدر عبداللہ بن عتیک انصاری اور عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شامل تھے۔ یہ حضرات اس کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے، تاکہ تو دربارِ نبوی میں حاضر ہو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجھے انعام و احسان سے نوازیں اور تجھے خیبر کا حاکم مقرر کریں" اُسیر اس لالچ میں تیس یہودیوں کو ساتھ لے کر چلا، دورانِ سفر اُن سے مخالفت اور غدر کا ظہور ہوا تو حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے ساتھی لڑائی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے، چنانچہ مسلمانوں نے ان سب کو ٹھکانے لگا دیا، البتہ ان میں سے ایک شخص بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور اس لڑائی میں کسی مسلمان کا نقصان نہیں ہوا!

(۱۶) سریہ کرز بن جابرؓ : اسی سال شوال ہی میں۔ اور بقول بعض اس سال جمادی الاخریٰ ۶ھ میں۔

اور بقول بعض اسی سال ذی الحجہ میں۔ حضرت کرز بن جابر القرشی الفہری رضی اللہ عنہ کا سریہ عکل و عُرینہ کی طرف بھیجا گیا۔ ان کو تغلیباً "عُرنیین" بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ ان میں سے بعض قبیلۂ عکل کے تھے۔ اور بعض عُرینہ کے۔

یہ وہی آٹھ افراد تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور مدینہ میں رہنے لگے، یہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جنگل میں چلے گئے جہاں صدقہ کے اونٹ چرتے تھے۔ وہاں انہوں نے یہ حرکت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو جس کا نام یسارؓ تھا، قتل کر ڈالا، اور اُونٹ ہنکا کر لے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کی معیت میں ان کے تعاقب میں بھیجا، چنانچہ یہ پکڑے گئے اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ان ہی کے بارے میں قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

إِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ الآية۔

(المائدہ: ۳۳)

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں (مراد اس سے راہ زنی اور ڈکیتی ہے) ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں یا زمین پر سے نکال دیے جائیں۔ (بیان القرآن)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم فرمایا، اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں لگائی گئیں (کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے سے بھی یہی سلوک کیا تھا، اس کے قصاص میں یہ سزا دی گئی)، اور ان کو حرّہ میں ڈال دیا، یہاں تک یہ واصل جہنم ہوئے۔

(۱۷) سریّہ عمرو بن اُمیہ ضمری[۲۹]، اسی سال حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ، کو ابوسفیان بن حرب کے اچانک قتل کے لیے مکّہ بھیجا گیا، یہ ابوسفیان کی اس قبیح حرکت کا جواب تھا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک

شخص کو بھیجا تھا کہ وہ موقع پاکر ـــ معاذاللہ ـــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک شہید کر ڈالے۔ بہرحال حضرت عمرو رضی اللہ عنہ مکہ آئے۔ یہاں ابوسفیان پر تو انہیں دسترس حاصل نہیں ہو سکی۔ البتہ مکہ سے باہر دو کافروں کے قتل کرنے کا ان کو موقع ملا۔ ایک عمرو بن عبیداللہ بن مالک القرشی التیمی اور دوسرا بنو بدیل کا ایک شخص۔ بعد ازاں ان کی ملاقات دو شخصوں سے ہوئی جنہیں قریش نے جاسوسی کے لیے مدینہ کی طرف بھیجا تھا۔ حضرت عمروؓ نے ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو قید کر کے مدینہ لے آئے۔

سیرت شامیہ کے مصنف کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت عمروؓ کو سریۂ عُرنیین کے بعد بھیجا گیا۔ اور مواہب لدنیہ میں اس کی تصریح کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ واقعہ غزوۂ حدیبیہ سے قبل کا ہے"۔ پس اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ حضرت عمروؓ کے بھیجنے کا واقعہ جمادی الاخریٰ اور ذی القعدہ ۶ھ کے مابین کا ہے واللہ اعلم۔

فصل ۷ھ کے سرایا

(۱) سریۂ ابان بن سعیدؓ: اس سال محرم میں حضرت ابان بن سعید بن العاص بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کا سریۂ نجد کی طرف بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چند صحابہؓ کی رفاقت میں غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے جانے سے پہلے مدینہ سے روانہ فرمایا تھا۔ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت خیبر پہنچے جب کہ آپؐ غزوۂ خیبر سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس لیے ان کو خیبر کی غنیمت سے باقاعدہ حصہ نہیں ملا۔ البتہ بطورِ عطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کو بھی کچھ مرحمت فرمایا۔ ان کی واپسی کے موقع پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلۂ دوس کے وفد کے ساتھ یمن سے آئے تھے: چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب کہ فتح خیبر کے بعد آپؐ ابھی خیبر ہی میں تشریف فرما تھے۔ (اور غنیمت تقسیم ہو رہی تھی) پس میں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ! مجھے بھی حصہ دیجیے"۔ ابان بن سعید بن العاص نے کہا "یا رسول اللہؐ! اس کو نہ دیجیے"۔ میں نے کہا: "یہ (نعمان) بن قوقل (انصاریؓ) کا قاتل ہے (کہ ان کو جنگ اُحد میں ابان نے شہید کیا تھا، اس وقت یہ کفار مکہ کی فوج میں تھے بعد ازاں مسلمان ہو گئے)" اس پر ابان بن سعید نے کہا: "کتنی عجیب بات ہے کہ ایک بلاّ جو "ضان" نامی پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر ہمارے یہاں آیا ہے، وہ مجھ پر ایک ایسے مردِ مُسلم کے قتل کا عیب دھرتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں (مرتبہ شہادت کی) عزت و کرامت بخشی اور مجھے اس کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہونے دیا (یعنی اگر معاملہ برعکس ہو جاتا کہ میں بحالت کفر اس کے ہاتھوں قتل ہو جاتا تو ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جاتا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ذلت سے بچا لیا)"۔[1]

---

[1] ضان، قبیلۂ دوس کے علاقے میں ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں سے حضرت ابوہریرہؓ تشریف لائے اور حضرت ابوہریرہؓ کو جو کہا کہ: "ایک بلاّ پہاڑ سے اتر آیا" اس میں حضرت ابوہریرہؓ کی کنیت سے لطیفہ پیدا کیا "ابوہریرہ" کا لفظی ترجمہ ہے "بلّی کے بچے کا باپ" اس لیے مزاحاً ان کو "بلاّ" کہا جب کسی شخص کو کسی چیز یا کسی وصف سے خصوصی تعلق ہو تو عربی محاورے میں اس شخص کو اس چیز کا باپ یا بھائی یا بیٹا کہہ دیا جاتا ہے جیسے "اخوالحلم" "ابن الوقت" کہا جاتا ہے کہ حضرت

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

(۲) سریّہ امیر المومنین عمرؓ بن خطابؓ : اسی سال شعبان میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریّہ موضع تُرَبہ بھیجا گیا۔ تُرَبہ : بضم تائے فوقانیہ و فتح رار مہملہ، اس کے بعد بار موحدہ، پھر تار تانیث۔ یہ مکہ سے دو دن کی مسافت پر ایک وادی ہے، یہاں بنو ہوازن کے بقیّہ کافر آباد تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیس سواروں کی معیت میں روانہ ہوئے، کفار کو ان کی روانگی کا علم ہوا تو بھاگ نکلے اس لیے مقابلہ نہیں ہوا، اور آپ صحیح سالم مدینہ واپس آگئے۔

(۳) سریّہ امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ : اسی سال شعبان ہی میں حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سریّہ بنو کلاب کی طرف روانہ ہوا، یہ لوگ نجد میں وادی القریٰ کی جانب آباد تھے، مقابلہ میں دشمن کے چند آدمی قتل اور چند قید ہوئے اور آپ صحیح سالم مدینہ واپس آگئے۔

(۴) سریّہ بشیر بن سعدؓ : اسی سال شعبان میں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا سریّہ بنو مرّہ کی طرف فدک بھیجا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تیس سواروں کا امیر بنا کر بھیجا، جن میں اُسامہ بن زید، ابو مسعود عبدری اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے، وہاں شدید جنگ ہوئی، تاہم یہ حضرات چند اُونٹ بکریوں کی غنیمت کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے۔ سیرت شامیہ کے مؤلف نے اسی

بقیّہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

ابوہریرہؓ نے کسی زمانے میں بلّی کا ایک بچّہ پال رکھا تھا جس سے بہت ہی پیار کرتے تھے، اس لیے ان کا نام ہی ابوہریرہ (بلّی کے بچّے والا) رکھ دیا گیا اور پھر یہ ایسا مشہور ہوا کہ اصل نام جو مشہور قول کے مطابق جاہلیت میں عبد شمس اور اسلامی نام عبد الرحمٰن تھا، بھول بھُلا گیا۔

طرح ذکر کیا ہے، مگر سیّد جمال الدین نے روضۃ الاحباب میں اس کے خلاف ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں، "حضرت بشیر کے تمام رفقار شہید ہو گئے۔ اور وہ خود بھی زخمی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ واپس آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں صحابہؓ کی ایک جماعت دوبارہ ان کی طرف بھیجی انہوں نے کفار سے مقابلہ کیا۔ اور انتقام لیا، اور غنیمت حاصل کی۔"

⑤ سریہ[۲۴] غالب بن عبد اللہ اللیثیؓ : اسی سال رمضان مبارک میں حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کا سریہ بنو عوال (بضم عین) اور بنو عبد بن ثعلبہ کی طرف مِیفعَہ بھیجا گیا۔

مِیفعَہ : بکسر میم، وسکون یار، وفتح فار۔ علاقہ نجد میں بطن نخل سے کچھ آگے "نقرہ" کی طرف ایک وادی کا نام ہے جو مدینہ سے آٹھ برید (۹۶ میل) کی مسافت پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سو تیس افراد کی رفاقت میں روانہ کیا۔ ان میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے، جو لوگ مقابلہ میں آئے، اور یہ حضرات اونٹ بکریوں کی غنیمت لے کر مدینہ واپس آئے، کسی شخص کو قید نہیں کیا۔

⑥ سریہ[۲۵] بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ : اسی سال شوّال میں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا سریہ یُمْن اور جُبار کی طرف روانہ کیا گیا۔ یُمْن : بفتح یار تحتیہ۔ اور بعض نے ضمہ پڑھا ہے۔ اور میم ساکنہ، اس کے بعد نون۔ بعض لوگوں نے اس کو تائے فوقانیہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ مگر یہ تحریف ہے۔ جُبار : بفتح جیم وتخفیف بار۔ یُمْن اور جبار دو جگہوں کے نام ہیں، جو خیبر اور وادی القریٰ کے قریب واقع تھیں، اور یہاں بنو غطفان رہائش پذیر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین سو افراد کے ساتھ روانہ فرمایا، بہت سے مویشی غنیمت میں ہاتھ آئے اور دو آدمیوں کو جن کا نام مذکور نہیں، گرفتار کر لائے، بعد میں یہ دونوں مسلمان ہو گئے۔

(۷) سریہ اُخرم رضؓ: اسی سال ذی الحجہ میں حضرت اخرم (خائے معجمہ اور رائے مہملہ کے ساتھ) بن ابی العوجار السلمی رضی اللہ عنہ کا سریہ بنوسلیم (بصیغہ تصغیر) کی طرف بھیجا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پچاس افراد کے ساتھ روانہ کیا، وہاں کفّار سے ایسی شدید جنگ ہوئی کہ حضرت اخرمؓ کے علاوہ ان کے تمام رفقار شہید ہوگئے، اور حضرت اخرم یکم صفر ۸ھ کو مدینہ واپس آئے۔

فصل: ۸ھ کے سرایا

(۱) سریہ غالب بن عبد اللہ اللیثی رضؓ، اس سال صفر میں حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کا سریہ بنو مُلَوَّح (بضم میم، وفتح لام، ـــــ وکسر واؤ مشدّدہ) کی طرف بھیجا گیا، جو کدید میں رہائش پذیر تھے۔

کُدَید: بفتح کاف، وکسر دال مہملہ۔ مکہ و مدینہ کے مابین ایک موضع کا نام ہے جو مکہ سے ۴۲ میل ہے اور یہ عُسفان اور قُدَید کے مابین واقع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چودہ۔ اور بقول بعض اس سے زیادہ حضرات کی رفاقت میں روانہ کیا، حضرت غالبؓ اور ان کے رفقاءٔ مقابلہ میں غالب رہے، چنانچہ مسلمانوں نے کفّار کے لڑاکا مردوں کو قتل اور ان کی عورتوں بچّوں کو قید کیا، اور ان کے مویشیوں کو ہانک کر مدینہ لے آئے۔

(۲) سریہ غالب بن عبد اللہ اللیثی رضؓ: نیز اسی سال صفر میں حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی کا ایک دوسرا سریہ بنو مُصاب (بضم میم) کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ فدک میں آباد تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو سو افراد کی معیت میں روانہ کیا، مشرکوں سے مقابلہ ہوا، ان کے اونٹ اور بکریوں کو غنیمت بنایا، اور

عورتوں اور بچوں کو قید کیا، غنیمت کا فی کس حصہ دس اونٹ یا اس کے برابر بکریاں تھیں اور دس بکریاں ایک اونٹ کے مساوی سمجھی جاتی تھیں۔

③ سَرِیّہ شُجاع بن وہبؓ : اسی سال ربیع الاول میں حضرت شجاع (بضم شین معجمہ) بن وہب الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ بنو ہوازن کی ایک شاخ بنو عامر کی طرف بھیجا گیا، یہ لوگ سِیّ نامی جگہ میں آباد تھے۔

سِیّ : بکسر سین مہملہ، وسکون یاء تحتانیہ، اس کے بعد ہمزہ۔ مدینہ سے پانچ میل پر ذات عرق سے درے ایک جگہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چوبیس افراد کے ساتھ روانہ فرمایا، بہت سے اونٹ اور بکریاں انہیں غنیمت میں حاصل ہوئیں جنہیں ہانک کر مدینہ لے آئے، چنانچہ ان کا فی کس حصہ غنیمت پندرہ اونٹ تھا۔ اور ایک اونٹ بیس بکریوں کے مساوی قرار دیا گیا۔

④ سَرِیّہ کعب بن عمیرؓ : اسی سال ربیع الاول ہی میں کعب بن عُمیر انصاری رضی اللہ عنہ، کا سریہ جو پندرہ افراد پر مشتمل تھا، ذات اَطلاح بھیجا گیا، کفار کو غلبہ ہوا اور یہ تمام حضرات وہاں شہید ہوئے صرف ایک صاحب زندہ رہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔

ذات اَطلاح : بفتح ہمزہ۔ وادی القریٰ سے آگے سرزمین شام میں ایک جگہ ہے۔

⑤ سَرِیّہ مُوتہ : اسی سال جمادی الاولیٰ میں جنگ مُوتہ ہوئی۔ اس جنگ میں اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف نہیں لے گئے مگر بہت کافی تعداد میں مسلمان اس میں شریک ہوئے اس لیے اس کو "غزوۂ مُوتہ" بھی کہا جاتا ہے۔

مُوْتَہُ : بضم میم وسکون واوَ۔ اس کو بیشتر حضرات ہمزہ کے بغیر پڑھتے ہیں. اور بعض ہمزہ کے ساتھ "مُؤتہ" پڑھتے ہیں، سُہیلیؒ نے الروض الانف میں اسی کو ترجیح دی ہے. مُوْتہُ ملک شام کا ایک مشہور و معروف شہر ہے، جو دمشق سے ادھر بلقاءؔ کی عملداری میں ہے اور وہ دمشق سے دو مرحلوں پر اور مدینہ سے اٹھائیس مرحلوں پر ہے۔ اور بلقاء : بفتح بار موحدہ، وسکون لام، اس کے بعد قاف. دمشق کے مضافات میں ایک قصبہ ہے جس کے ماتحت بہت سے قریے ہیں. اور یہ دمشق سے قبلہ کی جانب واقع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو امیر لشکر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر ہوں گے، اور اگر جعفرؓ شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہؓ امیر ہوں گے. اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنی جماعت میں سے کسی کو منتخب کر کے امیر بنا لیں[1]۔ کیونکہ شاہ روم (ہرقل) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معرکہ آرائی کے لیے ڈھائی لاکھ کا لشکر جرار لے کر مذکورۃ الصدر موضع بلقاء میں فروکش تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سریہ جس میں شامل ہونے والے صحابہ کی تعداد تین ہزار تھی شاہ روم کے مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا۔ حق و باطل کے اس معرکہ میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما نے اسلامی پرچم ہاتھ میں لیا۔ اور اسلامی لشکر کو کافروں سے لڑاتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ ان کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھایا اور شدید لڑائی ہوئی، بالآخر وہ بھی

---

[1] اس ارشاد میں گویا ان تینوں حضرات کی شہادت کی پیش گوئی فرمائی جو حرف بحرف صحیح نکلی۔ مترجم

شہید ہوئے، اب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علمِ اسلام بلند کیا، اور شدید معرکہ کے بعد وہ بھی لیلائے شہادت سے ہم آغوش ہوئے۔ ان تینوں جرنیلوں کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے بالاتفاق "اللہ کی تلوار" حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، کو امیر لشکر چُنا۔ آپ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور مسلمانوں کی صفوں کو از سرِ نو مرتب کر کے کافروں پر لوٹ پڑے۔ بنصرتِ الٰہی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور کفّار کو عبرت ناک شکست ہوئی، اور حضرت خالدؓ دربارِ نبوت سے "اللہ کی تلوار" کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ ارشاد ہوا: خَالِدٌ سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللهِ (خالدؓ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں) اس جنگ میں مسلمانوں کے صرف بارہ آدمی شہید ہوئے، جبکہ کافروں کے اتنے آدمی ڈھیر ہوئے جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔ کافروں کے بیشتر جرنیل اس معرکہ میں کام آئے، اور ان کا اسلحہ اور سازوسامان مسلمانوں کا مالِ غنیمت بنا۔ اس موقع پر مسلمانوں کی فتح محض نصرتِ خداوندی کی رہینِ منّت تھی۔ "اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے جو غالب اور حکمت والا ہے۔" ورنہ مسلمانوں کی تعداد کافروں سے تراسی گنا کم تھی۔

(۶) سَرِیّۂ عمرو بن العاصؓ : اسی سال جمادی الاخریٰ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا سریّہ ذات السلاسل بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین سو سربرآوردہ مہاجرین وانصار کا امیر بنا کر مشرکین کے قبائل قضاعہ، عاملہ، لخم اور جذام کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ اس سریّہ میں تین گھوڑے بھی تھے موضع سلاسل میں مقابلہ ہوا، اور مسلمان قتل وقتال کے بعد سالم وغانم مدینہ واپس آئے۔

السلاسل : وادی القریٰ سے اِدھر قبیلۂ جذام کے علاقہ میں ایک کنوئیں کا نام ہے، جو مدینہ سے دس میل کی مسافت پر واقع ہے، یہ سریّہ چونکہ اس پانی کے

قریب ہوا تھا، اس لیے سریۂ ذات السلاسل کہلایا، اور ایک قول یہ ہے کہ اس میدان میں ریت کے ٹیلوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے جو ایک دوسرے سے مربوط ہیں، اور جو پاؤں کی زنجیر (سلسلہ) کی طرح آگے قدم بڑھانے سے مانع ہوتے ہیں اس لیے انہیں "السلاسل" کہا جاتا ہے اور ان کی نسبت سے یہ سریۂ "ذات السلاسل" کہلاتا ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رض کو "ذات السلاسل" بھیجنے کا واقعہ ان کے اسلام لانے کے چار ماہ بعد کا ہے۔ چنانچہ تیسرے باب میں ۸ھ کے حوادث میں آئیگا کہ جمہور کے قول کے مطابق وہ صفر ۸ھ میں اسلام آئے۔

(۷) سریۂ ابو عبیدہ بن الجراح رض: اسی سال رجب میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو رفقاء کی معیت میں قریش کے ایک قافلہ سے تعرض اور بنو جُہَینہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا۔ بنو جُہَینہ مدینہ سے پانچ دن کی مسافت پر آباد تھے۔

یہ سریۂ "سریۂ سیف البحر" اور "سریۃ الخبط" کہلاتا ہے۔ "سیف البحر" تو اس لیے کہ یہ ساحل سمندر کی طرف گیا تھا۔ سیف البحر کے معنیٰ ہیں ساحل سمندر۔ اور سریۃ الخبط اس لیے کہ خَبَط (بفتحتین) درخت کے پتّوں کو کہتے ہیں جو لاٹھی وغیرہ سے جھاڑے جائیں۔ اس سفر میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا زادِ سفر ختم ہو گیا تھا اور انہیں درختوں کے پتّے جھاڑ جھاڑ کر کھانے کی نوبت آئی تھی جس سے ان کے جبڑے زخمی ہو گئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی خوراک کا انتظام فرمایا کہ سمندر نے ایک پہاڑ جیسی عنبر نامی مچھلی کنارے پر پھینک دی، یہ تین سو افراد تھے، ایک مہینے تک خوب سیر ہو کر کھائی اور اس کے روغن کی مالش کی، یہاں تک ان کے جسم خوب فربہ اور تنومند ہو گئے، اور اس کے باقی ماندہ ٹکڑے اٹھا کر مدینہ لے

گئے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے تناول فرمایا۔ اس سریہ میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ: "اہل سیر کا اس سریہ کو ۸ھ میں ذکر کرنا محل نظر ہے، کیونکہ ۶ھ میں مقام حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے مابین دس سال کے لیے معاہدۂ جنگ بندی ہوا تھا، اندریں صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قافلۂ قریش سے تعرض کے لیے سریہ کیسے روانہ فرما سکتے تھے"۔

سید جمال الدین نے "روضۃ الاحباب" میں اور ولی الدین عراقی نے "شرح تقریب" میں حافظؒ کے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ "قریش نے نقض عہد کر کے معاہدہ صلح کالعدم کر دیا تھا، اور اس سریہ کا بھیجنا نقض عہد کے بعد اور فتح مکہ سے کچھ مدت پہلے ہوا"۔

اسی سریہ میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس عنبر نامی مچھلی کی پسلی نصب کرنے کا حکم دیا۔ اور سب سے طویل قامت صحابی حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو سب سے طویل اونٹ پر سوار کر کے اس کے نیچے سے گذارا گیا۔ چنانچہ وہ بے تکلف گذر گئے اور وہ پسلی ان کے سر سے اونچی رہی نیز حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی آنکھ کے گڑھے میں بیٹھنے کا حکم فرمایا، چنانچہ تیرہ حضرات صحابہؓ آسانی سے اس میں بیٹھ گئے۔ رضی اللہ عنہم۔

(۸) سریہ عمرو بن مرہ الجہنیؓ، اسی سال فتح مکہ سے قبل حضرت عمرو بن مرہ الجہنی رضی اللہ عنہ کا سریہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی طرف بھیجا گیا، جو ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف صف آرا تھے۔ حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ قبیلہ جہینہ اور مزینہ کے چند رفقاء کے ساتھ اس کے مقابلے میں گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان اور

اس کے ٹولے کو شکست دی۔ اس کے بہت سے ساتھی میدان میں کام آئے، پھر فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان کو اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔

⑨ سَرِیّہ ابوقتادہ بن حارث الربعی الانصاری السلمیؓ: اسی سال شعبان میں حضرت ابوقتادہ بن حارث الربعی الانصاری السلمی رضی اللہ عنہ کا سریّہ بنومحارب کے مقابلہ میں غطفان بھیجا گیا، یہ لوگ "خضرہ" میں آباد تھے (خَضِرہ: بفتح خا کسر ضاد، اور بعض نے خا کے ضمہ اور ضاد کے سکون سے کہا ہے یہ علاقہ نجد میں بنومحارب کی زمین کا نام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سولہ رفقار کی معیت میں بھیجا، مقابلہ میں ان کو فتح ہوئی کافروں کے بہت سے آدمی قید کیے اور کوئی دو سو اونٹ اور تقریباً دو ہزار بکریاں پکڑ لائے، خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت ان پر تقسیم کیا گیا تو ہر شخص کے حصہ میں تیرہ اونٹ آئے۔

⑩ سَرِیّہ ابوقتادہؓ: اسی سال آغاز رمضان میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح مکہ کے لیے تشریف لے جانے سے پہلے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا ایک اور سریّہ (بطن اِضَم) بھیجا گیا۔ (اِضَم: بکسر ہمزہ اور ضاد معجمہ کے فتح اور میم کے ساتھ۔ مدینہ کی ایک وادی یا ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ سے تین برید کے فاصلہ پر واقع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آٹھ افراد کی رفاقت میں بھیجا، مگر مقابلہ نہیں ہوا اور یہ حضرات صحیح سالم واپس آگئے، البتہ حضرت ابوقتادہؓ کے ایک رفیق حضرت مُحَلِّم بن جثامہ لیثی نے بنو اشجع کے ایک شخص عامر بن اضبط نامی کو قتل کیا، اس کا بیان حوادث کے باب میں آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

⑪ سَرِیّہ اُسامہ بن زیدؓ: اسی سال رمضان ہی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا سریّہ حُرُقات جُہَینہ کی طرف بھیجا گیا۔ اسی سریّہ میں حضرت اسامہؓ کا وہ

مشہور واقعہ پیش آیا کہ جنگ کے دوران کفار میں سے ایک شخص حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سامنے آیا تو آپ نے اسے قتل کرنے کے لیے تلوار اٹھائی تو اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا مگر حضرت اسامہؓ نے اسے قتل کر دیا، جب مدینہ واپس ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَاذا تصنع بلا الہ الا اللہ۔ تو (قیامت کے دن) لا الہ الا اللہ کا کیا کرے گا۔

(یعنی جب تجھ پر قتلِ مسلم کا مقدمہ قائم ہو گا تو تیرے پاس اس کا کیا عذر ہو گا) حضرت اسامہؓ نے عرض کیا: "میں نے جب اس پر تلوار اٹھائی، تو ڈر کے مارے اس نے کلمہ پڑھ دیا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ھلا شققت قلبہ" "تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا" (کہ واقعی دل سے کہتا ہے یا خوفِ مرگ کی بنا پر)

⑫ سریۂ سعد بن زید الاشہلیؓ: اسی سال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے تو رمضان ہی میں۔ جب کہ اس کی چھ راتیں باقی تھیں (یعنی ۲۴ رمضان ۸ھ کو) مناۃ نامی بت کو ڈھانے کے لیے سعد بن زید الاشہلی رضی اللہ عنہ کا سریہ روانہ فرمایا۔ یہ مُشلّل میں اوس و خزرج کا دیوتا تھا چنانچہ وہ بیس سواروں کی معیت میں گئے، اور اسے توڑ ڈالا۔

مُشَلّل (میم مضموم، شین معجمہ مفتوح، پہلی لام مشدّد اور مفتوح) یہ مکہ و مدینہ کے مابین ایک پہاڑ تھا جس کی ترائی میں قدید واقع تھا۔

⑬ سریۂ[۴۹] خالد بن ولیدؓ: اسی سال فتح مکہ سے فارغ ہونے کے بعد ۲۵ رمضان کو عزّیٰ نامی بت کو منہدم کرنے کے لیے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا سریہ

روانہ فرمایا۔ یہ موضع نخلہ میں، جو مکّہ کی شرقی جانب ایک دن کی مسافت پر واقع ہے، نصب تھا، حضرت خالدؓ تیس صحابہ کے ساتھ گئے اور اسے منہدم کر ڈالا۔

⑭ سریّۂ عمرو بن عاصؓ: اسی سال فتح مکّہ سے فارغ ہو کر رمضان ہی میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، کو سواع نامی بُت توڑنے کے لیے روانہ فرمایا، بنو ہذیل کا یہ بت رُھاط (بضم راء) میں تھا جو ساحل سمندر پر مکّہ سے تین میل دُور ایک قصبہ تھا، چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اسے پیوند خاک کر ڈالا۔

مصنّف فرماتے ہیں، یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان کی روانگی کس تاریخ کو ہوئی، اور ان کے ہمراہ کتنے حضرات گئے تھے۔

⑮ سریّۂ خالد بن ولیدؓ: اسی سال فتح مکّہ کے بعد اور حنین تشریف لے جانے سے قبل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، کا سریّۂ بنو جذیمہ کی جانب روانہ فرمایا، یہ بنو کنانہ کی ایک شاخ تھی جو یلملم کی جانب مکہ سے ایک دن کی مسافت پر آباد تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین سو پچاس مہاجرین و انصار کی معیت میں روانہ فرمایا، چنانچہ وہ لوگ کچھ قتل ہوئے کچھ قید ہوئے۔

اسی سریّہ میں وہ مشہور واقعہ پیش آیا تھا، کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ، نے جن لوگوں پر چڑھائی کی تھی، ان میں سے کچھ لوگوں نے (اظہارِ اسلام کے لیے) "صَبَأنَا صَبَأنَا" کہا (جس کے معنیٰ ہیں کہ ہم اپنے دین سے پھر گئے، یعنی مسلمان ہو گئے) اور یہ اَسْلَمْنَا (ہم اسلام لے آئے) کہہ کر اپنا مافی الضمیر ٹھیک سے ادا نہیں کر سکے، اس لیے حضرت خالدؓ نے انہیں (غلط فہمی کی بنا پر) قتل کر ڈالا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو حضرت خالدؓ پر عتاب فرمایا، اور ہاتھ اُٹھا کر تین مرتبہ کہا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَیْكَ "یا اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے

مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ۔ سامنے اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں"
بعد ازاں آپؐ نے ایک ایک کی جان و مال کا معاوضہ ادا فرمایا۔

(۱۶) **سریۂ ابوعامر عبید اشعریؓ**: اسی سال شوال میں غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف کے درمیانی عرصہ میں ابو عامر عبید بن سلیم بن حضار الاشعری (یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں۔ رضی اللہ عنہما) کا سریۂ اوطاس کی جانب روانہ فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگ حنین کے بعد ان کافروں کے تعاقب کے لیے بھیجا تھا جو حنین سے بھاگ نکلے تھے۔ اوطاس، علاقہ ہوازن میں ایک وادی کا نام ہے چنانچہ ان کا مقابلہ ابو دُرید بن الصمہ سے ہوا، دُرید قتل ہوا، اس کے رفقاء کو ہزیمت ہوئی اور مسلمانوں کو بہت سا مال اور قیدی غنیمت میں ہاتھ آئے۔

اسی سریہ میں حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ بنوجشم کے ایک شخص نے، کہا جاتا ہے کہ یہ درید بن الصمہ کا بیٹا سلمہ تھا۔ ان کے تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں پیوست ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعامر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی، دعا کے الفاظ یہ تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ اَبِيْ عَامِرٍ	اے اللہ! ابوعامر عبید کی مغفرت فرما،
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ فَوْقَ كَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ۔	اے اللہ اس کو اپنی بہت سی انسانی مخلوق سے اُوپر کردے۔

اسی سریہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بنوجشم کے اس شخص کو، جس نے حضرت ابوعامر کو شہید کیا تھا، جہنم رسید کیا۔

(۱۷) **سریۂ طفیل بن عمرو دوسیؓ**: اسی سال شوال میں غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف کے مابین حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ "ذُوالکفین" کو منہدم

کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ ذُوالکفّین، بنو دوس کا بُت تھا، جو لکڑی سے بنایا گیا تھا۔

ان حضرات نے اس بُت کو توڑ پھوڑ کر جلا دیا۔ اور یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف تشریف لے جانے کے چار دن بعد بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔

(۱۸) سَریّہ قیس بن اسدؓ: اسی سال ذی القعدہ میں جعرانہ سے واپسی کے وقت قیس بن اسد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریّہ چار سو سواروں کی معیت میں "صُدَار" کی طرف روانہ فرمایا۔ صُدَار: (صاد مہملہ کے پیش اور مد کے ساتھ) یہ عرب کا ایک قبیلہ تھا جو یمن کی جانب آباد تھا۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرّف باسلام ہوئے۔

(۱۹) سَریّہ خالد بن ولیدؓ: اسی سال ذوالقعدہ ہی میں۔ طائف سے واپسی اور جعرانہ میں مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا سریّہ یمن کے قبیلہ ہمدان کی طرف روانہ فرمایا، حضرت خالدؓ ان کے پاس پہنچے، اور چھ ماہ تک انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے، مگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا حضرت خالدؓ نے ان کے کچھ قیدی پکڑ لیے، بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند صحابہ کی معیت میں روانہ فرمایا، اور حضرت خالدؓ اور ان کے رفقاء کو واپس بلا لیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہٗ ان کے پاس پہنچے تو سارا قبیلہ ان کے ہاتھ پر اسلام لے آیا اور اطاعت قبول کر لی۔

اسی سریّہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے ان قیدیوں میں ایک لونڈی کو، جو سب سے عمدہ تھی، اپنے لیے منتخب کر لیا، اور اسے

حرم کی حیثیت سے اپنے گھر آباد کر لیا، حضرت بُریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہے، اس لیے وہ ان سے بغض اور نفرت رکھنے لگے۔ جب مدینہ واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "بُریدہ! علیؓ کی بدگوئی نہ کر، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، اگر تجھے اس سے محبت ہے تو اس محبت میں اور اضافہ کر" حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں: "اس ارشاد کے بعد مجھے حضرت علیؓ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا۔"

شامی اپنی سیرت میں ابن اسحاق کے حوالے سے لکھتے ہیں: "حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی یمن میں قیام کے دوران دو باندیاں تھیں، پہلی یہی تھی۔ جس کا اس قصہ میں ذکر ہے، اور دوسری وہ تھی جس کا ذکر سنہ ۱۰ھ کے ذیل میں آئے گا۔

فصل ۹ھ کے سرایا

① سریہ عُیینہ بن حصن الفزاریؓ[۵۲]: اس سال محرم میں حضرت عُیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ کا سریہ بنو تمیم کی جانب روانہ فرمایا، یہ لوگ مکہ و مدینہ کے درمیان "سُقیا" میں رہائش پذیر تھے۔ سقیا: فرع کے مضافات میں ایک قصبہ ہے، اس کے اور فرع کے مابین جُحفہ کی جانب سے سترہ میل کا فاصلہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عرب کے پچاس شہسواروں کی معیت میں روانہ فرمایا

جن میں کوئی مہاجر یا انصاری شامل نہیں تھا ـــــ مقابلہ ہوا اور کفار کے گیارہ مرد، اکیس عورتیں اور تیس بچے قید ہوئے۔

(۲) سریۂ عبداللہ بن عوسجہؓ: اسی سال یکم صفر کو عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہٗ کا سریۂ دعوتِ اسلام کے لیے بنو حارثہ بن عمرو کی جانب روانہ فرمایا، مگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں بددعا فرمائی کہ ان کی عقل ماری جائے۔ چنانچہ رعشہ اور بدحواسی کی آفت ان پر آج تک مسلط ہے، ان کا کلام مجنونانہ انداز کا ہوتا ہے۔

(۳) سریۂ قطبہ بن عامر انصاریؓ: اسی سال صفر ہی میں حضرت قُطبہ (بضم قاف وسکون طار، بن عامر الانصاری الخزرجی البدری رضی اللہ عنہ کا سریۂ بنو خثعم کی جانب روانہ فرمایا۔ یہ لوگ موضع بِیْشَہ (بار کا کسرہ، یار کا سکون اور شین منقوطہ) میں جو تبالہ کے قریب واقع ہے آباد تھے۔ تبالہ (بفتح تار، وتخفیف موحدہ) یمن کی سرزمین میں ایک قلعہ بند شہر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیس حضرات کی معیت میں روانہ فرمایا، جنگ ہوئی، اور مسلمانوں نے کافروں کے اُونٹ، بکریوں اور عورتوں کو غنیمت بنایا۔ خمس نکالنے کے بعد فی کس حصہ چار اونٹ تھے۔ اور بیس بکریاں ایک اونٹ کے مساوی شمار کی گئیں۔

(۴) سریۂ ضحاک بن سفیان کلابیؓ: اسی سال صفر ہی میں اور بقول بعض ربیع الاوّل میں۔ اور بقول بعض ۸ھ کے آخر میں۔ حضرت ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ کا سریۂ ـــــ بنو کلاب کے قبیلہ "قرطار" کی جانب روانہ فرمایا۔ القرطار (بضم قاف وفتح رار، اور مد کے ساتھ) یہ قبیلہ بنو بکر کی بعد ازاں بنو عبید بن کلاب کی ایک شاخ ہے۔ حضرت ضحاکؓ نے ان کو اسلام کی دعوت دی، مگر انہوں نے قبول نہیں کی چنانچہ مقابلہ ہوا، کفار کو ہزیمت ہوئی، اور

حضرت ضحاکؓ سالم وغانم واپس آئے۔

(۵) سریّۃ علقمہ بن مجزز مدلجیؓ: اسی سال ربیع الآخر میں علقمہ بن مُجزز (بضم میم وفتح جیم، اور پہلی زار معجمہ کی تشدید) مدلجی رضی اللہ عنہ کا سریّۃ ساحل جدّہ کی جانب روانہ فرمایا۔ یہاں حبشہ کے کچھ لوگ آکر جمع ہو گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین سو حضرات کی معیت میں روانہ فرمایا، چنانچہ یہ حضرات دہاں پہنچے تو وہ لوگ بھاگ گئے، اور مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔

(۶) سریّۃ امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ: اسی سال ربیع الآخر ھی میں حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا سریّۃ "فُلس" نامی بت کو منہدم کرنے کے لیے بنوطیؔ کی جانب روانہ فرمایا۔

فُلس، بضم فار وسکون لام۔ اور بعض نے فار اور لام دونوں پر ضمہ پڑھا ہے اور بعض نے فار کو فتحہ اور لام کو سکون کے ساتھ پڑھا ہے — یہ قبیلۂ بنوطیؔ کے ایک بُت کا نام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ڈیڑھ سو۔ اور بقول بعض دو سو سوارانِ کی معیت میں روانہ فرمایا، چنانچہ ان حضرات نے اس بُت کو منہدم کر دیا، اور اونٹ بکری، قیدی اور دیگر ساز وسامان غنیمت میں ہاتھ آیا۔ اسی مال غنیمت میں دو تلواریں تھیں، ان میں سے ایک کا نام "مخذم" (بکسر میم وسکون خائے معجمہ وفتح ذال معجمہ) اور دوسری کا نام "الرسوب" (بفتح رائے مہملہ) تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے یہ دونوں تلواریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے چھانٹ کر الگ کر لیں، چنانچہ یہ دونوں تلواریں غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا کرتی تھیں۔

اور قیدیوں میں مشہور سخی حاتم طائی کی صاحبزادی اور عدی بن حاتم کی ہمشیرہ

"سفانہ" بھی تھیں (سین مہملہ کے فتحہ اور فار کی تشدید کے ساتھ) عدی بن حاتم خود بھاگ کر ملک شام چلے گئے تھے۔ سفّانہ اسلام لے آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی جو نو سو کی تعداد میں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست پر قیدیوں کو بلا معاوضہ رہا کر دیا، یہ اپنے وطن واپس ہوئیں تو اپنے بھائی عدی بن حاتم کو اپنے اسلام لانے کی اطلاع کی، چنانچہ عدی بن حاتم سنہ ۱۰ھ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر سعادت ایمان سے مشرف ہوئے، رضی اللہ عنہ، ان کے اسلام کا قصہ تیسرے باب میں سنہ ۱۰ھ کے واقعات کے ذیل میں آئے گا۔

(۷) سریۂ عُکاشہ بن مِحصنؓ[۱۲] : اسی سال ربیع الآخر میں حضرت عُکّاشہ بن مِحصن رضی اللہ عنہ کا سریۂ جِناب بھیجا گیا۔

جِناب : بکسر جیم و تخفیف بار، پھر الف، پھر بار۔ یہ بنو قضاعہ کے دو قبیلوں بنو عُذرہ (عین مہملہ کے ضمہ اور ذال معجمہ کے سکون کے ساتھ) اور بنو بَلِیّ (بار کا فتحہ لام کا کسرہ اور یائے تحتانی کی تشدید) کی سرزمین کا نام ہے۔

(۸) سریۂ خالد بن ولیدؓ[۱۳] : اسی سال رجب میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تشریف فرما تھے، حضرت خالد بن ولید کا سریۂ اکیدر (بصیغہ تصغیر) ابن اکدر بن عبد الملک نصرانی کی جانب روانہ فرمایا۔ اکیدر کے اسلام لانے نہ لانے میں اختلاف ہے، صحیح قول، جس کے اکثر علماء قائل ہیں، یہ ہے کہ وہ بحالت کفر قتل ہوا، یہ ھرقل کی جانب سے دومۃ الجندل کا گورنر اور بذات خود بہت بڑا بادشاہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، کو چار سو بیس سواروں کی معیت میں اس کی جانب روانہ فرمایا۔ اکیدر نے ان حضرات سے دو ہزار اُونٹوں آٹھ سو گھوڑوں، چار سو زرہوں اور چار سو نیزوں پر صلح کی پیش کش کی جو قبول کر لی گئی، اور یہ حضرات اکیدر اور اس کے بھائی مصاد (بضم میم، و فتح

صاد مہملہ مخففہ) کو ساتھ لے کر آستانۂ نبوت پر حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جان و مال کی حفاظت فرمائی، انہیں عزت و احترام سے واپس فرمایا، اور امان کی تحریر عطا فرمائی۔

دومۃ الجندل کا ضبط حرکات اور اس کی تفسیر غزوات کے باب میں ۵ھ کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

(۹) **سریۂ ابوسفیانؓ بن حرب اور مغیرہ بن شعبہؓ** : اسی سال۔ سال کے آخر میں حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو "لات" نامی بت کو منہدم کرنے کے لیے طائف روانہ فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے جاکر اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اور وہاں جو کچھ مال تھا، سونا، چاندی، زیور کپڑے، خوشبو لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن یہ سارا مال تقسیم فرمادیا۔

(۱۰) **بعثِ ابوموسیٰ اشعریؓ و معاذ بن جبلؓ** : اور اسی سال اور بقول بعض ربیع الآخر ۱۰ھ سال کے آخر میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا۔ یمن کے دو علاقے تھے۔ بالائی علاقے کے لیے حضرت معاذ بن جبل کو اور پائیں علاقے کے لیے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر فرمایا۔ اور ان دونوں کو ارشاد فرمایا۔

یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا	آسانی کرنا اور تنگی نہ کرنا
وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا۔	اور خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ۔

(۱۱) اسی سال کا قصہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، جب یمن تشریف لے گئے تو ایک دن فجر کی نماز میں سورۂ نساء کی تلاوت فرماتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے۔

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔ (النساء: ۱۲۵) — اور بنالیا اللہ نے ابراھیم کو خلیل۔

تو پیچھے سے ایک مقتدی بولے : لَقَدْ قُرَّتْ عَيْنُ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ (ابراہیم کی والدہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔ یعنی بڑی خوش قسمت تھیں جن کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے خلیل بنالیا ہے)

فصل ۱۰ھ کے سرایا

① بقول[۶۶] بعض اسی سال حضرت ابوموسیٰ اور معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا گیا، جیسا کہ ابھی گذرا۔

② سریّۂ[۶۷] خالد بن ولیدؓ : اسی سال ربیع الاوّل میں۔ اور بقول بعض ربیع الآخر میں اور بقول بعض جمادی الاولیٰ میں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا سریّہ بنو عبد مدان (بفتح میم بر وزن سَحاب) کی جانب روانہ فرمایا، یہ قبیلہ بنو حارث بن کعب کی ایک شاخ تھا، جو یمن میں آباد تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کو دعوت اسلام دینے کی خاطر روانہ فرمایا اور ان سے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اسلام کی دعوت کو قبول کر لیں تو ان کا اسلام قبول کرکے انہیں امن دیں، اور اگر قبول دعوت سے انکار کریں تو ان سے قتال کریں، چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی، تو انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہی، اور اسلام لے آئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے اسلام قبول کرتے ہوئے انہیں امن دیا۔

③ سریّۂ[۶۸] مقداد بن اسودؓ : اسی سال حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ

کا سریہ عرب کے کچھ لوگوں کی جانب روانہ فرمایا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ،
جب ان کے قریب پہنچے تو وہ بھاگ کر منتشر ہوگئے، اور ایک آدمی باقی رہ گیا جس
کے پاس بہت سا مال تھا، اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا، اور مسلمانوں کو
السلام علیکم کہا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، نے یہ سمجھتے ہوئے کہ مجبوری کا
اسلام صحیح اور مقبول نہیں، اسے قتل کر ڈالا، واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو اطلاع کی گئی تو آپ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، کو بلا کر بہت ہی
عتاب فرمایا، اور ارشاد فرمایا:

یَامِقْدَادُ! قَتَلْتَ رَجُلاً یَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ کَیْفَ تَصْنَعُ بِلَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ.	مقداد! تو نے ایک ایسے شخص کو جو لا الہ الا اللہ، کہتا تھا، قتل کر دیا، تو (قیامت کے دن) لا الہ الا اللہ سے کیسے عہدہ برآ ہو گا۔

کہا گیا ہے کہ ارشاد خداوندی، "یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا" الآیۃ (النسآء: ۹۴) اسی قصہ میں نازل ہوئی۔ اور بعض کا
کہنا ہے کہ یہ آیت مُحَلِّم بن جثامہ کے قصہ میں نازل ہوئی، ان کا قصہ تیسرے
باب میں سنہ کے حوادث کے ذیل میں آئے گا۔

(۴) سریہ علی بن ابی طالبؓ: اسی سال رمضان میں حضرت علی بن ابی
طالب رضی اللہ عنہ، کا سریہ دوبارہ یمن بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان کو تین سو سواروں کی معیت میں روانہ فرمایا۔ یہ حضرات وہاں پہنچے تو انہیں
اسلام کی دعوت دی، مگر انہوں نے قبول نہیں کی، اس پر حضرت علی رضی اللہ
عنہ نے ان سے قتال کیا۔ ان کے بیس آدمی قتل ہوئے، اور باقی شکست کھا
کر منتشر ہو گئے اور ان سے بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ حضرت علی رضی

اللہ عنہ نے انہیں دوبارہ دعوت دی تو انہوں نے فوراً قبول کر لی، اس پر آپ نے ان سے ہاتھ روک لیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں رہ کر انہیں قرآن کریم پڑھاتے اور احکام اسلام سکھاتے رہے، یہاں تک کہ واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع میں ملے۔

⑤ سَرِیّہ بنو عبس ؛ اسی سال بنو عبس کے ۹ افراد کا ایک سریّہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ایک قافلے سے تعرض کے لیے روانہ فرمایا۔

⑥ سَرِیّہ رعیہ سحیمیؓ ؛ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریّہ رعیہ سحیمی کی جانب، ان کے اسلام لانے سے قبل روانہ فرمایا، یہ حضرات رعیہ کے پاس پہنچے تو اس کے مال مویشی، ساز و سامان اور اہل و عیال سب کچھ پکڑ لائے اور ایک چیز بھی نہ چھوڑی، بعد ازاں رعیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب کہ ان کا سارا مال تقسیم کیا جا چکا تھا۔ بہرحال یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام اور بیعت سے مشرف ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اہل و عیال اور مال و منال ان کو واپس کر دیئے۔

رِعیہ ؛ راء کے کسرہ، عین کے سکون، یاء کے فتحہ اور تائے تانیث کے ساتھ۔ اور طبری نے اس کو بصیغہ تصغیر (رُعیہ) ضبط کیا ہے۔ سُحَیمی؛ سین اور حائے مہملہ کے ساتھ بصیغۂ تصغیر۔

⑦ سَرِیّہ ابوامامہ باہلیؓ ؛ اسی سال حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا سریّہ بھیجا گیا، ان کا اسم گرامی صُدَیّ (صاد مہملہ کے ضمہ، دال کے فتحہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ) بن عجلان ہے۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم بنو باہلہ کی جانب، دعوت اسلام پیش کرنے کے لیے روانہ فرمایا چنانچہ

یہ اپنی قوم کے پاس گئے، انہیں اسلام کی دعوت دی، اور انہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔

فصل ۱۱ھ کے سرایا

یہاں ان سرایا کا ذکر ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہوئے اور بہت کم ان سرایا کا بھی ذکر آئے گا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے دور میں ہوئے۔

(۱) سریۂ جریر بن عبد اللہ رض۔ اس سال حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کا سریہ، ذوالخلصہ، کو منہدم کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ ذی الخلصہ خا معجمہ، لام اور صاد مہملہ تینوں کے فتحہ کے ساتھ، اس کے بعد تائے تانیث۔ یہ ایک مکان تھا جس میں قبیلہ خثعم اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ، کی قوم بنو بُجَیلَہ کا بت نصب تھا یہ مکان کعبہ شریف کی عداوت کی بنا پر تعمیر کیا گیا تھا، تاکہ لوگوں کی توجہ کعبہ شرفہ سے ہٹا کر ذوالخلصہ کی طرف پھیر دی جائے، وہ لوگ اس کو "کعبہ یمانیہ" کا نام دیتے تھے، اور مکہ مکرمہ کے کعبہ شریف کو "کعبہ شامیہ" کہتے تھے۔

زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں، "حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حجۃ الوداع سے مدینہ طیبہ واپسی کے بعد ہوا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تقریباً دو مہینے پہلے کا واقعہ ہے اھ"۔ زرقانی کے اس قول کے مطابق حضرت جریر رضی اللہ عنہ، کی روانگی محرم ۱۱ھ میں ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبیلۂ احمس کے ایک سو پچاس سواروں کی معیت میں روانہ فرمایا، جن میں حضرت ابو ارطاۃ رض بھی شامل تھے۔

ان حضرات نے اس نام نہاد کعبہ کو توڑ کر نذر آتش کر دیا، اور جو کفار وہاں موجود تھے انہیں تہ تیغ کر ڈالا۔ اور حضرت ابوارطاۃ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خوشخبری دے کر بھیجا، انہوں نے آکر عرض کیا "یارسول اللہ! ہم نے اس کو خارشی اونٹ جیسا کر کے چھوڑا" "مَا تَرَكْنَاهَا إِلَّا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اطلاع سے بے حد مسرت ہوئی اور آپؐ نے احمس کے سواروں اور پیادوں کے لیے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی، بعد ازاں حضرت جریر رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء سمیت مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے، ابھی راستہ ہی میں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی۔

(۲) **سَرِیّہ علی بن ابی طالبؓ و خالد بن سعید بن عاصؓ** : اسی سال حضرت علی بن ابی طالب اور خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہما کا سریّہ بجانب یمن روانہ فرمایا۔ اور ان سے ارشاد فرمایا: اگر دونوں اکٹھے رہے تو تم سب کے امیر علیؓ ہوں گے، اور اگر الگ الگ ہونے کی نوبت آئی تو تم دونوں اپنی اپنی جگہ امیر ہو گے۔ یہ حضرات یمن پہنچے اور کچھ لوگوں کو قید کر لائے۔

(۳) **سَرِیّہ خالد بن ولیدؓ** : اسی سال خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا سریّہ خثعم کی طرف یمن روانہ فرمایا، جب حضرت خالدؓ ان کے یہاں پہنچے تو پناہ لینے کی خاطر وہ لوگ سجدے میں گر گئے، مگر حضرت خالدؓ ان کا مطلب نہیں سمجھ پائے اس لیے، ان کو قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو ان کو نصف دیت ادا فرمائی۔

(۴) **سَرِیّہ اُسامہ بن زیدؓ** : اسی سال ماہ صفر کے اواخر میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا سریّہ "اُبنیٰ" کی جانب روانہ فرمایا، اور یہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا سب سے آخری سریّہ تھا۔ اُبنٰی، بضم ہمزہ وسکون با، پھر نون اور الف مقصورہ، علاقہ شام میں بلقار کی جانب سرزمین شراۃ کی ایک جگہ ہے۔

بروز ہفتہ ۲۶ر صفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان رومیوں سے مقابلہ کی تیاری کا حکم فرمایا، جو ملک شام پر قابض تھے، اگلے دن اتوار کو بتاریخ ۲۷ر صفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس جہاد کے لیے امیر لشکر مقرر فرمایا۔ بدھ کی رات آئی۔ اور یہ ماہ صفر کی تیسویں رات تھی۔ تو بخار تھا درد سر کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری مرض کا آغاز ہوا۔ یکم ربیع الاول جمعرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے جھنڈا تیار فرمایا، اور انہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت قتادہ بن نعمانؓ، حضرت سلمہؓ بن اسلم بن حریش وغیرہ جیسے اکابر مہاجرین و انصار کی ایک بڑی جماعت کی معیت میں روانہ فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَنْفِذُوْا جَیْشَ اُسَامَۃَ۔ اسامہؓ کے لشکر کو بھیجو۔

حضرت اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر مقام جرف میں خیمہ زن ہوئے، تاکہ وہاں سارا لشکر جمع ہو سکے، اور یہ جگہ جبل اُحد کے پیچھے غابہ سے ورے مدینہ سے تین میل دُور تھی، جب ان حضرات کو اطلاع ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض نازک صورت اختیار کر گیا ہے تو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابو عبیدہؓ اور کچھ دیگر حضرات مدینہ طیبہ واپس آگئے، ۱۲ر ربیع الاوّل بروز سوموار حضرت

اسامہ رضی اللہ عنہ، سفرِ جہاد کے لیے کوچ کیا چاہتے تھے کہ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ آخرت کی اطلاع آئی ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اس لیے وہ اپنے تمام رفقاء سمیت مدینہ لوٹ گئے۔

پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ، کی روانگی کا حکم فرمایا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اس کا بہت ہی اہتمام فرمایا تھا۔

چنانچہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، تین ہزار کا لشکر لے کر موضع جرف سے یکم ربیع الآخر ۱۱ھ کو روانہ ہوئے۔ لشکر میں سات سو قریشی حضرات شامل تھے، اور لشکر کے پاس ایک ہزار گھوڑے تھے۔ یہ حضرات منزل بمنزل چلتے ہوئے اُبنی پہنچے، وہاں مشرکوں سے جنگ ہوئی اور ان میں سے جو لوگ مقابلہ میں آئے انہیں قتل کیا، ان کے بیوی بچوں کو قید کیا، ان کے اموال کو غنیمت بنایا۔ اور ان کے گھر بار اور کھیتوں اور باغات کو نذرِ آتش کر دیا۔ اور اس مقابلہ میں کسی ایک مسلمان کا بھی نقصان نہیں ہوا، چنانچہ حضرت اسامہ سالم و غانم مدینہ واپس آگئے، اس وقت ان کا سن مبارک اٹھارہ سال تھا۔ رضی اللہ عنہ،

باب سوم

مغازی اور سرایا کے علاوہ وہ دیگر حوادث و واقعات جو بعد از ہجرت، وصالِ نبوی تک پیش آئے، ہم نے اس باب کو گیارہ فصلوں پر تقسیم کیا ہے۔

فصل ۱ھ کے واقعات

① اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے قبل، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دوسری بار مدینہ بھیجا، تاکہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں اور احکام اسلام کی تعلیم دیں، چنانچہ ان کی تعلیم و تبلیغ کی برکت سے بہت سی مخلوق ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئی، بنو عبد الاشہل کا سارا قبیلہ ایک ہی دن اسلام لایا، اس قبیلہ کا کوئی فرد، مرد ہو یا عورت، ایسا نہیں رہا جو اسلام نہ لایا ہو، جیسا کہ اس رسالہ میں قسم اوّل نبوت کے ذیل میں مفصل گذرا۔

② ہجرتِ نبوی: اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مطہرہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، اس بابرکت سفر میں آپ کے خیر رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، تھے۔ دونوں حضرات کے ساتھ حضرت صدیق اکبرؓ کے غلام عامرؓ بن فہیرہ اور ایک اور شخص تھا جس کو راستے کی واقفیت تھی، اس کا نام عبد اللہ بن اُرَیقط الدیلی تھا۔ اس کو راہنمائی کے لیے ساتھ لیا تھا، یہ شخص اس وقت مسلمان نہیں تھا اور اس کے بعد بھی اس کا اسلام لانا کسی صحیح روایت سے

ثابت نہیں، البتہ واقدی نے اس کا اسلام لانا ذکر کیا ہے اور اسی سے ذہبی نے تجرید میں نقل کر دیا، مگر محدثین کو واقدی کے ضعف کی بنا پر اس میں تردد ہے، واللہ اعلم۔

(۲) **دعاءِ نبوی بوقت ہجرت:** اسی سال کا واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے ارادہ سے مکہ سے نکلے تو یہ دعا کی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ وَلَمْ اَكُ شَیْئًا،	اللہ پاک کا بیحد شکر ہے جس نے مجھے پیدا کیا، حالانکہ میں کچھ بھی نہیں تھا۔
اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی هَوْلِ الدُّنْیَا وَعَوَائِقِ الدَّهْرِ وَمَصَائِبِ اللَّیَالِیْ وَالْاَیَّامِ	اے اللہ! دنیا کی ہولناکیوں، زمانے کی رکاوٹوں اور رات دن کے مصائب کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔
اَللّٰهُمَّ اصْحَبْنِیْ فِیْ سَفَرِیْ وَاخْلُفْنِیْ فِیْ اَهْلِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا رَزَقْتَنِیْ وَعَلٰی صَالِحِ خُلُقِیْ فَقَوِّمْنِیْ وَاِلَیْكَ رَبِّیْ فَحَبِّبْنِیْ وَاِلَی النَّاسِ فَلَا تَكِلْنِیْ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَاَنْتَ رَبِّیْ	اے اللہ! میرے سفر میں میرے ساتھ رہیو، اور میرے اہل وعیال کی خود حفاظت فرمائیو، اور آپ نے مجھے جو رزق عطا فرمایا ہے اس میں برکت فرمائیو، اور مجھے صالح اخلاق پر قائم رکھیو، اور مجھے صرف اپنی تحویل میں رکھیو اور مجھے لوگوں کے حوالے نہ کیجیو، آپ ہی کمزور دل کے رب ہیں، اور آپ ہی میرے رب ہیں
اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ بِهِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَكَشَفَتْ	میں آپ کی کریم ذات کی پناہ لیتا ہوں جس سے آسمان وزمین روشن ہیں اور جس سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور جس

بِهِ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اَنْ يَحِلَّ عَلَيَّ غَضَبُكَ اَوْيَنْزِلَ بِيْ سَخَطُكَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَ تَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَ فُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ لَكَ الْعُتْبٰى عِنْدِيْ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِكَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔

سے سب اگلوں پچھلوں کے کام بنتے ہیں، میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس امر سے کہ تیرا غضب مجھ پر ٹوٹے، یا تیری ناراضگی مجھ پر نازل ہو، میں تیری پناہ چاہتا ہوں، تیری نعمت کے زائل ہونے، تیری عطا کی ہوئی عافیت کے چھن جانے، تیرے عذاب کے اچانک نازل ہونے اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے، انجام صرف تیرے قبضہ میں ہے، میرے بس میں صرف وہی ہے جس کی میں طاقت رکھتا ہوں، اور مجھے آپ ہی کی جانب سے توفیق ملتی ہے، برائی سے ہٹنے اور بھلائی کرنے کی طاقت آپ ہی کی مدد سے ہے۔

حافظ ابونعیمؒ نے اپنی سند سے یہ دعا اسی طرح روایت کی ہے، اور حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں نقل کی ہے۔

④ غارِ ثور کو روانگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خمیس کی رات کو، جو ربیع الاوّل کی چاندرات تھی، مکہ مکرمہ کو خیرباد کہہ کر غار ثور کی جانب روانہ ہوئے اور یہاں تین راتیں قیام فرمایا، یعنی شب جمعہ، شب ہفتہ، شب اتوار، اور پیر کی رات کو جو ربیع الاوّل کی پانچویں رات تھی، غار سے نکل کر مدینہ کا راستہ لیا، یہاں تک کہ ۱۲ ربیع الاوّل بروز پیر چاشت کے وقت مدینہ طیبہ میں رونق

افروز ہوتے۔

شامی نے اپنی سیرت میں اسی طرح ذکر کیا ہے، یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں داخل ہونے سے بظاہر یہ مراد ہے کہ آپ قبا میں داخل ہوئے کہ فنائے شہر میں داخلہ بھی اس شہر میں داخلہ شمار کیا جاتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے "جذب القلوب" میں اسی پر جزم کیا ہے۔

اور اس توجیہ کی ضرورت ہمیں اس لیے پیش آئی کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے قبا میں وارد ہوئے۔ دہاں "کچھ اوپر" دس راتیں (بِضْعَ عَشَرَةَ لَيْلَةً) قیام فرمایا۔ اور وہاں مسجد قبا تعمیر فرمائی، پھر جمعہ کے دن قبا سے مدینہ طیبہ منتقل ہوئے۔ "بضع" (کچھ اوپر) کا لفظ ایک سے نو تک پر بولا جاتا ہے، جیسا کہ النہایہ لابن اثیر جزری، اللوامع اور کشف اللغات میں مذکور ہے، اندریں صورت "بضع عشرۃ" کی تفسیر "گیارہ راتوں" سے کرتے ہوئے یہ توجیہ کی جائے گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبا میں تشریف آوری ۱۲ ربیع الاوّل کو بروز سوموار ہوئی، گیارہ راتیں وہاں قیام رہا۔ اور ۲۲ ربیع الاوّل بروز جمعہ مدینہ تشریف لے گئے، اس توجیہ سے تمام اقوال مذکورہ جمع ہو جاتے ہیں، اور اختلاف اُٹھ جاتا ہے۔

اور ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبا میں قیام کی مدّت چار دن ذکر کی گئی ہے، اس کے مطابق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود مدینہ طیبہ میں داخل ہونا ۱۶ ربیع الاوّل بروز جمعرات قرار پاتا ہے۔

بہرکیف سیرت شامیہ وغیرہ میں جو ۱۲ ربیع الاوّل بروز سوموار مدینہ طیبہ میں داخل ہونا ذکر کیا گیا، اس کو قبا میں داخل ہونے پر محمول کرنا ناگزیر ہے، فتدبر۔ واللہ اعلم۔

⑤ **حضرت اسمار کا لقب ، ذات النطاقین :** اسی رات جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے مکہ سے نکل کر غارِ ثور کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تھے ، گھر کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے زادِ سفر تیار کیا ، ایک تھیلے میں کھانے کا کچھ سامان اور ایک مشکیزے میں پانی تھا ، تھیلے اور مشکیزے کا منہ باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ ملی تو حضرت اسمار بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے کمر بند کو پھاڑ کر اس کے دو حصے کئے ، ایک کے ساتھ توشہ دان کا اور دوسرے کے ساتھ مشکیزے کا منہ باندھ دیا ، اس عمل کی وجہ سے ان کا نام " ذات النطاقین (دو کمر بندوں والی) رکھا گیا۔

⑥ **غارِ ثور میں داخل ہونا :** اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں غار ثور میں داخل ہوئے۔ اور تین رات وہاں قیام رہا ، جیسا کہ ابھی گذرا۔

⑦ **مکڑی کا جالا ،** اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ ان ایام میں مکڑی نے غار کے دروازے پر جالا تانے رکھا۔

⑧ **کبوتری کے انڈے :** اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ کبوتروں کے ایک جوڑے نے غار کے دروازے پر گھونسلا بنایا اور انڈے دیئے ، مکڑی کے جالے اور کبوتروں کے انڈوں نے غار کو مضبوط قلعہ بنا دیا اور اس سے کفار یہ سمجھے کہ اس غار میں کوئی انسان نہیں ہو سکتا چنانچہ شرف الدین بوصیریؒ " قصیدہ بردہ " ..... میں فرماتے ہیں۔

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوتَ عَلَى   خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

ترجمہ: اور کفّار یہ سمجھے کہ سردارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اگر غار میں تشریف فرما ہوتے تو غار کے دروازے، پر نہ مکڑی نے جالا تنا ہوتا، نہ کبوتروں نے انڈے دیئے ہوتے

⑨ **غارِ ثور میں سانپ کا قصہ:** اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب غار میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! اس تاریک رات میں اس سنسان غار کے اندر آپؐ مجھ سے پہلے داخل نہ ہوں، میں پہلے داخل ہوتا ہوں تاکہ غار میں اگر کوئی سانپ بچھو یا کوئی اور موذی چیز ہو تو مجھے کاٹے، آپؐ کو نہیں، چنانچہ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر گئے، چاروں طرف ٹٹول کر دیکھا تو بہت سے سوراخ تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کپڑا پھاڑ کر وہ سارے سوراخ بند کر دیئے، مگر ایک سوراخ باقی تھا کہ کپڑا ختم ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر پاؤں کی ایڑی رکھ کر اسے بھی بند کر لیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اندر تشریف لایئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے۔ اسی سوراخ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک سانپ نے کاٹ لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپؐ نے اس جگہ اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعاءِ برکت فرمائی، فوراً تکلیف جاتی رہی، گویا کبھی تھی ہی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَبَا بَكْرٍ مَعِيَ فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔	اے اللہ! ابوبکرؓ کو قیامت کے دن میرے ساتھ ہی میرے درجہ میں رکھیو۔

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ہم نے آپ کی دعا منظور کر لی۔

(۱۰) اُمِّ معبد کا ایمان لانا : اسی سال، سفرِ ہجرت کے دَوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اُمّ معبد خزاعیہ کے خیمے کے پاس سے ہوا۔ امّ معبد کا نام "عاتکہ" تھا اور وہ "قدید" میں رہائش پذیر تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں فروکش ہوئے، اور امّ معبد اور ان کے شوہر ابو معبد خزاعی اسلام اور بیعت سے مشرف ہوئے۔

(۱۱) امِّ معبد کی بکری کا قصّہ : اسی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امّ معبد کی اجازت سے ان کی بکری کا دُودھ دوہا، یہ بکری بے حد لاغر اور مریل تھی، اور اس سے کبھی نر کا ملاپ بھی نہیں ہوا تھا۔ اس لیے اس کے تھنوں میں دُودھ کا نام ونشان تک نہ تھا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑے برتن میں اس کا دودھ نکالا، اپنے رفقاء کو پلایا پھر اُمِّ معبد کو پلایا۔ بعدازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پیا۔ پھر اسی قسم کے برتن میں دوبارہ دودھ نکالا، اور اسے امّ معبد کے حوالے کر کے تشریف لے گئے، بعدازاں یہ بکری عام الرمادہ تک صبح وشام اسی کثرت سے دُودھ دیتی رہی۔ عام الرمادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں ۱۸ھ کا نام ہے۔

(۱۲) سراقہ بن مالک کا قصّہ : اسی سفرِ ہجرت میں یہ معجزہ رونما ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور سے نکل کر عازمِ مدینہ ہوئے تو بہت سے کفار آپ کے تعاقب میں نکلے، مگر کوئی شخص آپؐ تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوا، البتہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امّ معبد کے یہاں سے روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی آپؐ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا، ابوجہل لعین اور دیگر کفارِ قریش — خذلہم اللہ — نے سراقہ کے لیے

شرط رکھی تھی کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور ابوبکر کو قتل کر ڈالو، یا ان میں سے کسی کو زندہ گرفتار کر لاؤ تو تمہیں سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ سراقہ انعام کے لالچ میں گھوڑے پر سوار ہوا اور ان حضرات سے آملا، جب دو تین نیزے کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نے عرض کیا: یارسول اللہ! لیجیے دشمن آپہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا بِمَا شِئْتَ — اے اللہ! ہماری کفایت فرما جیسے تو چاہے۔

دعا کی دیر تھی کہ سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں تک۔ اور ایک روایت کے مطابق پیٹ تک سنگلاخ زمین میں دھنس گیا، سراقہ نے پکار کر کہا، اے محمد! میں نے جان لیا ہے کہ یہ آپ ہی کا عمل ہے، اللہ عزّ وجل سے دعا کیجیے کہ مجھے اس آفت سے نجات دے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی یہ حرکت نہیں کروں گا۔ اور دوسروں سے آپ کا معاملہ مخفی رکھوں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اور اس کا گھوڑا نکل آیا۔ وہ وہیں سے واپس لوٹ گیا، سراقہ اس دن اسلام نہیں لایا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین سے فارغ ہوئے تب اسلام لایا۔ رضی اللہ عنہ [1]

---

[1] دیگر مؤرخین نے سراقہ کے قصہ میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ سراقہ! تیری کیا حالت ہوگی جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے؟ عرض کیا: مجھے؟ فرمایا: ہاں تجھے! عرض کیا، اس کی تحریر لکھ دیجیے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر لکھوائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے دورِ خلافت میں جب ایران فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ مسجد نبوی میں

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

(۱۳) بریدہ بن حصیب کا اسلام : اسی سفر کے دَوران جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچنے کے قریب تھے، بریدہ بن حصیب نے اپنی قوم کے تقریباً اسّی افراد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، یہ لوگ مکہ و مدینہ کے درمیان آباد تھے، اور ابوجہل لعین اور دیگر کفّارِ قریش نے ان کو پیغام بھیجا تھا کہ اگر وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیں تو انہیں سو اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے، جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے چہرۂ انور میں نبوّت کا نُور جگمگاتا دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات سُنے کہ آپؐ توحید اور دینِ حق کی دعوت دیتے ہیں تو حضرت بریدہ اپنے تمام رفقاء سمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام لائے، اور مدینہ طیبہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے آپؐ کو مدینہ طیبہ پہنچا کر اپنی قوم میں واپس آ گئے پھر غزوۂ اُحد کے بعد مدینہ طیبہ آئے اور پھر یہیں کی سکونت اختیار کی۔ رضی اللہ عنہ

(۱۴) مسجد قبا کی تعمیر : اسی سال کا یہ واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے قبل قبا میں فروکش ہوئے تو دس سے کچھ زیادہ دن یہاں قیام فرمایا۔ اسی قیام کے دوران یہاں مسجد تعمیر فرمائی اور اس کی تعمیر میں صحابہ کرامؓ کے علاوہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بنفسِ نفیس حصہ لیا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی مسجد تعمیر ہوئی، اسی بنا پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى   البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن

بقیہ حاشیہ ـــــ ڈھیر کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کے سامنے ان کو کسریٰ کے کنگن پہنائے۔ واللہ اعلم۔ مترجم

مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ۔ (التوبہ ۱۰۸۰)

ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپؐ اس میں قیام فرمائیں۔

اور تعمیر مسجد کی یہی مصروفیت تھی جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دس سے زیادہ دن یہاں ٹھہرنا پڑا۔

⑮ سب سے پہلا جمعہ: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنو سالم بن عوف میں جمعہ کی نماز پڑھی اور جمعہ کا خطبہ دیا۔ بنو سالم بن عوف کی آبادی قبا، اور مدینہ کے درمیان تھی۔ اسی بنا پر یہ مسجد، مسجد جمعہ کہلاتی ہے۔ یہ اسلامی تاریخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا جمعہ اور سب سے پہلا خطبہ تھا۔ اس خطبہ کے تمام الفاظ سیرت کازرونی اور دیگر کتب سیرت میں مذکور ہیں۔

اور یہ مسجد اب تک موجود ہے۔ ہم بھی ۱۳۶۱ھ میں اس کی زیارت سے مشرف ہوئے، اس وقت اس کی جدید تعمیر ہو چکی تھی، جیسا کہ پہلے گزرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبار میں دس دن سے کچھ زائد قیام کے بعد وہاں سے مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں بنو سالم بن عوف نے برکت کے لیے تھوڑی دیر اپنے یہاں قیام کی درخواست کی، ان کی درخواست پر آپؐ وہاں ٹھہرے، وہیں آیت جمعہ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ، الآیۃ۔ نازل ہوئی، چنانچہ آپؐ نے بنو سالم کی بستی میں جمعہ پڑھا اور خطبہ دیا، اور بعد از جمعہ سوار ہو کر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اس روایت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروز جمعہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اور پہلے گزر چکا ہے کہ آپؐ کا داخلہ پیر کے دن

ہوا تھا، ان دونوں کے درمیان تطبیق کی صورت اس کے بغیر ممکن نہیں کہ بضع عشرۃ (دس دن سے زیادہ) کے لفظ کو گیارہ وغیرہ پر محمول کیا جائے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اور آگے بھی آتا ہے۔

(۱۶) **مدینہ میں داخلہ کی تاریخ** : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبا سے مدینہ کی طرف جمعہ کے دن ۲۲ ربیع الاوّل کو۔ یا دوسری روایت کے مطابق ۱۶ ربیع الاوّل کو۔ روانہ ہوئے، راستہ میں بنو سالم بن عوف کی بستی میں جمعہ پڑھنے کے بعد (اسی دن) مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے، جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔

(۱۷) **مدینہ طیبہ میں آپ کا استقبال** : اسی سال کا واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وارد مدینہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی میں مدینہ طیبہ کے مرد عورتیں اور بچے بچیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے نکل پڑیں۔ اور پردہ نشین خواتین مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں بنو نجار کی کمسن بچیاں یہ شعر پڑھ رہی تھیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ	ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں واہ خوب!
فَيَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ہمسائے ہوں گے۔
طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا	ہم پر ثنیات الوداع سے
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ	ماہ کامل کا طلوع ہوا۔
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا	ہم پر اس نعمت کا شکر واجب ہے
مَا دَعَى اللهَ دَاعٍ	جب تک کہ کوئی پکارنے والا اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔

اور رزین کی روایت میں اس شعر کا اضافہ ہے ؛

أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ۔	اے وہ ذات گرامی جسکو (نبی بناکر) ہم میں بھیجا گیا ہے آپؐ ایسا حکم لے کر آئے ہیں جس کی ہر حال میں اطاعت کی جائے گی۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ اشعار غزوۂ تبوک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے موقع پر پڑھے گئے ہیں، ان دونوں اقوال کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ دونوں موقعوں پر پڑھے گئے ہوں گے۔

(۱۸) **ناقہ کا مامور ہونا :** اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو آپؐ ناقہ پر سوار تھے، مدینہ طیبہ کے ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں فروکش ہوں، ہر شخص ناقہ کی مہار پکڑ کر اپنی درخواست پر اصرار کرتا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: "اسے چھوڑ دو! اس کو جہاں کا حکم ہے وہیں بیٹھے گی" چنانچہ جب ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے پہنچی تو وہاں بیٹھ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ مبارک کے بیٹھنے کی جگہ مدینہ طیبہ میں اب تک محفوظ ہے۔ اس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے اور اس جگہ لوگ نماز پڑھتے ہیں[1]

(۱۹) **حضرت ابو ایوبؓ کا شرف میزبانی :** اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کو شرف مہمانی بخشا، اور مسجد نبوی کی تعمیر شروع فرمادی اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(۲۰) **حجروں کی تعمیر :** اسی سال جن دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر قیام فرماتے ہیں (ازواج مطہراتؓ کے) حجرے تعمیر

---

[1] یہ جگہ اب مسجد نبوی کی توسیع کے پیش نظر صاف کر دی گئی ہے۔

فرمائے ہیں، اور جب وہ تیار ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان میں منتقل ہو گئے ،حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان میں قیام کی مدت - واقدی کے قول کے مطابق - سات مہینے ہے اور دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ ایک ماہ سے بھی کم وہاں رہے۔

(۲۱) **حضرت علیؓ کی ہجرت :** اسی سال حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اہل مکہ کی امانتیں واپس کرنے کے لیے پیچھے چھوڑ آئے تھے ، چنانچہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم و بیش تین دن مکہ میں رہے۔ بعد ازاں مکہ سے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری سے قبل قبا میں آپ سے آملے۔

(۲۲) **معجزۂ شفا :** اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ قبا پہنچے تو تیز چلنے کی وجہ سے ان کی ٹانگوں میں شدید تکلیف تھی ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کی جگہ اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعا فرمائی ، درد فوراً جاتا رہا۔ بعد ازاں انہیں مدت العمر کبھی یہ تکلیف نہ ہوئی۔

(۲۳) **تاریخ ہجری کا آغاز :** اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں فروکش تھے ، ابتدا تاریخ کا حکم فرمایا ، چنانچہ ہجرت نبوی سے تاریخ کا آغاز کیا گیا ، اور سن ہجری کا پہلا مہینہ محرم قرار دیا گیا ، کیونکہ عربوں کے یہاں محرم سال کا پہلا مہینہ شمار ہوتا ہے ، نیز اسی مہینے حاجی اپنے گھروں کو واپس لوٹتے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ تاریخ ہجری کی وضع اور سن ہجری کا محرم سے آغاز سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت ۱۷ھ میں

فرمایا تھا مگر پہلا قول زیادہ راجح ہے۔

(۲۴) **اہل بیت کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت:** اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے چند دن بعد مندرجہ ذیل خواتین نے ہجرت کی، حضرت فاطمۃ الزہرا، ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ام المومنین سودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مربیہ ام ایمن، ام المومنین عائشہ صدیقہ، اور ان کی ہمشیرہ اسماء بنت ابی بکر اور حضرت عائشہ کی والدہ ماجدہ ام رومان رضی اللہ عنہن۔

مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع کو (یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے) حضرت عبد اللہ بن ابی بکر کی معیت میں ان خواتین کو مکہ سے مدینہ لانے کے لیے بھیجا، دو اونٹ اور پانچسو درہم ان کو عطا فرمائے، چنانچہ یہ حضرات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے گھر کی ان خواتین کو لے کر مدینہ پہنچے۔ ان کی آمد ہجرت نبوی سے سات ماہ بعد ہوئی، چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا قبا پہنچیں تو پورے دنوں کی حاملہ تھیں، قبا ہی میں ان کے صاحبزادے عبد اللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی، اور ان کی پیدائش صحیح قول کے مطابق شوال سنہ ۱ھ کی ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں ذکر کیا ہے۔

(۲۵) **مسجد نبوی کی تعمیر:** اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد شریف اور اہل خانہ کے لیے مکانات بنوائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف کی جگہ رافع بن عمرو کے لڑکوں سہل اور سہیل کا مربد (کھجور خشک کرنے کی جگہ) تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ جگہ خرید کر یہاں

مسجد شریف تعمیر کی، اس مسجد کی تعمیر کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں، جو بڑی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۲۶) صفہ کی تعمیر: اسی سال مسجد کے پہلو میں ایک سائے دار جگہ (چھپر) بنائی کہ مساکین یہاں ٹھکانا کریں یہ جگہ صفہ کہلاتی تھی، اور یہاں رہنے والوں کو "اہلِ صُفّہ" کہا جاتا تھا۔

(۲۷) اذان واقامت کی ابتدار: اسی سال، اذان واقامت کی ابتدار ہوئی، اولاً عبداللہ بن زید بن عبدربہ الانصاری الخزرجی کو اذان واقامت کا طریقہ خواب میں بتایا گیا۔ بعد ازاں اس کے مطابق وحی نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی ان کی تصویب فرمائی، اور ایک قول یہ ہے کہ اذان واقامت کی ابتدار ۲ھ میں ہوئی، حافظ ابن حجرؒ، فتح الباری میں فرماتے ہیں: "پہلا قول یعنی ۱ھ میں اذان واقامت کی ابتدار ہونا زیادہ راجح ہے" اور قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں، "پہلا قول صحیح ہے"

احادیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جس کو اذان دینے کا شرف حاصل ہوا وہ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ تھے، حضرت عبداللہ بن زیدؓ اذان کے وہ کلمات، جو جبریل علیہ السّلام سے انہوں نے سیکھے تھے، حضرت بلالؓ کو ایک ایک کرکے تلقین کرتے جاتے اور حضرت بلالؓ انہیں بلند آواز سے ادا فرماتے۔

اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جب رات کو خواب میں اذان دیکھی تو رات ہی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کی اطلاع کی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ یہ کلمات بلال کو سکھائیں اور وہ اذان کہیں، اس روایت

کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے نمازِ فجر کی اذان کہی، کیونکہ حضرت عبد اللہ بن زید نے راتوں رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب کا واقعہ بیان فرمایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا مہلت انہیں حضرت بلال کو کلمات اذان تلقین کرنے کا حکم فرمایا۔ "فَأَمَرَهُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں لفظ فار کا مقتضٰی یہی ہے اس صورت میں سب سے پہلے نماز فجر میں اذان دینا ثابت ہوتا ہے۔

(۲۸) بھیڑیئے کا گفتگو کرنا : اسی سال چرواہے کے ساتھ ایک بھیڑیئے نے گفتگو کی اور اس کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دی، اس چرواہے کا نام اہبان بن اوس تھا اور اس کی کنیت "ابو عقبہ" تھی، اس چرواہے نے جب بھیڑیئے کا کلام سُنا اور اس کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا تو اس نے بھیڑیئے سے کہا: "اگر کوئی میری بکریوں کا نگہبان ہوتا تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتا اور آپؐ کے سامنے اسلام لاتا۔" بھیڑیئے نے کہا: "اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ، اور اسلام لاکر جلدی واپس آجاؤ تو اتنی دیر تک تمہاری بکریوں کی نگہداشت میں کروں گا۔" چنانچہ اہبان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، اور اپنے کُفر سے توبہ کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بھیڑیئے کا قِصّہ ذکر کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ قِصّہ سن کر بہت خوش ہوئے، بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بکریوں کے پاس جانے کی اجازت دی، یہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بھیڑیا ان کی بکریوں کو چَرا رہا ہے اور بکریاں تمام صحیح سالم ہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ تھا، جیسا کہ بھیڑیئے کا گفتگو کرنا اور آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا خود عظیم الشان معجزہ تھا۔
اور ایک قول یہ ہے کہ اہبان رضؓ کے اسلام لانے اور بھیڑیئے کے ان سے گفتگو کرنے کا واقعہ ۶ھ میں پیش آیا۔ پہلا قول شیخ عبد الحق محدث دھلوی کی تالیف "جذب القلوب" میں اور دوسرا قول "تذکرۃ القاری بحل رجال البخاری" میں مذکور ہے، قصہ اہبان کی باقی تفصیلات بھی ان کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(۲۹) **حضرت عثمان بن مظعون کا انتقال**، اسی سال حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد ۲ھ میں ان کا انتقال ہوا، یہ سب سے پہلے مہاجر ہیں، جو جنت البقیع میں دفن کیے گئے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(۳۰) **براء بن معرورؓ کا انتقال**، اسی سال، صفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے ایک ماہ قبل حضرت براء بن معرور الانصاری السلمی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور نقباء میں سب سے پہلے ان ہی کا انتقال ہوا۔

(۳۱) **تین مشرکوں کی موت**؛ اسی سال تین مشرک سردار ہوئے، ولید بن مغیرہ مکہ میں، عاص بن وائل مکہ میں اور ابوصیحہ طائف میں، تینوں اپنے کفر و شرک پر مرے۔

(۳۲) **نعمان بن بشیر کی ولادت**: اسی سال جمادی الاولیٰ میں حضرت نعمان بن بشیر الانصاری الخزرجی کی ولادت ہوئی، یہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے بھانجے ہیں، اور یہ سب سے پہلے انصاری بچے ہیں جن کی ولادت ہجرت کے بعد، مدینہ میں ہوئی، یہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے چھ مہینے بڑے تھے۔

(۳۲) **عبداللہ بن زبیر کی ولادت:** اسی سال ہجرت سے چھ ماہ بعد شوال میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت قبار میں ہوئی، ہجرت سے چھ مہینے بعد ولادت اس صورت میں ہے جبکہ ہجرت کے مہینے (ربیع الاول) اور ان کی ولادت کے مہینے (شوال) کا اعتبار نہ کیا جائے۔ یہ سب سے پہلا بچہ تھا جو ہجرت کے بعد مدینہ میں کسی مہاجر کے گھر پیدا ہوا۔

علمار سیرت نے لکھا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد زید بن حارثہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہما کو مکہ بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو مدینہ لائیں، چنانچہ وہ گئے اور ان حضرات کو لے کر آئے، ان ہی میں حضرت اسمار بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا تھیں، جو پورے دنوں کی حاملہ اور قریب الولادت تھیں، جب قبار پہنچے تو ان کے بطن سے حضرت عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے، مسلمانوں کو ان کی پیدائش سے بے پایاں مسرت ہوئی، کیونکہ یہود نے یہ خبر اڑا رکھی تھی کہ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ پر جادو کر رکھا ہے۔ لہٰذا ہجرت مدینہ کے بعد ان کے یہاں نرینہ اولاد نہیں ہوگی۔ چنانچہ جب پہلے انصار میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی، مگر یہود نے یہ تاویل کی کہ ہم نے مہاجرین پر جادو کیا تھا نہ کہ انصار پر۔ بعد ازاں جب مہاجرین میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ولادت ہوئی تو مسلمانوں کو بہت ہی مسرت ہوئی۔ حضرت اسمار رضی اللہ عنہا نے ان کو لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھدیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کے منہ میں ڈالا، پس سب سے پہلے جو ان کے پیٹ میں چیز داخل ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تھا، پھر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور منگوا کر اسے چبایا اور ان کے تالو کو لگائی (عربی میں اسے "تحنیک" کہتے ہیں) اور ان کے لیے دعا برکت فرمائی۔

اور اسود کا یہ دعوےٰ احادیث صحیحہ کی بنا پر مردود ہے کہ "نعمان بن بشیر" اور "ابن زبیر" دونوں ۲ھ میں پیدا ہوئے۔ نعمان ہجرت سے چودہ مہینے بعد اور ابن زبیر بیس مہینے بعد۔

(۲۴) **حضرت انسؓ بارگاہِ نبوت میں:** ام سلیم رضی اللہ عنہ، حضرت انس کو بارگاہِ نبوت میں لائیں تاکہ وہ رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کریں، کیونکہ انصار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں مختلف ہدیے پیش کیا کرتے تھے، مرد بھی اور عورتیں بھی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو یہ دیکھ کر حسرت ہوئی کہ ان کے پاس کوئی چیز نہیں جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر سکیں، بالآخر وہ اپنے صاحبزادے حضرت انسؓ کو لے آئیں اور عرض کیا "خُوَیْدِمُكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" (یارسول اللہ! یہ آپ کا ننھا منا خادم ہے اِسے قبول فرمایئے)

(۲۵) **زکوٰۃ کی فرضیت:** اسی سال، ان اموال میں جو نصاب کی حد کو پہنچتے ہوں زکوٰۃ فرض ہوئی، یہی قول زیادہ راجح ہے، اور ایک قول یہ ہے ۲ھ میں صدقۂ فطر کے بعد زکوٰۃ فرض ہوئی۔

(۲۶) **حضرت عائشہؓ کی رخصتی:** اسی سال شوال میں ہجرت کے چھ ماہ بعد ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی عمل میں آئی، ان کا سن مبارک اس وقت نو برس تھا، ان کی رخصتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ کا ان کے پاس تشریف لے جانا بروز بدھ "سنح" نامی جگہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر، دن کے وقت ہوا۔

اسی بنا پر نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں، "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عمل کی پیروی کرتے ہوئے شوال میں شادی کرنا ہر مومن کے لیے مسنون یا مستحب ہے"۔ اور اس سے رافضیوں کے اس زعم کی کھلی تردید ہوتی ہے کہ دونوں عیدوں کے درمیان نکاح اور رخصتی مکروہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی شوال ۲؁ھ میں ہوئی۔ مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد قبل ازیں شوال ۱۰؁ نبوت میں ہجرت سے تین سال قبل ہو چکا تھا، اس وقت ان کی عمر مبارک چھ سال تھی۔

(۳۷) عبد اللہ بن سلام کا اسلام: اسی سال، حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے اہل خانہ اور اپنی پھوپھی خالدہ بنت حارث سمیت دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے اور ابو ایوب انصاری کے گھر فروکش ہونے کے پہلے دن ہی اسلام لے آئے، شیخ دہلوی نے "جذب القلوب" میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ اور حق تعالیٰ کا ارشاد "وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ" الآیۃ۔ (اور گواہی دی ایک گواہی دینے والے نے اس کی مثل پر۔ اور تم نے تکبر کیا) اسی دن یا اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن سلام کی شان میں نازل ہوا، نیز ان ہی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ۔	آپ فرما دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور "وہ شخص جس کے پاس (آسمانی)

کتاب کا علم ہے" کافی گواہ ہیں۔

(۲۸) عمرو بن عبسہؓ کی آمد: اسی سال عمرو بن عبسہ حاضر خدمت ہوئے اور بُت پرستی چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام لائے، اور پکّے سچّے مسلمان بن گئے، شامی نے اپنی سیرت میں اسی کا ذکر کیا ہے، مگر علاّمہ عامری نے "الریاض المستطابہ" میں لکھا ہے کہ "یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں نبوّت کے پہلے سال اسلام لائے، بلکہ اسلام میں چوتھا نمبر انہیں کا ہے۔

(۲۹) قیس بن صرمہ کا اسلام: اسی سال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے بعد قیس بن صرمہ الانصاری اسلام لائے۔ انہیں کا یہ قصّہ ہے۔ کہ رمضان مبارک کا روزہ تھا، افطار کے وقت گھر میں کھانے پینے کو کچھ نہ ملا۔ ان دنوں رات کو سو جانے کے بعد کھانا پینا حرام تھا، چنانچہ بغیر کچھ کھائے پیئے اگلے دن کا روزہ رکھ لیا، مگر اس روزہ کی وجہ سے انہیں بہت ہی مشقت لاحق ہوئی، انہیں کے حق میں اللہ جل شانہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ (البقرہ۔ ۱۸۷)	اور کھاؤ پیو اس وقت تک کہ تم کو سفید خط صبح (صادق) کا متمیز ہو جاوے سیاہ خط سے۔

(۴۰) سلمان فارسی کا اسلام: اسی سال ابو عبداللہ سلمان بن عبداللہ الفارسی رضی اللہ عنہ اسلام لائے، آپ کو سلمان بن اسلام اور سلمان خیر بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے قبل مجوسی مذہب رکھتے تھے اور ایک یہودی شخص کے، جس کا نام عثمان بن الاشہل القرظی تھا، غلام تھے، اس سے پہلے کسی اور کے غلام رہ چکے تھے یہاں تک کہ دس سے زیادہ آقاؤں کے یہاں منتقل ہوئے، جب اسلام لائے

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس یہودی سے چالیس اوقیہ میں خرید لیا، اس یہودی کا کھجور کا باغ پھل نہیں لاتا تھا اس لیے اس یہودی نے یہ شرط بھی رکھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے باغ میں اپنے دستِ مبارک سے کھجور کے پودے لگائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط قبول فرمالی۔ اور اپنے دستِ مبارک سے تین سو پودے لگائے۔ اللہ کی شان کہ وہ تمام درخت اسی سال بار آور ہوئے، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے عظیم الشان معجزہ تھا، علاوہ ازیں حضرت سلمانؓ کی آزادی کے لیے اس یہودی کو چالیس اوقیے بھی عطا فرمائے۔ یوں حضرت سلمانؓ کو آزادی نصیب ہوئی۔ حضرت سلمان کے اسلام کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری سے پانچ دن بعد کا واقعہ ہے بعض نے اس سے زیادہ مدت بتائی ہے حضرت سلمانؓ چونکہ یہودی کے غلام تھے۔ اس لیے غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں شریک نہیں ہو سکے، پھر جب ان کے آقا نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس، فروخت کر دیا اور یہ آزاد ہو گئے تو غزوۂ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، غزوۂ خندق ان کی حاضری کا پہلا موقعہ تھا، اس کے بعد ان سے کوئی غزوہ فوت نہیں ہوا۔ ان کا وصال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا۔ جبکہ ان کی عمر ۳۵۰ اور بقول بعض ۲۵۰ برس تھی ان کے اسلام لانے کا قصہ طویل ہے جس کی تفصیل سیرت کا زرونی وغیرہ میں درج ہے۔

(۲۱) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک الانصاری الخزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے ——— اس وقت ان کی عمر دس سال تھی، چنانچہ دس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔

وصالِ نبوی کے وقت یہ بیس سال کے جوان تھے، بعد ازاں طویل عمر پائی۔ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(۴۲) حضرت انسؓ کے حق میں دُعا: اسی سال حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا ہوئی، جب یہ اسلام لائے اور ان کی والدۂ ماجدہ حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا انہیں لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا: "یارسول اللہ! یہ آپؐ کا ننھا سا خادم ہے اس کے لیے دُعا فرمایئے" تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَہٗ فِیْ مَالِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَعُمُرِہٖ۔ — اے اللہ! اس کے مال و اولاد اور عمر میں برکت فرما۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت دُعا کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ دوسرے لوگوں کے کھجور کے باغ سال میں ایک مرتبہ بار آور ہوتے تھے اور حضرت انسؓ کا کھجور کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل لاتا تھا اور ان کی اولاد میں اتنی برکت ہوئی کہ انہوں نے اپنی اولاد کے ایک سو بیس نفر اپنی حیات میں دیکھے، اور عمر میں یہ برکت ہوئی کہ ۹۳ھ تک زندہ رہے اور ایک سو تین برس کی عمر میں وفات پائی، بلکہ ایک قول یہ ہے کہ ۱۰۰ھ تک بقید حیات رہے اور اس وقت ان کی عمر مبارک ایک سو تیرہ سال تھی [1]

(۴۳) مدینہ طیبہ سے وبا اور بخار کا دفعیہ: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی برکت سے وبار اور بخار مدینہ سے جاتا رہا اور اس کے بجائے جحفہ منتقل ہو گیا، اس کا قصہ یہ ہے کہ مدینہ

---

[1] ایک سو تیرہ نہیں بلکہ ایک سو دس سال ہوتی ہے۔ مترجم

تمام روئے زمین میں سب سے زیادہ وبائی خطّہ تھا، یہاں وبائی امراض بکثرت ہوا کرتے تھے، جب مہاجرین یہاں آئے تو سب کو بخار ہونے لگا، ان کے رنگ پیلے پڑ گئے، اور وہ بہت ہی لاغر و کمزور ہو گئے، اس لیے مکّہ کی یاد انہیں ستانے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَةَ کَحُبِّنَا مَکَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَصَحِّحْهَا لَنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا اِلَی الْجُحْفَةِ۔ (بخاری و مسلم)	اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو اسی طرح محبوب بنا دے جسطرح ہمیں مکّہ محبوب ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اسے ہمارے لیے صحت افزا بنا دے، اور اس کے صاع اور مُد (پیمانوں کے نام ہیں) میں برکت فرما، اور یہاں کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی، اور بخار اور وبا کو مدینہ سے جحفہ میں منتقل کر دیا، جحفہ میں سرِ راہ یہود کی آبادی تھی اور وہ مکہ سے مدینہ آنے والے مہاجرین کو ایذا دیا کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا، اور ان کی بستی ویران ہو گئی، جو دوبارہ آج تک آباد نہیں ہو سکی کہا جاتا ہے کہ اب تک جو شخص جحفہ میں داخل ہو خواہ وہ مسلمان ہو، اسے بخار ہو جائے گا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر ہے۔

(۴۴) **عبدالرحمٰن بن حارث کی ولادت:** اسی سال عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام القرشی المخزومی صحابی کی ولادت ہوئی۔ ابن اثیر "اسد الغابہ" میں لکھتے ہیں، "وصال نبوی کے وقت ان کی عمر دس سال تھی"۔ یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حفہ

مریم ان کے نکاح میں تھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں نقل مصاحف کے لیے جو بورڈ مقرر کیا تھا، اس میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سعید بن عاص اور عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ یہ بھی شامل تھے۔

(۴۵) **رکعات نماز میں اضافہ:** اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے ایک ماہ یا دو ماہ بعد اور بقول بعض ایک سال بعد، رکعات نماز میں اضافہ ہوا، اور ظہر، عصر اور عشاء میں، دو کے بجائے چار کردی گئیں، قبل ازیں شب معراج میں مغرب کے علاوہ تمام نمازوں کی دو دو رکعتیں مقرر ہوئی تھیں، البتہ مغرب کی شروع ہی سے تین رکعتیں مقرر ہوئیں۔ بعد ازاں ۴ھ میں نماز سفر میں رکعتوں کی تخفیف کردی گئی، اور چار رکعتوں کے بجائے دو رکعتوں کا حکم دیا گیا، اس کا بیان آگے آئے گا۔

اور یہ زیادتی یعنی دو کے بجائے چار رکعتوں کا حکم منگل کے دن نازل ہوا تھا، پس پہلے قول کی بنا پر۔ کہ وہی راجح بھی ہے۔ اور اخیر قول کے مطابق بھی یہ زیادتی د آئندہ سال، ربیع الآخر ہی میں ہوئی، اسی بنا پر حافظ سہیلی "الروض الانف" میں فرماتے ہیں: "یہ زیادتی ہجرت کے ایک سال بعد ربیع الآخر میں ہوئی۔"

(۴۶) **زیاد بن ابی سفیان کی ولادت:** اسی سال زیاد بن ابی سفیان کی ولادت ہوئی، ان کی کنیت ابو المغیرہ ہے اور ان کا شمار عرب کے سات مشہور سیاس لوگوں میں ہوتا ہے، جن کے نام یہ ہیں، معاویہ بن ابی سفیان، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ، عروہ بن مسعود، زیاد بن ابی سفیان، قیس بن سعد بن عبادہ، عبداللہ بن بدیل بن ورقاء۔

یہ زیاد، زیاد بن ابیہ اور زیاد بن سُمیّہ کی نسبت سے معروف تھا،

سمیۂ اس کی والدہ کا نام ہے جو حارث بن کلدہ کی لونڈی تھی، اس کے بطن سے زیاد اور ابو بکرہؓ کی ولادت ہوئی، اس لیے ابو بکرہ، زیاد کے ماں شریک بھائی ہیں، بعد ازاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت ابو سفیانؓ سے اس کا الحاق کر لیا تھا، جب سے یہ زیاد بن ابی سفیان کی نسبت سے مشہور ہوا، اسی زیاد کا بیٹا عبید اللہ بن زیاد تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا تھا۔ علامہ ابن اثیرؒ "اسد الغابہ" میں لکھتے ہیں:

—— "اس زیاد کے لیے صحبت اور روایت نہیں"

(۴۷) **مختار بن ابی عبید ثقفی کی ولادت:** اسی سال مختار بن ابی عبید ثقفی کی ولادت ہوئی، یہ حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زوجۂ محترمہ صفیہ بنت ابی عبید کا حقیقی بھائی ہے۔

فصل: ۲ھ کے واقعات

① **حضرت رقیہؓ کی وفات:** اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کی زوجۂ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، ان کی وفات رمضان میں ہوئی اور بقول بعض ذی الحجہ میں۔ مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ ان کی وفات غزوۂ بدر کے دو دن بعد ہوئی، اتفاق سے جس دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور کفّار کے قتل وہزیمت کی خوشخبری لے کر آئے اسی دن ان کا انتقال ہوا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت ان کی تدفین میں مصروف تھے، یہ ۱۹ ر رمضان ۱ھ اتوار کا دن تھا، اور جنگ بدر ۱۷ ر رمضان بروز جمعہ ہوئی تھی، اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی عمر بیس یا اکیس سال تھی، حافظ سہیلی کہتے ہیں، "صحیح قول یہ ہے کہ حضرت رقیہ کی وفات ۲ھ میں ہوئی" اور "مواہب لدنیہ" میں لکھا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ۲۳ھ میلادِ نبوی میں ہوئی، اس بنا پر سنِ ولادت اور سنِ وفات کو شمار نہ کیا جائے تو ان کی عمر ۲۱ برس ہوتی ہے۔

② **اللہ کے راستہ میں پہلی تیر اندازی:** اسی سال سریہ عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب القرشی میں، جو بطن رابغ بھیجا گیا تھا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تیر چلایا، اور یہ سب سے پہلا تیر تھا، جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں چلایا گیا۔

③ **تحویل قبلہ:** اسی سال بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کو قبلہ مقرر

کیا گیا، یہ نصف رجب ۲ھ منگل کا دن تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے ٹھیک سترہ ماہ بعد کا واقعہ ہے۔ تحویل قبلہ کا حکم عین اس وقت نازل ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنو سلمہ (بکسر لام انصار کے ایک قبیلہ کا نام ہے) میں ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے، دو رکعتیں ہو چکی تھیں کہ تحویل قبلہ کا حکم آیا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ہی میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے، اور دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف ادا فرمائیں، اس لیے اس مسجد کا نام "مسجد قبلتین" ہوا۔

حافظ ابن کثیرؒ "البدایہ والنہایہ" میں فرماتے ہیں: "تحویل قبلہ کا حکم اسلام میں سب سے پہلا نسخ ہے۔" میں کہتا ہوں، حافظ ابن کثیرؒ کی مراد غالباً نسخ بعد از عمل ہے، ورنہ نسخ قبل از عمل اس سے تین سال پہلے واقع ہو چکا تھا۔ چنانچہ شب معراج میں پچاس نمازیں پانچ کی طرف منسوخ ہوئیں۔

(۴) **صوم عاشورہ کا حکم**: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ رکھا، نیز اس کا حکم فرمایا، یعنی بطورِ وجوب۔ یوں تو عاشوراء کا روزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بھی رکھتے تھے، قبل از اسلام بھی اور بعد از اسلام بھی، مگر یہ بطور استحباب تھا، بطور وجوب نہیں تھا، بعد ازاں جب اسی سال یعنی ۲ھ میں روزۂ رمضان فرض ہوا تو صوم عاشوراء کا وجوب منسوخ ہو گیا، اس کے بعد عاشوراء کا روزہ سنت مستحبہ رہ گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر مبارک کے آخری سال فرمایا تھا کہ، "اگر آئندہ سال تک زندگی رہی تو دسویں تاریخ کے ساتھ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔" مگر اگلا محرم آنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فنا سے پردہ فرما گئے، مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عزم

کا اظہار فرمایا تھا، اگرچہ خود رکھنے کی نوبت نہیں آئی، اس لیے ۱۰ محرّم کے ساتھ ۹ محرّم کا روزہ ملانا بھی مستحب قرار پایا۔

⑤ **ایک مسئلہ کا اعلان:** اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم فرمایا، کہ مدینہ میں اعلان کردو کہ "جس شخص نے کچھ کھا پی لیا ہو، وہ باقی دن کچھ نہ کھائے پیئے، اور جس شخص نے (طلوع سحر کے بعد سے) کچھ نہ کھایا پیا ہو وہ روزہ رکھے"

اس کا قصّہ یہ ہوا تھا کہ ۲۹ ذی الحجہ کو چاند نظر نہیں آیا تھا۔ اور جب محرّم کی ۹ تاریخ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ لوگوں نے شہادت دی کہ ہم نے ۲۹ کو چاند دیکھا ہے، اور اس حساب سے آج محرّم کی دسویں تاریخ ہے۔ اس پر آپؐ نے منادی کو اعلان کا حکم فرمایا۔ قسطلانی نے شرح بخاری میں تصریح کی ہے کہ اس منادی کا نام ہند بن اسماء بن حارثہ الاسلمی تھا۔

⑥ **روزۂ رمضان کی فرضیت:** اسی سال تحویل قبلہ کے ایک ماہ بعد نصف شعبان کو ماہِ رمضان کے روزے فرض ہوئے، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے ٹھیک اٹھارہ ماہ بعد کا واقعہ ہے۔

⑦ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم:** اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم آیا اور یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ	اللہ تعالیٰ اور فرشتے رحمت بھیجتے ہیں
يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا	رسول پر، اے ایمان والو رحمت بھیجو
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ	اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا - (الاحزاب: ۵۶)	(ترجمہ شیخ الہندؒ)

علامہ شامی اپنی سیرت میں "صلوٰۃ وسلام" کے ابواب میں فرماتے ہیں کہ

اس حکم کا نزول شعبان ۲ھ کی پندرھویں شب کو ہوا۔

⑧ **نماز میں سلام وکلام کی ممانعت:** اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ بدر کے لیے تیار ہونے سے قبل نماز میں سلام وکلام کی ممانعت کا حکم نازل ہوا۔ قبل ازیں نماز میں ایک دوسرے سے بات کرنے اور السّلام علیکم کہنے (اور اس کا جواب دینے) کی اجازت تھی، پس یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ (البقرہ: ۲۳۸) اور اللہ کے سامنے باادب (خاموشی سے) کھڑے رہو۔

اس کے بعد نماز میں سلام وکلام سے رُک گئے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

⑨ **صدقۂ فطر کا وجوب:** اسی سال نماز عید سے دو دن پہلے صدقۂ فطر کا حکم ہوا۔ ابھی تک زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی تھی (یہ ایک قول ہے، اور زیادہ راجح (قول) یہ ہے کہ زکواۃ ہجرت کے پہلے سال فرض ہوئی، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

⑩⑪ **نماز عید کا حکم:** اسی سال نماز عید کا حکم ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے ایک یا دو دن پہلے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں نماز عید اور صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

⑫ **سب سے پہلی نماز عید الفطر:** اسی سال یکم شوال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید کے لیے نکلے، عصائے مبارک آپ کے آگے گاڑ دیا گیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سترہ بنا کر لوگوں کو نماز عید پڑھائی، یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی عید تھی۔ یہ عصائے مبارک (عنزہ)، دراصل نجاشی شاہ حبشہ کا تھا، انہوں نے حضرت زبیر بن عوامؓ کو دیا تھا اور حضرت زبیرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا تھا۔ یہ عصا عیدین وغیرہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا

تھا۔

(۱۳) ۲ھ عیدالاضحےٰ اور قربانی : اسی سال ذی الحجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید گاہ میں بقر عید ادا فرمائی، یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی بقر عید تھی، اسی سال قربانی کا حکم ہوا، اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید سے فارغ ہو کر چاشت کے وقت دو مینڈھوں کی قربانی کی، یہ دونوں سیاہ رنگ سینگوں والے اور خصی تھے۔ دونوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ذبح کیا، ایک اپنی جانب سے اور ایک پوری امت کیطرف سے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قربانی کیا کرتے تھے۔

(۱۶) مطعم بن عدی کی موت : اسی سال کے اوائل میں غزوۂ بدر سے تقریباً سات ماہ پہلے مطعم بن عدی اپنے کفر پر مرا، یہ رؤسا قریش میں شمار ہوتا تھا، اور یہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا والد تھا۔

(۱۷) ابورافع قبطی کا اسلام : اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع القبطی اسلام لائے، وہ حضرت عباسؓ کے غلام تھے، پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہبہ کر دیا تھا حضرت ابورافع جنگِ بدر میں شریک تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے، کیونکہ اس وقت مکہ میں تھے، البتہ جنگِ اُحد اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ ان کی زوجۂ محترمہ حضرت سلمیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت کے وقت حضرت ماریہؓ کی دایہ تھیں، اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ بھی یہی تھیں۔ ابورافع کے نام میں اختلاف ہے بعض نے "اسلم" بتایا ہے اور یہی راجح قول ہے اور بعض نے ابراہیم اور بعض نے کچھ اور۔

⑱ **اُمیّہ بن ابی الصلت کی موت:** اسی سال عرب کے مشہور شاعر اُمیّہ بن ابی الصلت کا انتقال ہوا اس کے اشعار مواعظ و نصائح سے بھرپور ہوتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کَادَ اُمَیَّۃُ بْنُ اَبِی الصَّلْتِ اَنْ یُّسْلِمَ (قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصّلت مسلمان ہو جاتا، یعنی وہ اسلام نہیں لایا۔ اور ایک اور حدیث میں فرمایا: "اٰمَنَ شِعْرُہٗ وَ کَفَرَ قَلْبُہٗ" (اس کے شعر مومنانہ تھے مگر اس کا دل کافر ہی رہا)، اس نے زمانۂ جاہلیت ہی سے بُت پرستی ترک کر دی تھی، بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا، اور دین نصاریٰ کے مطابق رہبانیت اختیار کر لی تھی، لیکن جب اسلام کا زمانہ پایا تو دولتِ ایمان سے مشرف نہیں ہو سکا، بلکہ حسد و عداوت نے اسے اعراض اور سرکشی کے مظاہرے پر آمادہ کیا۔ نعوذ باللہِ من ذالک۔

⑲ **عبداللہ بن مسعودؓ کی حبشہ سے آمد:** اسی سال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ سے واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول تھے۔ انہوں نے (پہلے دستور کے مطابق) سلام عرض کیا۔ مگر آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (اور نماز سے فارغ ہو کر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ اب نماز میں سلام و کلام کی ممانعت ہو چکی ہے)

⑳ **قتال کی اجازت:** اسی سال ۱۲ر صفر کو کفار کے ساتھ قتال کی اجازت ہوئی، اور اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا (الآیۃ) یہ سب سے پہلی آیت ہے جس سے قتال کی اجازت ہوئی اور قبل ازیں بہتّر آیتیں جو تحریم قتال کے بارے میں نازل ہوئی تھیں وہ اس سے منسوخ ہو گئیں، بعد ازاں جب سورۂ براۃ کی "آیت سیف" نازل ہوئی؛

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔ (التوبۃ۔ ۵)

پس ان مشرکین کو جہاں چاہو مارو، پکڑو، باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں پر ان کی تاک میں بیٹھو۔ (بیان القرآن)

تو یہ اس سے قبل کی نازل شدہ (۲۰) آیتوں کے لیے ناسخ قرار پائی، کیونکہ اس کے ذریعہ قتال فرض کر دیا گیا، جب کہ اس سے پہلے کی نازل شدہ آیتوں میں یا تو قتال مطلقاً ممنوع تھا۔ یا صرف کفار کی جانب سے ابتدا کی صورت میں اجازت تھی ورنہ ممانعت تھی، یا مطلقاً اجازت تو تھی مگر فرضیت نہیں تھی۔

(۲۱) **سب سے پہلی غنیمت:** اسی سال عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سریہ میں جو بطن نخلہ بھیجا گیا تھا، اسلامی تاریخ میں سب سے پہلی غنیمت حاصل ہوئی جیسا کہ سرایا کے بیان میں گذر چکا ہے۔

(۲۲) **شہر حرام میں قتال:** اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ عبد اللہ بن جحش اور ان کے رفقاء نے رجب کا چاند دیکھا تھا، انہوں نے یکم رجب کو ۳۰ر جمادی الاخریٰ سمجھتے ہوئے کفار سے لڑائی کی جس میں خون ریزی کی نوبت آئی اس پر مشرکین نے طعنہ زنی کی کہ یہ لوگ تو حرمت کے مہینے کا بھی لحاظ نہیں کرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ[ل] (الآیۃ البقرۃ: ۲۱۷)

(۲۳) **سب سے پہلا کافر جو قتل ہوا:** اسی سال عبد اللہ بن جحش رضؓ کے سریۃ

ل آیت کا مضمون تفسیر کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے، حاصل یہ کہ حرمت کے مہینوں میں بھی قتال کی اجازت ہوگئی

میں عمرو بن علا حضرمی نامی کافر قتل ہوا۔ یہ سب سے پہلا کافر تھا جو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(۲۴) سب سے پہلا کافر قیدی، اسی سال اسی سریہ میں دو کافر قید ہوئے، جو سب سے پہلے کافر قیدی تھے۔ (۱) حکم بن کیسان (۲) عثمان بن عبد اللہ۔ حکم بن کیسان نے تو اسلام قبول کر لیا۔ اور بڑا پکا سچا مسلمان ثابت ہوا۔ مگر عثمان (آزاد ہونے کے بعد) مکہ چلا گیا اور وہیں بحالت کفر مرا۔

(۲۵) سب سے پہلا امیر، ایک قول کے مطابق اسی سال عبد اللہ بن جحش کو اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلا امیر بنایا گیا۔ مگر راجح یہ ہے کہ سب سے پہلے امیر حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب تھے، جیسا کہ سرایا کے بیان میں گزرا۔

(۲۶) اسی سال کا قصہ ہے کہ مشرکوں نے عبد اللہ بن جحشؓ اور ان کے رفقائے کے بارے میں کہا کہ ان لوگوں نے حرمت کے مہینے میں خون ریزی کی ہے، جس کا گناہ ان کے ذمہ ہے، بالفرض گناہ نہ بھی ہو تو (ان کے عقیدے کے مطابق) یہ ثواب سے تو محروم ہی رہے، اس پر حضرت عبد اللہ بن جحش اور ان کے رفقاء غمگین ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہمارے ایمان، ہماری ہجرت اور ہمارے جہاد پر ہمیں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید ہو سکتی ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی؛

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (البقرہ: ۲۱۸)

جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ بلاشبہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ غفورٌ رحیم ہے۔ (بیان القرآن)

(۲۷) غزوۂ بدر، اسی سال رمضان میں غزوۂ بدر کبریٰ ہوا۔ جیسا کہ غزوات میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

(۲۸) اسی سال کا قصہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے لیے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپؐ کو ایک زرہ ہدیہ کی، جو "ذات الفضول" کہلاتی تھی، یہ زرہ مدت العمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی، یہی زرہ تھی جو آپؐ نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل ابوشحم یہودی کے پاس تیس صاع جَو کے عوض رہن رکھی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرض ادا کرکے یہ زرہ واگذار کرائی۔

(۲۹) اسی سال کا قصہ ہے کہ غزوۂ بدر کیلئے جاتے ہوئے دوران سفر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الرّوحار سے چلے اور الصّفرار کے قریب پہنچے تو آپؐ کو اطلاع ہوئی کہ مشرکین مکہ آپؐ سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے مکہ سے پوری تیاری کرکے نکل کھڑے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین سے مشورہ لیا کہ کیا اس بے سروسامانی، مشرکین کے مقابلہ میں آنا مناسب ہوگا، اس پر حضرت مقداد بن اسود کندیؓ نے بہت عمدہ جواب دیا:

> "یارسول اللہ! اللہ کی قسم ہم ایسے نہیں کہ ہم آپؐ سے وہ بات کہیں جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہی تھی کہ "آپ جائیں اور آپ کا رب! تم دونوں جاکر لڑو، ہم تو یہیں بیٹھیں گے"، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ " آپؐ چلیں اور آپ کا رب! تم لڑو، ہم بھی آپؐ کے ساتھ ہوکر لڑیں گے، اور ہم آپؐ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور آپؐ کا چہرۂ انور چمک اٹھا، اسی انداز کا جواب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ

عنہما نے بھی دیا۔ بعدازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے مشورہ لیا، حضرت سعد بن معاذ الاشہلی رضی اللہ عنہ نے انصار کی نمائندگی کرتے ہوئے عرض کیا،

"ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی ہے، اور اس امر کی شہادت دی ہے کہ آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے، اور آپ سے سمع وطاعت بجا لانے کا عہد کیا ہے، یارسول اللہ! آپ کا جو ارادہ ہو کر گزریئے، ہم ہر حال میں آپ کا ساتھ دیں گے۔ اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ کھڑا کیا ہے۔ اگر آپ ہمیں لے کر اس سمندر میں کود جانے کا ارادہ فرمائیں تو ہم تامل نہیں کریں گے، اور ہم میں سے ایک فرد بھی آپ سے پیچھے نہیں رہے گا، اور ہم جنگ کے آزمودہ کار اور مقابلہ میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے کے خوگر ہیں، اور اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے ذریعہ وہ منظر دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، بس ہمیں اللہ کی برکت کے ساتھ لے چلیئے۔"

حضرت سعدؓ کی تقریر جب یہاں تک پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے حد مسرور ہوئے، اور غزوۂ بدر کے ارادے سے چل پڑے، بعض نے کہا ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا تقریر اس وقت کی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حدیبیہ کے لیے جا رہے تھے، اور ان دونوں اقوال کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ اسی مضمون کی تقریر دونوں موقعوں پر ہوئی ہوگی۔

(۲۰) اسی سال غزوۂ بدر سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ آپ کی عمہ محترمہ حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے غزوۂ بدر سے تین چار دن پہلے یہ خواب دیکھا کہ کفارِ مکہ ذلیل وخوار ہیں، ان کے گھر ویران ہیں، اور وہ میدانِ جنگ میں مقتول پڑے ہیں، چنانچہ اس کی تعبیر تین چار دن بعد اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر میں ظاہر فرمادی، اس خواب کی تفصیل حافظ ابن کثیرؒ کی "البدایۃ والنہایہ" میں مذکور ہے یہاں اختصار کی بنا پر ترک کردی گئی۔

(۲۱) اسی سال یہ واقعہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تین سو سے زائد تھا، اور لشکرِ کفار ایک ہزار جنگی سورماؤں پر مشتمل تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْ لِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَمْ تُعْبَدْ اَبَدًا۔	اے اللہ! جس (فتح ونصرت) کا وعدہ آپ نے مجھ سے کر رکھا ہے آج اسے پورا کردے۔ اے اللہ! اگر یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو آج کے بعد کبھی تیری پرستش نہیں کی جائے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات، اپنے رب سے دعا اور فریاد کرتے رہے یہاں تک کہ ردائے مبارک بار بار کندھوں سے گر گر جاتی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ بس کیجئے، آپ نے اپنے رب سے بہت عہد معاہدہ کرلیا، وہ آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرکے رہیں گے" اس پر اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ (القمر: ۴۵)	عنقریب شکست کھائیں گے یہ لوگ اور پشت پھیر کر بھاگیں گے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوشی میں اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے عریش سے باہر تشریف لائے۔ [1]

(۲۲) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور تین بار فرمایا: شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (کفار کے چہرے بگڑ جائیں) پھر اُسے کافروں کی طرف پھینکا، جس سے انکے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، اور حق تعالیٰ کی جانب سے نصرت و فتح نازل ہوئی۔ اسی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ (الانفال: ۱۷)

پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ (در حقیقت) اللہ نے انکو قتل کیا۔ اور آپ نے (وہ مٹھی) نہیں پھینکی جبکہ آپ نے پھینکی۔ بلکہ دراصل وہ اللہ نے پھینکی۔

(۲۳) اسی سال کا واقعہ ہے کہ غزوہ بدر میں کفار کی مدد کے لیے سراقہ بن مالک مدلجی کی صورت میں ابلیس لعین شیاطین کا لشکر انسانی شکل میں لے کر آیا، اور ان سے کہا: "آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور میں تمہارا حمایتی ہوں"، مگر جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور دونوں فریق جنگ میں مصروف ہوئے اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے فرشتوں کو بکثرت

---

[1] اس موقع پر آیت کا نزول محل اشکال ہے کیونکہ یہ آیت سورہ قمر کی ہے جو مکہ میں نازل ہوئی، پس یوں کہا جائے کہ آیت کا نزول تو مکہ میں ہوا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اس موقع پر تلاوت فرمائی اس سے سمجھا گیا کہ آیت میں غزوہ بدر کے بارے میں پیشگوئی تھی (مترجم)

اترتے دیکھا تو اپنے لشکر سمیت اُلٹے پاؤں بھاگا اور جب ایک مشرک نے اس سے کہا: "سراقہ! تو تو کہتا تھا کہ میں تمہارا حمایتی ہوں، اب ہمیں چھوڑ کر بھاگ رہا ہے؟" تو ابلیس نے کہا: "میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے یعنی فرشتوں کو آسمان سے اُترتے دیکھ رہا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں واقعی اللہ تعالیٰ سزا دینے والا ہے۔"

(۲۴) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے، چنانچہ پہلے ایک ہزار فرشتے نازل ہوئے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ۔ (الانفال: ۹)	میں تمہاری مدد کرونگا ایک ہزار فرشتوں سے جو پرا باندھ کر آئیں گے۔

بعد ازاں دو ہزار اور آئے، پس کل تعداد تین ہزار ہو گئی، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: "تمہاری مدد کرے گا تین ہزار فرشتوں سے جو آسمان سے نازل کیے جائیں گے۔" اس کے بعد دو ہزار اور آئے اب ان کی تعداد پانچ ہزار ہو گئی، چنانچہ ارشاد ہے: "تمہاری مدد کرے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جن پر خاص نشان ہوں گے۔"

(۲۵) اسی سال غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی کی تلوار ٹوٹ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو آپؐ نے ان کو کھجور کی شاخ مرحمت فرمائی اور فرمایا: "اس سے لڑو"، جب حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ، نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے اس کو لیا تو ان کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار بن گئی، اور غزوۂ بدر کے ختم ہونے تک اس تلوار سے خوب لڑائی کی، اس کے بعد دیگر غزوات میں وہ اسی تلوار کے ساتھ قتال و جہاد کرتے تھے، اور یہ تلوار ان کے انتقال تک ان کے پاس

رہی۔

(۲۶) اسی سال غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ حضرت سلمہ بن حریس رضی اللہ عنہ اسی دن اسلام لائے، اور وہ غیر مسلح تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "ابن طاب" نامی کھجور کی ایک شاخ دے کر فرمایا اس کے ساتھ لڑو۔ یہ ان کے ہاتھ میں آتے ہی بہترین تلوار بن گئی، اور یہ انکے شہید ہونے تک ان کے پاس رہی، وہ ۱۴ھ میں "جسر ابی عبید" کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

(۲۷) اسی سال غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ اس دن زخمی ہو گئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دستِ مبارک پھیرا، جس سے وہ اسی وقت ٹھیک ہو گئی۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ جنگ اُحد کا واقعہ ہے، اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آتی ہے۔

(۲۸) اسی سال غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ جنگ بدر میں معاذ بن عفراء یا معوذ بن عفراء (موخر الذکر زیادہ راجح ہے) کا ہاتھ کٹ گیا تھا، وہ کٹا ہوا ہاتھ اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعابِ دہن لگا کر ہاتھ کو اس کی جگہ چپکا دیا، چنانچہ وہ پہلے کی طرح ٹھیک ہو گیا۔

(۲۹) اسی سال جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو ٹھیک اسی وقت یہ خبر آئی کہ رومی اہل فارس پر غالب آگئے ہیں، اس سے مسلمانوں کو فرحت پر فرحت ہوئی، ایک غزوۂ بدر میں فتح یابی کی مسرت اور دوسرے رومیوں کے اہلِ فارس پر غالب آنے کی مسرت۔ حق تعالیٰ نے مسلمانوں سے اس

کا وعدہ پہلے ہی سے کر رکھا تھا چنانچہ ارشاد تھا،

الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۔ (الروم: ۱تا۴)	الٓمّٓ، اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال تک کے اندر اندر غالب آجائیں گے (بیان القرآن)

یہ بات قسم اول میں ۵ نبوت کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

(۴۰) اسی سال غزوہ بدر کے ایام میں ابوجندل بن سہیل بن عمرو کے بھائی عبداللہ بن سہیل بن عمرو القرشی العامری مشرکین کی صف سے نکل کر مسلمانوں کی صف میں آملے اور مسلمان ہو گئے، یہ غزوہ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے، ان کے بھائی ابوجندل کے اسلام کا ذکر انشاء اللہ ۶ھ کے واقعات میں آئے گا۔

(۴۱) اسی سال غزوہ بدر میں حضرت یزید بن اخنس سلمی، ان کے صاحبزادہ معن بن یزید اور ان کے والد اخنس بن حباب بن حبیب رضی اللہ عنہم تینوں شریک ہوئے، ان کے علاوہ صحابہؓ میں کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس کی تین پیڑھیاں جنگ بدر میں شریک ہوئی ہوں۔

(۴۲ تا ۴۴) اسی سال غزوہ بدر میں مندرجہ ذیل کافر قتل ہوئے۔

۱۔ عاص بن سعید بن عاص القرشی الاموی

۲۔ ابوالسائب صیفی بن عائذ بن عبداللہ القرشی المخزومی (اس کا بیٹا سائب بن ابی سائب مسلمان ہوا)

۳۔ مالک بن عبید اللہ بن عثمان القرشی التیمی (حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے

عشرۂ بشرہ میں داخل ہیں، یہ ان کا بھائی ہے،
۴۔ عمرو بن عبد اللہ بن جدعان التیمی
۵۔ حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ المخزومی۔

(۴۵) اسی سال غزوۂ بدر میں یہ معجزہ ہوا کہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا، جس سے آنکھ ضائع ہو گئی اور رخسار پر بہنے لگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن لگایا، وہ ایسی ٹھیک ہوئی کہ دونوں آنکھوں کے درمیان یہ امتیاز نہیں ہو سکتا تھا کہ کون سی زخمی ہوئی تھی۔

(۴۶) اسی سال غزوۂ بدر میں حضرت رفاعہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا، جس سے آنکھ پھوٹ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب لگایا اور دعا فرمائی، وہ بالکل تندرست ہو گئی اور تکلیف کا کوئی نام و نشان نہ رہا۔

(۴۷) اسی سال غزوۂ بدر میں یا اس سے قبل غنیمت حلال ہوئی اور اس سلسلہ میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ (الانفال : ٦٩)

سو جو تم نے غنیمت میں لیا ہے اسے حلال پاک سمجھ کر کھاؤ۔ اور اللہ سے ڈرو۔

(۴۸) اسی سال غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشہور تلوار ذوالفقار (فا کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ) حاصل ہوئی، یہ عاص بن منبہ یا نُبیہ بن حجاج کافر کی تھی، یہ دونوں کافر غزوۂ بدر میں کام آئے، اور یہ تلوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے منتخب فرمائی، یہ ہر غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی تھی۔ آپؐ کے وصال کے بعد آپؐ کے ترکہ میں تھی، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ اور بعض نے کہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیا

میں حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو دے دی تھی۔ یہ قول صحیح بخاری کے خلاف ہے۔

(۴۹) اسی سال غزوۂ بدر کے ایام میں امام شافعیؒ کے جدِّ اعلیٰ سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف المطلبی اسلام لائے، اور ان کے صاحبزادے شافع، جن کی جانب امام شافعیؒ کی نسبت ہے، وہ بھی (بعد میں) اسلام لائے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اس وقت وہ سبزہ آغاز تھے، امام شافعیؒ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد (یہ امام شافعیؒ کا نام ہے) ابن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب، یہ سائب وہی ہیں جن کا ذکر ابھی ہوا، جیسا کہ تقریب اور تذکرۃ القاری میں ذکر کیا ہے۔

(۵۰) اسی سال جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لیے تشریف لے جا رہے تھے اثنائے سفر میں حضرت خبیب (بضم خا بصیغۂ تصغیر) ابن اساف بن عتبہ الانصاری الخزرجی مشرف باسلام ہوئے، پھر بدر، اُحد اور خندق میں شریک ہوئے، جنگ بدر میں، ان کے تلوار کا زخم آیا جس کی وجہ سے ان کا ایک پہلو نیچے ڈھلک گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب مبارک لگا کر سی دیا۔ انہیں اسی وقت شفا ہو گئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس کے فوراً بعد مشرکین سے لڑائی میں مصروف ہو گئے، بقول بعض انہیں کے ہاتھ سے اُمیّہ بن خلف جہنم رسید ہوا، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کی بیوہ حبیبہ بنت خارجہ بن زید سے ان کا نکاح ہوا۔

(۵۱) اسی سال غزوۂ بدر میں صحابہ کرامؓ میں سے چار بھائی شریک جہاد ہوئے، ایاسؓ، عاقلؓ، خالدؓ اور عامرؓ پسران بکیر بن عبد یالیل اللیثی بن عدی بن کعب بن لوئی، ایاسؓ سابقین اوّلین میں سے تھے۔ یہ اس وقت اسلام لائے جب کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم بن ابی ارقم میں فرد کش تھے، اور باقی تینوں بھائی ان کے بعد غزوۂ بدر سے پہلے اسلام لائے پھر چاروں بھائی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، اور عاقلؓ جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ ابن اثیر نے "اسد الغابۃ" میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور "تذکرۃ القاری بحل رجال البخاری" کے مصنّف فرماتے ہیں کہ ایاسؓ کے بھائی عامرؓ بھی دارِ ارقم کے ایّام میں اسلام لائے تھے۔

اور زرقانی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں کہ: "ان چاروں کے تین ماں شریک بھائی بھی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے جن کے نام یہ ہیں: معوذ، معاذ اور عوف۔ ان سب کی والدہ عفراء بنت عبید الانصاریہ النجاریہ ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حارث بن رفاعہ انصاری سے ہوا تھا، جن سے تین آخر الذکر اولادیں ہوئیں۔ یعنی معوذ، معاذ اور عوف۔ اور حارث کے انتقال کے بعد ان کا عقد بکیر بن عبد یا لیل سے ہوا اور ان سے اوّل الذکر چار لڑکے ہوئے۔ ایاس، عاقل خالد اور عامر۔ گویا اس خوش قسمت خاتون کے سات بیٹے جنگ بدر میں شریک ہوئے اور یہ دنیا کے عجائبات میں سے ہے کیونکہ ان کے علاوہ سات بھائی اس شرف سے مشرف نہیں ہوئے۔"

(۵۲) اسی سال غزوۂ بدر میں حضرت ابو عمارہ خزیمہ بن ثابت بن فاکہ الانصاری الاوسی الخطمی شریک ہوئے، یہ "ذو الشہادتین" (دو شہادتوں والا) کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تنہا شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے قائم مقام قرار دیا تھا، جس کا طویل واقعہ ابن اثیر کی کتاب "اسد الغابہ" میں مذکور ہے —— یہ پہلی بار بدر میں شریک ہوئے اور بعد ازاں تمام غزوات میں شریک رہے، یہی قول راجح ہے، اور

بعض نے کہا ہے کہ یہ اُحد میں شریک نہیں ہوئے، اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

(۵۳) (۵۴) اسی سال غزوۂ بدر میں حضرت عبیدہ بن حارث بن المطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی شہید ہوئے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

نیز حضرت حارثہ بن ربیع (بصیغہ تصغیر یا کے کسرہ کے ساتھ) شہید ہوئے رُبیّع ان کی والدہ ماجدہ کا نام ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں، حارثہ کے والد سراقہ بن حارث بن عدی الانصاری النجاری ہیں۔ انہی حارثہؓ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "وہ جنّت الفردوس میں ہیں جو سب سے اُوپر کی جنت ہے"۔ حضرت حارثہؓ جنگ بدر میں محافظین کی صف میں تھے، "انصار" میں سے غزوۂ بدر میں سب سے پہلے یہی شہید ہوئے، شہدائے بدر کے ضمن میں ان کا ذکر مکرر آئے گا۔

(۵۵) اسی سال غزوۂ بدر سے دو تین دن پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قتل گاہوں کی نشاندہی فرمائی۔ ایک ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں۔ چنانچہ جس جس جگہ ہاتھ رکھ کر اشارہ فرمایا تھا کفار ٹھیک اسی اسی جگہ مقتول پڑے تھے، ان میں سے ایک کافر بھی اِدھر اُدھر نہیں تھا۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ تھا۔

(۵۶) اسی سال غزوہ بدر میں حضرت عُمیر (بصیغہ تصغیر) ابن حمام (بضم حا) رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، ان کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں جن کے کھانے میں مشغول تھے۔ اتنے میں ان کے کان میں آواز پڑی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں شہید ہونے والوں کو جنت کی خوشخبری سناتے ہیں، یہ سُنتے ہی انہوں نے

کھجوریں پھینک دیں۔ تلوار ہاتھ میں لی، اور کافروں کی فوج پر پل پڑے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

(۵۷) اسی سال غزوۂ بدر میں چودہ صحابہؓ شہید ہوئے، چھ مہاجری اور آٹھ انصاری تفصیل حسب ذیل ہے، مہاجرین قریش میں سے تین:

۱. عُمیر بن ابی وقاص القرشی الزہری، یہ سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں۔

۲. صفوان بن وہب المعروف بہ ابن بیضا القرشی الفہری۔

۳. عُبَیدَہ (بصیغہ تصغیر) بن حارث بن عبد المطلب[1] بن عبد مناف القرشی المطلبی قدیم الاسلام صحابی ہیں، جنگ بدر میں ان کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ مقام بدر میں ان کا انتقال نہیں ہوا۔ بلکہ زخمی حالت میں مدینہ واپس لائے جا رہے تھے کہ راستہ میں "صفرا" نامی موضع میں جاں بحق ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے، وہاں اب تک ان کی قبر زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ جاہل عوام گمان کرتے ہیں کہ یہ حضرت ابو ذر غفاریؓ کی قبر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ابو ذرؓ کی قبر "ربذہ" میں ہے۔

اور حلفائے قریش میں سے تین:

۱. عاقل بن بکیر اللیثی۔

۲. مَہجَع یمنی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، کے حلیف تھے۔ یہ دونوں بنو عدی کے حلیف تھے۔

۳. ذو الشمالین عمیر بن عبد عمرو بن نضلہ الخزرجی۔ یہ بنو زہرہ کے حلیف تھے ایک اور صحابی ذوالیدین کے نام سے معروف ہیں، جن کے نماز میں کلام کرنے کا قصہ مشہور ہے، اور جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا

---

[1] پہلے یہی نام گزر چکا ہے وہاں حارث بن مطلب بن عبد مناف ذکر کیا گیا ہے۔ مترجم

کہ "نماز کم ہوگئی یا آپ بھول گئے؟" یہ ذوالشمالین کے علاوہ دوسرے صاحب[1] ہیں۔ اور انصار کے قبیلہ خزرج کے چھ:

۱. عُمیر بن حُمام، بنو سلمہ سے، جن کا ذکر اُوپر گزرا۔

۲. یزید بن حارث عرف ابن فسحم، بنو حارث بن خزرج سے۔

۳. رافع بن معلی۔

۴. حارثہ بن سراقہ بن حارث، بنو نجار سے۔

۵۔ ۶۔ عوف اور معوذ پسرانِ عفراء۔ ان کے تیسرے بھائی معاذ بن عفراء بدر میں شہید نہیں ہوئے، البتہ زخمی ہو گئے تھے۔ اور بدر سے واپسی کے بعد مدینہ میں ان کا انتقال ہوا، اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک وہ حیات رہے، اور ایک قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک۔ اور انصار کے قبیلۂ اوس کے دو:

۱. سعد بن خیثمہ۔

۲. مبشر بن عبد المنذر بن زنبر رضی اللہ عنہما، ان دونوں کا تعلق قبیلۂ اوس کی ایک شاخ بنو عوف سے تھا۔

(۵۸) اسی سال غزوۂ بدر کے ایام میں حضرت عمیر بن حمام مذکور اور ان کے رفقاء کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی "اور ان لوگوں کو، جو اللہ کے راستہ میں قتل ہوئے مردے نہ کہو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں" الآیہ

(۵۹) اسی سال غزوۂ بدر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بھائی طالب بن ابی طالب گم ہو گیا تھا، اسے جنات اُچک کر لے گئے تھے، ابو

---

[1] بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ "ذوالشمالین" اور "ذوالیدین" ایک ہی شخصیت کے دو لقب ہیں۔ مترجم

طالب کی اولاد میں 'طالب' سب سے بڑا تھا، اور یہ کافر مرا۔ اس کے علاوہ اولادِ ابی طالب میں سے کسی کا خاتمہ کفر پر نہیں ہوا، اس کے تینوں بھائی علی، عقیل اور جعفر رضی اللہ عنہم دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے۔

(۶۰) اسی سال غزوۂ بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، اسلام لائے۔ مگر انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کی۔ بلکہ مکہ میں مقیم رہے اور اپنے اسلام کو مخفی رکھا، یہاں تک کہ ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے اہل وعیال سمیت مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ ۸ھ میں فتح مکہ سے قبل اسلام لائے اور اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کے ارادے سے نکلے، راستہ میں مقام "ابوار" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ فتح مکہ کے لیے تشریف لے جارہے تھے، اس لیے یہ خود راستہ ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس لوٹ آئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ اور اس کے بعد حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں شریک ہوئے جیسا کہ ۸ھ کے واقعات کے ذیل میں آئے گا۔

(۶۱) اسی سال غزوۂ بدر کے بعد حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اسلام لائے، ان کا نام عویمر ہے، والد کے نام میں اختلاف ہے، بعض نے عامر کہا ہے، بعض نے مالک اور بعض نے ثعلبہ۔

(۶۲) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت "ابوتراب" رکھی، سید جمال الدین نے "روضۃ الاحباب" میں اسی طرح ذکر کیا ہے، اور یہ نام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اور حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابُوتراب" غزوۂ عشیرہ کے ایام میں تجویز فرمائی تھی"، اور پہلے گذر چکا ہے کہ غزوۂ عشیرہ جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخریٰ سنہ ۲ھ میں ہوا تھا۔

(۶۳) اسی سال غزوہ بدر سے کچھ بعد حضرت خالد بن ولید کے بھائی ولید بن ولید بن مغیرہ مخزومی اسلام لائے، ولید جنگ بدر کے قیدی کافروں میں شامل تھے ان کے بھائی خالد نے ان کی رہائی کا معاوضہ ادا کیا، اور یہ آزاد ہوتے ہی مسلمان ہو گئے، مگر ان کے بھائی خالد کو اسلام کی توفیق بہت دیر بعد ہوئی اور وہ صفر سنہ ۸ھ میں اسلام لائے اس میں کچھ اختلاف بھی ہے، اس کا ذکر سنہ ۸ھ کے واقعات میں آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قنوت فجر میں ان ہی ولید بن ولید کے لیے بشمول دیگر مستضعفین کے، دعا کیا کرتے تھے، جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

(۶۴) خنیس بن حذافہ کا انتقال: اسی سال غزوۂ بدر سے واپسی پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے تو خنیس بن حذافہ بن قیس القرشی السہمی کا انتقال ہوا۔ یہ اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر تھے، جنگِ بدر میں زخمی ہو گئے تھے جس سے جانبر نہ ہو سکے، بعض نے ان کی وفات غزوہ اُحد کے بعد بتائی ہے، مگر پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

(۶۵) سجدۂ شکر: اسی سال جب غزوۂ بدر سے فراغت کے بعد آپؐ کو مومنین کی فتح و نصرت کی بشارت ملی تو آپؐ حق تعالیٰ کی حمد و شکر بجا لائے اور شکرانہ کی دو رکعتیں ادا فرمائیں۔

(۶۶) اسی سال غزوۂ بدر سے فراغت کے بعد آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے غزوۂ بدر کے کافر قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کرنے کا مشورہ فرمایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے عرض کیا، ان سے فدیہ نہ لیجیے بلکہ انہیں قتل کیجیے تاکہ زمین ان دشمنانِ خداوند سے پاک ہوجائے"، بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فدیہ لینے کا فیصلہ فرمایا، اس پر حق تعالیٰ کی جانب سے عتاب ہوا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں وحی نازل فرمائی۔ مندرجہ ذیل آیت اسی موقعہ پر نازل ہوئی۔

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔	اگر خدائے تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی (بیان القرآن، پ۱۰ ع۵)

(۶۷) **ثابت بن ضحاک کی ولادت** : اسی سال ثابتؓ بن ضحاک بن خلیفہ الانصاری الاشہلی کی ولادت ہوئی۔ ان کی عمر وصال نبوی کے وقت آٹھ سال تھی۔ جیسا کہ ابن اثیر نے "اسد الغابہ" میں لکھا ہے۔

(۶۸) **غزوۂ بدر میں مبارزت** : اسی سال غزوۂ بدر میں یہ واقعہ ہوا کہ تین مسلمان یعنی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم تین مشرکین یعنی عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے مقابلہ میں نکلے۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ نے شیبہ کو اور حضرت علیؓ نے ولید کو قتل کر ڈالا۔ بعد ازاں دونوں حضرات عبیدہ کی مدد کو آگے بڑھے اور عتبہ کو واصل بجہنم کیا۔ انہی چھ اشخاص کے بارے میں مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی :

هٰذَانِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا	یہ دو فریق ہیں جنہوں نے دربار

فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ	اپنے رب کے اختلاف کیا سو جو لوگ کافر تھے ان کے لیے آگ کے کپڑے قطع کیے جائیں گے۔
(پ۱۷ ع ۹)	(بیان القرآن)

(۶۹) **فرعون اُمت کا قتل**: اسی سال غزوۂ بدر میں اس اُمت کا فرعون ابوجہل بن ہشام خذلہُ اللہُ قتل ہوا۔ جسے معاذ و معوذ پسران عفراء نے معاذ بن عمرو بن جموح کی شرکت سے قتل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دیکھ کر آؤ کہ ابوجہل کا کیا بنا؟" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اس کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ ابھی اس میں کچھ رمق باقی ہے، اس کے سینہ پر چڑھ گئے اور تلوار سے اس کا سر کاٹ لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر حق تعالیٰ کی حمد بجا لائے اور سجدۂ شکر ادا فرمایا۔

(۷۰) **مقتولین بدر**: اسی سال غزوۂ بدر میں مشرکین کے ستر سربرآوردہ افراد کام آئے، مثلاً: اُمیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ولید بن عتبہ، طعیمہ بن عدی۔ یہ مطعم بن عدی کا بھائی تھا۔ زمعہ بن اسود، اس کے دو بھائی حارث اور عقیل پسران اسود، ابوالبختری، نبیہ اور منبہ پسران حجاج۔ اسود بن عبدالاسود مخزومی۔ یہ جنگ بدر میں سب سے پہلا مشرک تھا جو قتل ہوا۔ وغیرہم۔

(۷۱) اسی سال غزوۂ بدر میں ستر کافر قیدی بنائے گئے مثلاً:

۱۔ سُہیل بن عمرو القرشی العامری (بعد میں اسلام لائے)

۲۔ ابو وداعہ بن صبرہ السہمی۔ اس کا لڑکا مطلب بن ابی وداعہ صحابی ہے

۳، ۴۔ حنظلہ اور عمرو پسران ابوسفیان صخر بن حرب۔

۵۔ ابوالعاص بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی العبشمی،
یہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں، بعد میں مسلمان
ہوئے۔

۶۔ عقبہ بن ابی معیط القرشی العجلانی۔

۷۔ نضر بن حارث، یہ سب سے پہلا کافر تھا جو جنگ بدر میں پکڑا گیا۔
مشرکین کے مقتولوں اور قیدیوں کی تفصیل "سیرت شامیہ" اور "شرح مواہب
زرقانی" میں مذکور ہے، وہاں دیکھ لی جائے۔

(۷۲) اسی سال غزوۂ بدر سے واپسی پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "الصفراء"
پہنچے تو حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کو نضر بن حارث کے قتل کا حکم
فرمایا، چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔ اور جب "عرق الظبیہ" پہنچے تو عاصم بن ثابت
بن ابی افلح رضی اللہ عنہٗ کو عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم فرمایا، چنانچہ وہ
بھی قتل کر دیا گیا، یہی نضر بن حارث تھا جو عجم سے جھوٹے افسانے اور قصے
کہانیاں خرید کر لاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معارضہ میں ان کو
پیش کر کے کہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، بھی تو تمہیں قصے کہانیاں سناتے
ہیں۔ لو میں ان سے اچھے قصے خرید کر لایا ہوں، ان کو سنو۔ اللہ تعالیٰ نے
ذیل کی آیت اسی کے حق میں نازل فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (لقمان: ٦)	اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں، تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے اور اس کی ہنسی اڑاوے، ایسے لوگوں کے

بیلے ذلّت کا عذاب ہے" (بیان القرآن)

اور اسی نضر بن حارث نے کہا تھا: "اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ پیش کرتے ہیں اگر یہ واقعی تیری جانب سے سچا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔" اہل سیر کا اجماع ہے کہ نضر اپنے کفر پر قتل ہوا۔ اور ابن مندہ کو وہم ہوا ہے کہ وہ اسلام لایا تھا، ابن اثیر وغیرہ تمام حفاظ نے اسے غلط کہا۔

(۷۲) **ابولہب کی موت:** اسی سال غزوۂ بدر سے فراغت کے سات روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب بن عبدالمطلب بحالت کفر مرا، اس کی موت کا سبب "عدسہ" نامی بیماری تھی، جو جسم کے مختلف حصوں میں مسور کے دانوں کی شکل میں نمودار ہوتی ہے، اور بالآخر جان لیوا ثابت ہوتی ہے، عرب اس کو بہت ہی منحوس سمجھتے تھے، ان کے خیال میں یہ بدترین متعدی بیماری تصور کی جاتی تھی۔

(۷۴) **عمر بن ابی سلمہ کی ولادت:** اسی سال حبشہ کی سرزمین میں حضرت عمر بن ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی کی ولادت ہوئی، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب تھے اور ان کی والدۂ ماجدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم اُمّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کی عمر وصال نبوی کے وقت نو سال تھی۔

(۷۵) اسی سال غزوۂ بدر سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین روز تک میدان بدر میں فروکش رہے، تیسرے دن اس گڑھے کے پاس آئے جس میں کفّار قریش کی مردار لاشیں ڈالی گئی تھیں، اس کے کنارے پر کھڑے ہو کر فرمایا: "ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اسے واقعہ کے مطابق پایا، سو تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو

واقعہ کے مطابق پایا؟"

بعد ازاں (حاضرین سے) فرمایا: "جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے تم ان (مقتول کافروں) سے زیادہ نہیں سن رہے ہو، مگر یہ جواب نہیں دے سکتے۔" یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے۔

(۷۶) اسی سال غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ جب حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو جنگِ بدر میں قید کیا گیا (یہ اس وقت کفار قریش کی صف میں تھے)، اور قیدیوں سے فدیہ لینے کا فیصلہ ہوا تو حضرت عباسؓ نے عذر کیا کہ ان کے پاس (فدیہ ادا کرنے کے لیے) مال نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس سونے سے فدیہ ادا کر دو جو تم نے جنگ بدر کے لیے آنے سے قبل اپنی بیوی کے سامنے اپنے گھر میں دفن کیا تھا، اور اسے وصیت کی تھی کہ اگر مجھے اس سفر میں کچھ ہو جائے تو یہ مال میرے تین بیٹوں فضل، عبد اللہ اور قثم کا ہے۔" یہ سن کر حضرت عباسؓ نے عرض کیا، آپ نے صحیح فرمایا، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)، کیونکہ میرے اور میری بیوی ام الفضل کے علاوہ کسی کو اس قصّہ کی خبر نہیں تھی، (یقیناً آپ کی یہ اطلاع وحی الٰہی پر مبنی ہے)، چنانچہ یہی واقعہ ان کے اسلام کا سبب ہوا۔

(۷۷) اسی سال غزوۂ بدر سے مدینہ طیبہ واپس آنے پر حضرت عُمیر بن وہب جمحی اسلام لائے جو اسلام لانے سے قبل شیاطین قریش میں شمار کیے جاتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے درپے ازار رہتے تھے، چنانچہ یہ مکہ سے مدینہ آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا، اور مکہ لوٹ گئے، بعد ازاں یہ کفارِ قریش کو اسی طرح ایذا

دینے لگے جس طرح اس سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو ایذا دیتے تھے۔

ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے صفوان بن اُمیّہ جمحی سے حطیم کعبہ میں ایک خفیہ مشورہ کیا تھا جس کی خبر ان دونوں کے سوا کسی تیسرے شخص کو نہیں تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ میں اس مشورہ کی اطلاع دی، چنانچہ اس معجزہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و رسالت کا یقین ان کے دل میں پیوست ہو گیا اور اس بنا پر یہ اسلام لے آئے۔

(۷۸) **حضرت فاطمہؓ کا عقد** : اسی سال اواخر صفر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے ساڑھے چار مہینے بعد کا واقعہ ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک نکاح کے وقت انیس سال ڈیڑھ ماہ تھی، کیونکہ صحیح قول کے مطابق نبوت سے پانچ سال قبل تعمیر کعبہ کے ایام میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی، چنانچہ علامہ ابن علان نے "شرح اذکار نووی" میں اس قول کی تصحیح کی ہے۔ بنا بریں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے پینتیسویں سال ہوئی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر نکاح کے وقت چوبیس سال ڈیڑھ ماہ تھی، کیونکہ ان کی ولادت ۳۰ سنہ میلاد نبوی میں ہوئی تھی۔

(۷۹) **حضرت فاطمہؓ کی رخصتی** : اسی سال غزوۂ بدر کے بعد ذی الحجہ میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے ۲۲ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر آباد ہوئیں۔ ایک قول کے مطابق یہ ۲ھ کا واقعہ ہے

مگر راجح پہلا قول ہے۔

(۸۰) **مسور بن مخرمہ کی ولادت:** اسی سال مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی ولادت مکہ میں ہوئی، ان کی عمر وصال نبوی کے وقت آٹھ سال تھی، حسن بیدائش اس میں شامل نہیں یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، کے بھانجے ہیں۔

(۸۱) **مروان بن حکم کی ولادت:** اسی سال مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ القرشی الاموی کی ولادت ہوئی۔ وصال نبوی کے وقت وہ ہشت سالہ تھے۔

(۸۲) اسی سال غزوۂ بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شُقران (بضم شین وسکون قاف) کے مالک ہوئے، یہ اسی لقب کے ساتھ مشہور ہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ان کا اصل نام صالح ہے، یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حبشی غلام تھے، انہوں نے غزوۂ بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کو بطور ہدیہ پیش کر دیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرید لیا تھا۔ اور پھر آزاد کر دیا تھا جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد از وصال غسل دینے کی سعادت حاصل کی تھی ان میں یہ شُقرانؓ بھی شامل تھے۔

(۸۳) اسی سال سائب بن یزید جو "نمر کا بھانجا" کے عرف سے معروف ہیں پیدا ہوئے، سات سال کی عمر تھی کہ اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی ولادت ۳ھ میں ہوئی۔

فصل: ۳ھ کے واقعات

① حضرت حفصہؓ سے عقد: اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا، یہ صحیح تر قول کے مطابق شعبان ۳ھ کا واقعہ ہے، جیسا کہ شامی نے اپنی سیرت میں بعد از ہجرت کے واقعات میں ذکر کیا ہے، یہ قول اس امر پر مبنی ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر خنیس بن حذافہ کا انتقال غزوۂ احد سے قبل ہوا تھا، اور یہ کہ ان کی موت کا سبب وہ زخم تھے جو انہیں غزوۂ بدر میں آئے، ان کی موت بدر و اُحد کے مابین واقع ہوئی۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عقد غزوۂ احد کے بعد ۳ھ میں ہوا تھا کیونکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر خنیس بن حذافہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے، جیسا کہ حافظ نے "الاصابہ" میں ذکر کیا ہے۔ یاد رہے غزوۂ احد نصف شوال ۳ھ میں ہوا۔ مگر پہلا قول ہی صحیح تر ہے، اور حافظ نے "الاصابہ" میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

② حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے عقد: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ الہلالیہؓ سے عقد کیا، جو بہ کثرت صدقہ کی بنا پر "ام المساکین" کہلاتی تھیں ان کے پہلے شوہر حضرت عبد اللہ بن جحشؓ غزوۂ احد میں جو بالاتفاق شوال ۳ھ میں ہوا، شہید ہو گئے تھے، عدت پوری ہونے کے بعد اواخر ذی الحجہ ۳ھ میں ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

میں دو یا تین مہینے رہ کر ربیع الاوّل یا ربیع الآخر ۴ھ میں وفات پائی۔ ربیع الاوّل کا قول ہی صحیح ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رمضان ۳ھ میں نکاح کیا تھا، نکاح کے بعد آٹھ مہینے بقید حیات رہیں۔ اور ربیع الاوّل ۴ھ میں یا بقول بعض ربیع الآخر ۴ھ میں وفات پائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہما کا وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہوا۔ یہ اس قول پر مبنی ہے کہ "ریحانہؓ" (جن کی وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہوئی) آپؐ کی باندی تھیں زوجہ نہیں تھیں۔

(۳) **عبداللہ بن عثمانؓ کی وفات:** اسی سال جمادی الاولیٰ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ کا جو حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، چھ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ۴ھ کا واقعہ ہے، ان کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں ٹھونگا مارا، جس سے چند دن بیمار رہ کر انتقال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھایا اور ان کے والد ماجد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لحد میں اتارا۔

(۴) **حضرت امِ کلثوم کا نکاح:** اسی سال ربیع الاول میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ ام کلثومؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

ہوا، اور اسی سال جمادی الاخریٰ کے آخر میں رخصتی ہوئی۔ "تذکرۃ القاری" میں ہے کہ "حضرت ام کلثومؓ قبل از وقتِ نبوت، حضرت زینبؓ کے بعد اور حضرت فاطمہؓ سے قبل پیدا ہوئیں۔" بنا بریں ان کی ولادت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سنِ مبارک چونتیس ہوگا۔

۵) **حضرت حسنؓ کی ولادت:** اسی سال نصف رمضان میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، اور اس کے پچاس دن بعد ذی القعدہ میں حضرت حسینؓ شکمِ مادر میں آئے۔

۶) **تحریم خمر:** اسی سال۔ یا ۴ھ میں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ شراب کی حرمت نازل ہوئی۔

۷) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابتؓ کو یہود کی تحریری زبان سیکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: "مجھے ان سے اطمینان نہیں کہیں وہ میرے خطوط میں گڑبڑ نہ کر دیں۔" اور بقول بعض یہ ۴ھ کا واقعہ ہے۔

۸) **نمازِ خوف:** اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ "ذات الرقاع" میں نماز خوف پڑھی، یہ قطب کا قول ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ۴ھ میں۔ شامی نے اپنی سیرت میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

لیکن غزوۂ "ذات الرقاع" کی تاریخ میں متعدد قول ہیں ۵ھ، ۶ھ، ۷ھ اور یہی آخری قول زیادہ صحیح ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے کتاب المغازی میں اسے غزوۂ خیبر کے بعد ۷ھ میں ذکر کیا ہے، اور جمہور کا قول یہ ہے کہ سب سے پہلی نمازِ خوف غزوۂ "ذات الرقاع" میں پڑھی گئی۔ لہٰذا مذکورہ بالا اقوال نماز خوف میں بھی جاری ہوں گے، اور ایک قول یہ ہے کہ نماز خوف "غزوۂ عسفان" میں نازل ہوئی اور بقول بعض

"غزوۂ ذی قرد" ہیں۔ اور یہ دونوں غزوے ۳ھ میں ہوئے تھے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

(۹) **غزوۂ اُحد:** اسی سال شوال میں "غزوۂ اُحد" ہوا، جیسا کہ غزوات کے باب میں مفصّل گزر چکا ہے۔ اور اس میں ستّر صحابہ شہید ہوئے، منجملہ ان کے سیّد الشہدا حضرت حمزہ بن عبد المطلب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمِّ محترم کی شہادت ہوئی، رضی اللہ عنہ وعنہم، ان کی شہادت۔ مشہور تر قول کے مطابق۔ بروز ہفتہ نصف شوال کو ہوئی تھی۔ جیسا کہ غزوات میں گزر چکا۔

(۱۰) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کے حق میں ان کی شہادت کے بعد ارشاد فرمایا کہ آسمان میں فرشتے حمزہؓ کو "اللہ کا شیر" اور اس کے رسول کا شیر کہہ کر پکارتے ہیں۔ حضرت حمزہؓ اور دیگر شہدائے اُحد کی نماز جنازہ کا ذکر اس فصل کے بعد آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۱) اسی سال غزوہ اُحد میں حضرت مصعب بن عُمیرؓ اور عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہما شہید ہوئے، حضرت عبد اللہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

(۱۲) اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت حمزہ اور حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہما دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

(۱۳) اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ الانصاری الخزرجی شہید ہوئے۔

(۱۴) **غزوۂ اُحد میں دُعائیہ خطبہ:** اسی سال۔ جب مشرکین جنگ اُحد سے واپس ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین سے فرمایا، سیدھے ہو جاؤ! تاکہ میں اپنے رب کی حمد و ثنا کروں، چنانچہ تمام حضرات آپ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ، اَللّٰهُمَّ لَاقَابِضَ لِمَابَسَطْتَ وَلَا بَاسِطَ لِمَاقَبَضْتَ۔	اے اللہ! تیرے ہی لیے ہیں تعریفیں سب کی سب لے اللہ! جس چیز کو تو کھول دے اسے کوئی بند کرنے والا نہیں۔ اور جس چیز کو تو بند کر دے اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔
وَلَاهَادِيَ لِمَآ اَضْلَلْتَ وَلَامُضِلَّ لِمَا هَدَيْتَ۔	اور جس کو تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جس کو تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنیوالا نہیں۔
وَلَامُعْطِيَ لِمَامَنَعْتَ وَلَامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ۔	اور جس چیز کو تو روک دے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں۔ اور جو کچھ تو عطا کر دے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔
وَلَامُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَّ وَلَامُبَاعِدَ لِمَاقَرَّبْتَ۔	اور جس کو تو دور کر دے اسے کوئی قریب لانے والا نہیں۔ اور جس کو تو قریب کر دے اسے کوئی دور کرنیوالا نہیں۔
اَللّٰهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ	اے اللہ! کھول دے ہم پر اپنی برکتیں اپنی رحمتیں، اپنا فضل اور اپنا رزق۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ النَّعِيْمَ الْمُقِيْمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں قائم رہنے والی نعمت قیامت کے دن

وَالْاَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ۔	اور امن خوف کے دن اے اللہ! میں
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اَعْطَيْتَنَا وَشَرِّ مَا مَنَعْتَنَا۔	تیری پناہ لیتا ہوں اس چیز کے شر سے جو تو نے ہم کو عطا کی اور اس چیز کے شر سے جو تو نے ہم سے روک لی۔
اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ۔ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ	اے اللہ! محبوب بنا دے ہمارے لیے ایمان کو، اور آراستہ کر دے اس کو ہمارے دلوں میں، اور ناپسندیدہ بنا دے ہمارے لیے کفر، فسق اور نافرمانی کو۔ اور بنا دے ہم کو ہدایت یافتہ لوگوں میں۔
اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَ اَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيْنَ۔	اے اللہ! وفات دے ہم کو اسلام کی حالت میں اور ملا دے ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ، درآنحالیکہ نہ ہم رسوا ہوں نہ پشیمان۔
اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةَ السَّوْءِ وَاجْعَلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ وَقَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ۔	اے اللہ! ہلاک کر دے ان کافروں کو جو جھٹلاتے ہیں تیرے رسولوں کو اور جو روکتے ہیں تیرے راستے سے۔ اور ڈال ان پر بری آفت، اور نازل کر ان پر اپنی مار اور اپنا عذاب اور ہلاک کر ان کافروں کو جن کو دی گئی کتاب۔

(۱۵) نوحہ کی حرمت : اسی سال غزوۂ اُحد کے بعد یہ حکم نازل ہوا کہ میت پر

نوحہ کرنا، چہرہ پیٹنا اور گریبان پھاڑنا حرام ہے، اس سے قبل یہ حرام نہیں تھا، نہ غزوۂ اُحد کے ایام میں۔ اسی بنا پر شہدائے احد پر عورتوں نے نوحہ اور ماتم کیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رونے کی آواز سُنی تو فرمایا: حمزہؓ پر رونے والی کوئی نہیں۔ پس عورتوں نے اپنے مقتولین کی طرح حضرت حمزہؓ پر بھی نوحہ کیا، جب وہ اس سے فارغ ہوئیں تو نوحہ کی حرمت نازل ہوئی اور اس دن سے نوحہ کی ممانعت کر دی گئی، جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے "البدایہ و النہایہ" میں اور علامہ شامی نے اپنی سیرت میں اس کی تصریح کی ہے۔

(۱۶) اسی سال غزوۂ اُحد سے فراغت کے بعد مشرکین نے حضرت حمزہؓ کی لاش کا مُثلہ کیا (کان، ناک وغیرہ کاٹ لیے)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا: "میں حمزہؓ کے بدلے میں تمہارے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا" اس پر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ (النحل: ۱۲۶) — اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا۔

(۱۷) اسی سال غزوۂ احد میں ہند بنت عتبہ اور کفار مکہ کی دیگر عورتیں مشرکین کو لڑائی پر برانگیختہ کرنے کے لیے دف اور ڈھول بجا بجا کر مندرجہ ذیل گیت گاتی تھیں۔

نحن بنات طارق — نمشی علی النمارق
مشی القطا النوائق — والدر فی المخارق
والمسک فی المفارق — ان تقبلوا نعانق
ونفرش النمارق — او تدبروا نفارق
فراق غیر وامق

ترجمہ : ہم طارق زادیاں ہیں، قالین پر قطا کی چال چلا کرتی ہیں۔ ہمارے کانوں میں موتی ہیں اور مانگ میں کستوری۔ تم آگے بڑھو تو تمہیں گلے لگائیں گے اور تمہاری راہ میں قالین کا فرش بچھائیں گے۔ اور تم نے پیٹھ دکھائی تو علاقہ الفت قطع کر کے تم سے جدا ہو جائیں گے!

(۱۸) **غزوۂ اُحد میں دُعا** ، اسی سال غزوۂ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر فتح و نصرت کی دُعا مانگی، اور اسی دُعا میں یہ فقرہ بھی تھا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُنْشِدُکَ عَھْدَکَ وَ وَعْدَکَ	اے اللہ! میں آپ کو آپ کے عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں۔
اَللّٰھُمَّ اِنْ تَشَآءْ تُھْلَکُ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃُ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ بَعْدَ ھٰذَا الْیَوْمِ۔	اے اللہ! اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہو جائے تو آج کے بعد آپ کی عبادت نہیں ہو گی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دعا آپؐ نے غزوۂ بدر میں کی، اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں کی، قول اوّل کو امام احمد و مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور دوسرے قول کو ابن جریر اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے، اور تیسرا قول ابن سعد نے سعید بن مسیب سے مرسلاً نقل کیا ہے۔ بظاہر ان میں منافات نہیں ہے اس لئے تینوں موقعوں پر یہ دعا کی ہو گی۔

(۱۹) اسی سال غزوۂ حمراء الاسد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور شاعر ابی عزہ عمرو بن عبداللہ الجمحی کے حق میں ارشاد فرمایا تھا: "مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا"

اس کا قصہ یہ ہے کہ شاعر مذکور پہلے غزوۂ بدر میں قید ہوا تو اس نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میں بہت ہی فقیر و محتاج اور عیال دار ہوں، چھوٹی چھوٹی بچیاں ہیں، آپ ازراہِ احسان مجھے بلا معاوضہ رہا کر دیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رہا کر دیا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کافر کی مدد کو نہیں آئے گا۔ یہ رہا ہو کر مکہ آیا، عہد شکنی کی اور جنگ اُحد میں دوبارہ مشرکین کی مدد کو آیا، بدقسمتی سے یہاں بھی قید ہوا، اور آپ سے دوبارہ وہی درخواست کی ایک بار پھر احسان کر دیجیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب میں تجھے موقع نہیں دوں گا کہ تو مکہ جاکر کہے کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دوبارہ فریب دے دیا۔ چنانچہ اس کے قتل کا حکم فرمایا، اور ارشاد فرمایا: "مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں کاٹا جاتا" یہ ارشاد ان جامع کلمات میں سے ہے جو سب سے پہلے آپ ہی کی زبان مبارک سے سنا گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تنبیہ: یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ ابوعزہ دوبارہ جنگِ اُحد میں قید ہوا بعض کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے، مگر بعض میں یہ ہے کہ اس کا دوبارہ قید ہونا غزوۂ حمراء الاسد میں ہوا —— جو غزوۂ اُحد کے بعد متصل ہوا تھا۔ جیسا کہ عنقریب آتا ہے، بظاہر وہ درحقیقت غزوۂ حمراء الاسد ہی میں قید ہوا تھا۔ اور غزوۂ اُحد کی طرف اس بنا پر منسوب کر دیا گیا کہ یہ دونوں غزوات متصل ہوئے تھے۔ واللہ اعلم۔

(۲۰) اسی سال غزوۂ احد میں آپ نے اوپر نیچے دو زرہیں زیبِ تن فرمائیں۔

(۲۱) اسی سال غزوۂ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا،

اِرْمِ سَعْدُ! فِدَاكَ اَبِيْ — سعد! تیر پھینکو، میرے ماں باپ

وَ اُمّیْ ۔ تجھ پر قربان ۔

کہا جاتا ہے کہ "میرے ماں باپ تجھ پر قربان" کے الفاظ آپؐ نے غزوۂ خندق میں حضرت زبیر ابن عوامؓ سے بھی فرمائے تھے ۔ ان دو کے علاوہ کسی تیسرے کے لیے یہ الفاظ استعمال نہیں فرمائے ۔

(۲۲) اسی سال غزوۂ اُحد میں، صحیح تر قول کے مطابق ۔ اور بقول بعض سنہ ۲ھ میں غزوۂ بدر میں ۔ حضرت قتادہ بن نعمان الاوسی رضی اللہ عنہٗ کی آنکھ زخمی ہو گئی تھی ، اور اپنی جگہ سے نکل کر رخسار پر آرہی تھی ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ان کی آنکھ بند کی اور لعاب مبارک لگایا تو اسی وقت ٹھیک ہو گئی ، یہاں تک کہ یہ پہچان نہیں ہو سکتی تھی کہ کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی ۔ اس معجزہ کا ذکر سنہ ۲ھ میں گزر چکا ہے ، چونکہ اس کے زمانۂ وقوع میں اختلاف ہے ، اس لیے دونوں جگہ ذکر کر دیا گیا ۔

(۲۳) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ جنگ اُحد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی تھی ۔ آنحضرتؐ نے ان کو کھجور کی چھڑی مرحمت فرمائی جو ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی ۔ پس یہ تلوار "العرجون" کہلاتی تھی اور یہ ایک دوسرے کے ہاتھ منتقل ہوتی رہی ، یہاں تک کہ بغا ترکی نے اسے دو صد دینار میں خرید لیا ۔

(۲۴) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کی تانت ٹوٹ کر اتنی چھوٹی رہ گئی تھی کہ کمان کے دونوں سروں تک نہیں پہنچتی تھی ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی اور آپؐ کی دعا کی برکت سے وہ اتنی لمبی ہو گئی کہ اس کا کچھ حصہ کمان پہ لپیٹنا پڑا ۔

(۲۵) اسی سال غزوۂ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک ،

بدبخت کافر عتبہ بن ابی وقاص خذلہ اللہ کے جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھائی تھا، پتھر مارنے سے شہید ہوا۔ یہ دندان مبارک سامنے کے نچلے دانتوں میں سے داہنی جانب کا تھا۔

(۲۶) اسی سال غزوۂ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور رُخِ انور پر زخم آئے، اور خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں پیوست ہو گئے۔ اور یہ عبداللہ قمیہ کافر "خذلہ اللہ تعالیٰ" کی سنگباری سے ہوا تھا، صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! ان کافروں کے لیے بد دعا فرمایئے جنہوں نے آپؐ کو زخم پہنچائے اور اذیت دی، آپؐ نے دعا فرمائی "اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے" اور ایک روایت میں اس کے بجائے یہ لفظ ہیں "اے اللہ میری قوم کی بخشش فرما، کہ یہ جانتے نہیں" چنانچہ آپؐ نے ان کافروں کے لیے ہدایت اور خیر ہی کی دعا فرمائی، البتہ عتبہ اور ابن قمیہ کے لیے بد دعا فرمائی، اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

(۲۷) اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ عتبہ بن ابی وقاص جس کے پتھر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تھا، آپؐ نے اس کے لیے بد دعا فرمائی: "اے اللہ! یہ سال پورا ہونے سے پہلے بحالت کفر مرے" چنانچہ یہی ہوا کہ ابھی سال نہیں گزرا تھا کہ کافر مرا اور جہنم میں گیا۔

(۲۸) اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا عبداللہ بن قمیہ کے حق میں (جس نے آپؐ پر سنگباری کی تھی) ——— قبول ہوئی، آپؐ نے اسے یہ بد دعا دی تھی: اَقْمَاكَ اللهُ "اللہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے" تھوڑے عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک بزِ کوہی (پہاڑی بکرا) مسلط کر دیا، اور اس نے سینگ مار مار کر اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یوں م اصل

بجہنم ہوا۔

(۲۹) اسی سال غزوۂ اُحد میں یہ معجزہ ہوا کہ ملائکہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے آسمان سے اُترے اور شریک قتال ہوئے، ان میں جبریل علیہ السلام "حیزوم" نامی گھوڑے پر سوار تھے، نیز میکائیل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ تھے۔ یہاں تک کہ بعض صحابہؓ نے بھی فرشتوں کو جنگ میں بھرپور حصہ لیتے ہوئے دیکھا، نیز صحابۂ کرام نے یہ منظر دیکھا کہ کافروں کی گردنیں کٹ کٹ کر گر رہی ہیں جبکہ مقابلہ میں کوئی انسان نہیں، نہ کوئی آدمی انہیں مار رہا ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "میں نے جنگ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب دو فرشتوں کو دیکھا، جو شدید جنگ کر رہے تھے، اور سفید براق لباس پہن رکھا تھا۔ ان فرشتوں کو نہ اس واقعہ سے پہلے کبھی دیکھا نہ بعد میں۔ یعنی جبریل و میکائیل۔

(۳۰) اسی سال غزوۂ احد میں ابوالدحداح ثابت بن الدحداح، عمرو بن جموح، اوس بن ثابت (حسان بن ثابت کے بھائی)، اور حضرت جابر کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام الانصاری بھی شہید ہوئے۔ حضرت عبداللہ ۱۲ نقیبوں میں سے ایک تھے، جنگ اُحد میں سب سے پہلے یہی شہید ہوئے تھے، عمرو بن جموحؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۳۱) نیز اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت انس بن النضر (حضرت انس بن مالک کے چچا) شہید ہوئے، اور کفار نے ان کی لاش مبارک کو مسخ کر دیا کہ پہچانے نہیں جاتے تھے۔ ان کی ہمشیرہ محترمہ ربیع بنت نضر نے انگلیوں کے نشانات سے ان کی شناخت کی۔ انہی شہدا اُحد کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی؛

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ (الاحزاب:۲۳)

کچھ "مردوں" نے سچ کر دکھایا جس کا عہد باندھا تھا اللہ سے۔

(۳۴) اسی سال غزوۂ اُحد میں بہت سے کافر مارے گئے، جن کی تعداد "۲۲" ہے یا اس سے زیادہ، بلکہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں: "حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تیس سے زیادہ کافر جہنم رسید کیے، بعد ازاں خود بھی شہید ہو گئے"۔ مندرجہ ذیل کفّار قابل ذکر ہیں:

۱۔ دشمن خدا اُبیّ بن خلف۔ امیہ بن خلف کا بھائی جو غزوۂ بدر میں قتل ہوا تھا۔ اس بدبخت اُبی نے غزوۂ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے ارادے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار کا حملہ کیا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے نیزے کے ساتھ، جو آپ کے دست مبارک میں تھا، اس کو مارا، جس سے اس کی پسلیاں اور ہنسلی ٹوٹ گئی اور مقتول و مخذول ہوا۔ یہی کافر تھا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ پس اس کی وہی حالت ہوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی: "اللہ کا غضب ٹوٹ پڑا اس شخص پر جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا"۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرب سے وہ ملعون جان سے نہیں مرا تھا، بلکہ اس میں کچھ رمق ابھی باقی تھی، مشرکین اس کو اونٹ پر لاد کر لے گئے، اور جب مرّ الظہران پہنچے، جو مکہ سے ایک دن کی مسافت پر ہے اور جسے آج کل وادی فاطمہ کہتے ہیں۔ تو وہاں جا کر مُردار ہوا۔

۲۔ ابو عامر راہب۔

۳۔ طلحہ بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ القرشی العبدری الجمحی (عثمان و سعید پسران ابی طلحہ کا بھائی ہے، اور یہ عثمان شیبہ کا والد ہے، جس کو جنگ احد میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ یعنی شیبہ کا والد عثمان بحالت کفر ہی قتل ہوا، البتہ اس کا بیٹا شیبہ فتح مکہ کے دن اسلام لایا، جیسا کہ ۸ھ کے واقعات میں آئے گا۔ اور شیبہ کا چچازاد بھائی عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ، فتح مکہ سے کوئی سات مہینے قبل اسلام لایا اس کا ذکر ۸ھ کے واقعات میں آئیگا۔

۴۔ ۷ مسافع بن طلحہ القرشی العبدری اور اس کے تین بھائی حارث، جلاس اور کلاب پسران طلحہ۔

۸۔ شریح بن قارظہ۔

۹۔ سباع بن عبد العزیٰ الخزاعی الغشانی، مبارزت کے موقع پر حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ نے اس کو فرمایا تھا "او! اُمِّ انمار کے بچے! اور عورتوں کا ختنہ کرنے والی کے بچے! تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے مقابلہ کرتا ہے"؛

ارطاۃ بن شرحبیل بن ہشام بن عبد مناف۔

یہ دونوں موخر الذکر یعنی سباع اور ارطاۃ نیز عثمان بن ابی طلحہ العبدری جمحی جس کا ذکر نمبر ۲ پر گزرا، یہ تینوں حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

(۲۱) اسی سال غزوہ احد میں حضرت عبد اللہ بن جبیر بن نعمان (خوات کے بھائی)، الانصاری اوسی رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد میں ان کو تیر اندازوں کا امیر مقرر کیا تھا، اور ان کی معیت میں تقریباً پچاس

تیر اندازوں کی جماعت تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ تم لوگوں کو اس جگہ سے نہیں ہٹنا چاہیئے۔ خواہ ہم غالب ہوں یا مغلوب۔ یہ جگہ دو پہاڑوں کا درمیانی دَرّہ تھا۔ جب کافر شکست کھا کر بھاگے، اور مالِ غنیمت چھوڑ گئے، تو ان میں بیشتر حضرات اپنی جگہ چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید کے مطابق حضرت عبد اللہ بن جبیر اور ان کے چند رفقاء اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ اور یہ سب حضرات شہید ہو گئے، اور جن حضرات نے جگہ چھوڑ دی تھی ان کی حکم عدولی پر حق تعالیٰ کی جانب سے عتاب ہوا، اور مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر اور ان کے رفقاء کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ "تم میں سے بعض وہ ہیں جو دنیا چاہتے تھے ......" اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹ گئے تھے۔ "اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو آخرت کو چاہتے ہیں" اس سے مراد وہ حضرات ہیں جو اپنی جگہ ثابت قدم رہے۔

(۲۵) اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت ابو زید الانصاری شہید ہوئے، یہ ان چھ حضرات میں تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن جمع کیا تھا۔ ابو زیدؓ کے نام میں بہت ہی اختلاف ہے، بعض نے قیس بن السکن کہا ہے اور بعض نے کچھ اَور۔

(۲۶) اسی سال غزوۂ اُحد میں امام زہریؒ کے دادا عبد اللہ بن شہاب کافروں کی صف میں تھے (امام زہری کا سلسلۂ نسب یہ ہے، محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن شہاب)، مسلمانوں سے لڑائی کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر اندازی کر کے آپؐ کو زخم پہنچایا۔ مگر بعد میں اسلام کی سعادت انہیں بھی نصیب ہوئی۔ یہ عبد اللہ اصغر کہلاتے ہیں اور امام زہری کے پدری سلسلہ سے جدِ اعلیٰ ہیں اور دوسرے عبد اللہ اکبر ہیں

امام زہری کے مادری سلسلہ کے جد اعلیٰ ہیں اور یہ قدیم الاسلام ہیں حبشہ کی طرف ہجرت کی مگر ہجرت مدینہ سے قبل
مکہ ہی میں انتقال کیا حافظ سہیلیؒ نے "الروض الانف" میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔
(۲۷) اسی سال غزوۂ احد میں حضرت مخیریقؓ شہید ہوئے، ان کا تعلق یہود کے
قبیلہ بنو نضیر سے تھا، اسی سال غزوۂ احد سے قبل اسلام لائے اور غزوۂ احد میں شہید
ہوئے رضی اللہ عنہ، ان کے پاس دیگر اموال کے علاوہ سات باغ تھے، غزوۂ
احد کے لیے جانے سے پہلے فرمایا، "اگر میں اس لڑائی میں کام آؤں تو میرا
سارا مال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، آپ اسے جو چاہیں کریں"۔ پس
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد سے واپس ہوئے تو یہ سارے مال
اور باغ وقف کر دیئے۔ یہ اسلام میں سب سے پہلا وقف تھا۔ کہتے ہیں کہ
علمائے یہود میں سے صرف دو شخص اسلام لائے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام اور
حضرت مخیریق رضی اللہ عنہما۔
(۲۸) اسی سال غزوۂ احد میں حضرت ابوحبّہ (حاء مہملہ، باء موحدہ مشدد)، ابن ثابت
بن نعمان بن امیہ الانصاری البدری رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے، انہیں سے بروایت
ابن حزم امام بخاری وغیرہ نے حدیث معراج کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔ ابن حزم
کی روایت ان سے مرسل ہے، ابوحبہؓ کے نام میں اختلاف ہے، بعض نے عمرو
کہا ہے اور بعض نے کچھ اور۔
(۲۹) اسی سال غزوۂ احد میں عبید بن تیہان (بفتح تا، وکسر یاء مشددہ، پھر ہا،
پھر الف)، رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے۔
(۴۰) اسی سال غزوۂ احد میں حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر الانصاری
الخزرجی رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے۔ یہ بیعت عقبہ ثالثہ میں شریک تھے، اور مدینہ
کے بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمٰن

بن عوف کے ساتھ ان کی مواخات قائم کی تھی۔

(۴۱) اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے اور سعد بن ربیعؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیے گئے تمام شہداءِ اُحد دو دو، تین تین ایک ایک قبر میں دفن کیے گئے تھے۔ سعد بن ربیع، خارجہ بن زید کے بھتیجے ہیں۔ ابو زہیر میں دونوں جمع ہو جاتے ہیں، حضرت خارجہؓ بیعت عقبہ اور جنگ بدر میں شریک ہوئے، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خسر تھے، ان کی صاحبزادی حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان (حضرت عائشہؓ) کے دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کے بارے میں وصیت فرمائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "بھائی تو خیر دو ہیں، مگر میری بہن تو ایک ہی اسماء ہیں دوسری کون ہے؟" فرمایا: "بنت خارجہ (حضرت ابوبکرؓ کی اہلیہ) امید سے ہیں میرا خیال ہے لڑکی ہو گی" چنانچہ آپؓ کی وفات کے بعد ام کلثوم بنت ابی بکر کی ولادت ہوئی۔ اور یہ واقعہ آپؓ کی کرامات میں شمار کیا گیا، حضرت خارجہ کے صاحبزادے زید بن خارجہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے وفات کے بعد کلام کیا تھا۔ اور بعض نے ان صاحب کا نام ابو خارجہ بتایا ہے پہلا قول ہی صحیح ہے، ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

(۴۲) اسی سال غزوۂ اُحد ہی میں حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ یہ "غسیل ملائکہ" کے لقب سے معروف ہیں اور اس لقب کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ اپنی اہلیہ سے فارغ ہو کر غسل کی تیاری کر رہے تھے کہ اتنے میں ان کے کان میں منادی کی آواز پڑی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے لیے نکلنے کا حکم فرماتے ہیں، اس آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ وہ غسل وغیرہ سب کچھ

بھول گئے اور فوراً اسی حالت میں غزوۂ اُحد کے لیے نکل پڑے اور وہاں شہید ہوگئے (شہید کو غسل نہیں دیا جاتا، اور یہ بات کسی کو معلوم نہیں تھی کہ شہید ہونے سے پہلے ان کو غسل کی حاجت لاحق تھی) چنانچہ آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور ان کو غسل دیا۔

(۴۳) غزوۂ احد کے بارے میں ساٹھ آیتوں کا نزول: اسی سال غزوۂ اُحد کے واقعات، مسلمانوں کے طرزِ عمل اور مشرکین سے عتاب میں قرآن مجید کی ساٹھ آیتیں نازل ہوئیں، یعنی ارشادِ خداوندی: وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِکَ سے ساٹھ آیات تک۔ (آل عمران: ۱۲۱)

(۴۴) اسی سال غزوۂ اُحد سے قبل مدینہ منورہ میں عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر الانصاری الاوسی کی ولادت ہوئی، ان کے والد حضرت حنظلہؓ غسیل الملائکہ کہلاتے ہیں، جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے جیسا کہ ابھی اوپر گزرا، سن ولادت کو متثنیٰ کر کے حضرت عبداللہ بن حنظلہ کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت نو سال تھی، جیسا کہ اسدُ الغابہ میں ہے۔

(۴۵) اسی سال غزوۂ احد میں حضرت اُمِ سلیط (بفتح سین مہملہ) بنت عبید بن زیاد الانصاریہ النجاریۃ المازنیہ اسلام و بیعت سے مشرف ہوئیں، انہی کے حق میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ اُحد کے دن ہمارے لیے مشکیں بھر بھر کر لاتی تھیں۔

(۴۶) اسی سال بنو قینقاع نے جب عہد شکنی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَۃً   اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت

فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ۔ (الانفال: ۵۸)

(یعنی عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو آپ وہ عہد ان کو اس طرح واپس کر دیجئے کہ آپ اور وہ (اس اطلاع میں) برابر ہو جائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ (بیان القرآن)

(۴۷) اسی سال حضرت عبادہ بن صامتؓ کے بنو قینقاع کی سفارش کرنے کے بارے میں ذیل کی آیات یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ ...تا... فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔ تک نازل ہوئیں (المائدۃ: رکوع ۸، آیات: ۵۱ تا ۵۶) جن میں یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے دوستانہ مراسم رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

(۴۸) اسی سال جب بنو قینقاع نے اپنی شجاعت اور جنگی مہارت پر فخر کرتے ہوئے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بس قریش پر ہی غالب آ گئے کہ انہیں فنون سپہ گری کا علم نہیں تھا، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ ہم سے ہوا تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم کیسے لوگ ہیں، اور وہ ہم پر غالب بھی نہیں آ سکیں گے۔ ان کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ (آل عمران: ۱۲)

آپ ان کفر کرنے والوں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم (مسلمانوں کے ہاتھ سے) مغلوب کیے جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف جمع کر کے لیجائے جاؤ گے اور وہ ہے بُرا ٹھکانہ (بیان القرآن)

(۴۹) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ احد سے فراغت کے بعد

ابو امیہ عمرو بن اُمیہ بن خویلد الضمری اسلام لائے۔ قبل ازیں وہ کفر کی حالت میں کفار کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہوئے تھے، اور اسلامی لشکر میں ان کی سب سے پہلی شرکت "سریہ بیر معونہ" میں ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار کے ہاتھوں سے اس دن (بیر معونہ میں) نجات دلائی (یعنی ان کے دیگر رفقاء شہید کر دیے گئے اور وہ بچ نکلے۔

(۵۰) اسی سال غزوۂ اُحد کے ایام میں اُصیرم (بصیغۂ تصغیر اور بقول بعض بصیغہ تکبیر) اسلام لائے۔ ان کا اسم گرامی عمرو بن وقش انصاری ہے، اور اسلام لاتے ہی غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے، جب کہ انہیں حق تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریزی کا موقعہ تک نہیں ملا۔ (یعنی اسلام لانے کے بعد ایک بھی نماز کا وقت نہیں ملا۔ اس سے قبل ہی شہید ہو گئے)، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی کہ وہ اہل جنت سے ہیں۔

(۵۱) اسی سال غزوۂ اُحد میں معتب بن قشیر منافق نے، جو غزوۂ اُحد میں شریک تھا یہ کہا کہ "اگر ہمارا کچھ اختیار چلتا تو ہم یہاں مقتول نہ ہوتے"۔ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ الآیۃ (آل عمران ۱۵۴)

(۵۲) اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو اکیس زخم آئے، اور پاؤں میں ایسا گہرا زخم آیا کہ اس کی وجہ سے لنگڑانے لگے، نیز سامنے کے دانت ٹوٹ گئے۔

(۵۳) اسی سال غزوۂ اُحد میں حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم الانصاری الخزرجی المازنی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ وضو کے راوی ہیں، مشرف باسلام ہوئے بعد ازاں اُحد اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ اور سنہ ۱۱ نبوت کے ذیل میں

(اسی نام کے ایک دوسرے صحابی حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ الانصاری الخزرجی الحارثی کے اسلام لانے کا تذکرہ گزرچکا ہے۔ اور یہ کہ وہ عقبہ ثالثہ میں اسلام لائے تھے، یہ صاحب الاذان کہلاتے تھے۔

(۵۴) اسی سال سہل بن ابی حثمہ الانصاری الاوسی کی ولادت ہوئی، وصال نبوی کے وقت یہ ہشت سالہ تھے۔

(۵۵) اسی سال ابوالطفیل عامر بن واثلہ بن عبداللہ الکنانی اللیثی کی ولادت ہوئی، ابن اثیر "اسدالغابہ" میں لکھتے ہیں کہ "ابوالطفیلؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے آٹھ سال پائے" آھ۔ اوران کی وفات باجماعِ محدثین، روئے زمین کے تمام صحابہ کے بعد ہوئی، ان کا انتقال ۱۱۰ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوا، کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ حج کے موقع پر ان کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے۔

(۵۶) اسی سال غزوۂ احد سے قبل کفارِ مکہ کا "دارالندوہ" میں اجتماع ہوا، اور جنگ احد کے لیے نکلنے کی قرار داد بالاتفاق منظور کی۔ اورجنگ کی تیاری کے لیے بہت بڑی مقدار میں مال جمع کیا، ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا!

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ۔	بلاشک یہ کافرلوگ اپنے مالوں کو اس لیے خرچ کررہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے دگر، پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہوجائیں گے پھر آخر مغلوب ہی ہوجائیں گے۔
(الانفال ۳۶)	(بیان القرآن)

(۵۷) اسی سال غزوۂ احد میں حضرت حذیفہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہما شہید ہوئے گھمسان کی جنگ ہوئی تو مسلمانوں نے ان کو غلطی سے کافروں کے لشکر کا آدمی سمجھا اور ان پر لوٹ پڑے، حضرت حذیفہؓ کہتے رہ گئے کہ "میرے والد ہیں، میرے والد ہیں" مگر اتنے تک یہ جامِ شہادت نوش کر چکے تھے، جب حضرت حذیفہؓ نے دیکھا کہ ان کے والد قتل کر دیئے گئے تو جن کے ہاتھ سے نادانستہ قتل ہوا ان سے صرف اتنا فرمایا:

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔	اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، اور وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں۔

پھر ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔

(۵۸) شہداء احد کی نماز جنازہ: اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ پڑھی، بعد ازاں باقی شہدائے اُحد کی۔ ایک ایک شہید کا جنازہ حضرت حمزہؓ کے پہلو میں لاکر رکھا جاتا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جاتی۔ یہاں تک کہ حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ ستّر مرتبہ ہوئی، یہ مطلب نہیں کہ حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ ستّر بار مکرر ہوئی بلکہ یہ مطلب ہے کہ ہر شہید کی الگ نماز جنازہ ہوئی، اور ہر شہید کے ساتھ حضرت حمزہؓ کا جنازہ بھی ہوتا تھا، یوں گویا حضرت حمزہؓ پر ستّر بار نماز جنازہ ہوئی۔ حنفیہ نے اسی روایت کی بنا پر کہا کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز نہیں پڑھی تھی، اس روایت کو لے کر شافعیہ نے کہا ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہیں۔

(۵۹) اسی سال غزوہ اُحد میں حضرت ابوسعید خدری کے والد ماجد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہما، بھی شہید ہوئے تھے۔ انہیں جنت البقیع میں دفن کرنے کی غرض سے میدان جنگ سے اٹھا کر لایا گیا۔ مگر جب لوگ ان کا جنازہ لے کر مدینہ

طیبہ میں داخل ہوئے تو انہیں خبر ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ ہر مقتول کو وہیں دفن کیا جائے، اور آپؐ نے منتقل کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ جس جگہ یہ خبر پہنچی وہیں انہیں دفن کر دیا گیا، اور آج کل (یعنی مصنفؒ کے زمانے میں) ان کی قبر پر قبہ ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اور اس سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔ بحمد اللہ ہم نے بھی ۱۱۳۶ھ میں اس کی زیارت کی۔

(۶۰) ابوسفیان کی گفتگو: اسی سال غزوۂ اُحد کے خاتمہ پر ابوسفیان نے (رضی اللہ عنہ، جو اس وقت کفار قریش کے رئیس تھے اور بعد میں مشرف باسلام ہوئے) دریافت کیا کہ "کیا آپ لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے جواب نہ دو"۔ چنانچہ لوگ خاموش رہے، اس نے دوبارہ پوچھا کہ "کیا تم میں ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) موجود ہیں؟" اس کا جواب بھی خاموشی میں ملا۔ اس پر ابوسفیان نے سہ بارہ پوچھا "کیا تم میں عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) موجود ہیں[1]؟" اس کا جواب بھی خاموشی میں ملا۔ اس پر ابوسفیان بولا، "یہ سب قتل ہو چکے ہیں، اگر زندہ ہوتے تو جواب آتا"۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا، چنانچہ اُسے منہ توڑ جواب دیتے ہوئے کہا "او اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہتا ہے، اللہ عزوجل نے ان سب کو تیرے قتل کے لیے باقی رکھا ہے"۔ ابوسفیان نے اپنی فتح پر ہبل نامی بُت کا نعرہ بلند کیا: "اُعْلُ ھُبَلْ اُعْلُ"

---

[1] یہیں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کفار تک بھی جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے مرتبہ پر حضرت ابوبکرؓ اور تیسرے مرتبہ پر حضرت عمرؓ کا نام آتا ہے، گویا یہ اسلامی تاریخ کی ایک ایسی مسلمہ حقیقت تھی جسے مسلمان ہی نہیں کافر بھی جانتے تھے ۱۲ مترجم

هُبَل (اے ہبل! تو اونچا، یعنی ہبل کی جے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اس کو جواب دو" صحابہؓ نے عرض کیا، اسے کیا جواب دیں؟ فرمایا اس کے جواب میں کہو، "اللہ تعالیٰ ہی سب سے اونچا اور سب سے بزرگ تر ہے"

ابوسفیان نے کہا، "ہمارے پاس عُزّیٰ (نامی بُت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزّیٰ نہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کو جواب دو" عرض کیا "کیا جواب دیں"؟ فرمایا "اَللّٰهُ مَوْلٰـنَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ" (اللہ ہمارا مولا ومددگار ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں)۔

(۶۱)(۶۲) اسی سال غزوۂ اُحد سے فراغت کے بعد شہدائے اُحد کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی،

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (الاحزاب ۲۳)

ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اُترے، پھر بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعضے ان میں مشتاق ہیں۔

نیز یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (آل عمران ۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انکو مُردہ مت خیال کر، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں، ان کو رزق بھی ملتا ہے، وہ خوش ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی۔ (بیان القرآن)

(۶۳) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو غزوۂ اُحد میں ہزیمت لاحق ہوئی اور ستر صحابہ شہید ہوئے رضی اللہ عنہم، تو صحابہ کرامؓ کو بہت قلق ہوا، اور انہوں نے کہا: اَنّٰی ھٰذَا (یہ کہاں سے ہوا) یعنی ہمیں قتل و ہزیمت کا سامنا کس سبب سے کرنا پڑا تو اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا۔ (آل عمران: ۱۶۵)	اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دو حصے تم جیت چکے تھے۔ تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو۔ کہ یہ کدھر سے ہوئی۔ (بیان القرآن)

(۶۴) اسی سال غزوۂ اُحد سے فارغ ہونے کے ایک دن بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حمراء الاسد کے لیے نکلے تو کفار قریش کا خیال تھا کہ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو میدان اُحد میں قتل و ہزیمت لاحق ہوئی ہے۔ اس لیے وہ اب جنگ میں آپؐ کا کبھی ساتھ نہیں دیں گے۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حمراء الاسد کے لیے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو ایک شخص کو جنگ کی منادی کے لیے بھیجا، اور تمام صحابہؓ، زخم اور ماندگی کے علی الرغم، ایک دم جنگ کے لیے تیار ہو کر نکل کھڑے ہوئے، اللہ رب العزت نے ان حضرات کی مدح فرمائی اور ان کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (آل عمران: ۱۷۲)	جن لوگوں نے اللہ و رسول کے کہنے کو قبول کر لیا بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا، ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لیے ثواب عظیم ہے۔

(۶۵) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو لے کر غزوۂ حمراء الاسد کی طرف نکلنے کا ارادہ فرمایا تو کفار نے نعیم بن مسعود اشجعی کو مسلمانوں کے پاس بھیجا تاکہ انہیں میدانِ جنگ میں اُترنے کے خطرناک نتائج سے ڈرائے اور انہیں بتلائے کہ ان کافر لوگوں نے تمہارے مقابلہ کے لیے بہت سے لشکر اور اسلحہ جمع کر رکھا ہے، لہٰذا ان سے ڈرو، ابھی کل ہی تمہیں جنگ اُحد میں بُری طرح کی شکست ہوئی ہے؛ اور اگر اب کے تم نے ان کے مقابلہ میں آنے کی غلطی کی تو بدترین شکست سے دوچار ہوگے۔ چنانچہ نعیم مسلمانوں کے ہاں پہنچا اور انہیں اس خطرہ سے آگاہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے جواب دیا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی توصیف وتحسین فرمائی اور ان کے حق میں یہ آیتیں نازل فرمائیں:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۝

(آل عمران: ۳: ۱۷۳، ۱۷۴)

یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے (مقابلہ) کے لیے سامان جمع کیا ہے سو تم کو ان سے اندیشہ کرنا چاہیئے۔ تو اس نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لیے اچھا ہے پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری ذرا بھی پیش نہیں آئی۔ (بیان القرآن)

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیتیں غزوۂ بدر صغریٰ سے کچھ قبل نعیم بن مسعود اشجعی کے قصہ میں اس وقت نازل ہوئیں جب ابوسفیان نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو ڈرانے دھمکانے اور لشکر قریش کے بکثرت جمع ہونے کی اطلاع کے لیے بھیجا تھا، اور نعیم نے صحابہ کرامؓ سے آکر کہا تھا کہ یہ سب لوگ تمہارے مقابلہ کے لیے جمع ہیں، ان سے خطرہ محسوس کرو۔ اور اس موقع پر صحابہؓ نے مذکورہ بالا جواب دیا تھا اور اسی موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔

(۶۶) اسی سال غزوۂ حمراء الاسد میں صحابہؓ نے دو کافروں کو گرفتار کیا، معاویہ بن مغیرہ بن اُمیہ اور ابوعزہ شاعر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دونوں تہ تیغ کیے گئے۔ پہلے یہ تفصیل گذر چکی ہے کہ ابوعزہ جنگ بدر میں قید ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر اسے رہا کر دیا تھا کہ وہ آئندہ کفار کی مدد کو نہیں آئے گا مگر اس نے عہد شکنی کی اور غزوۂ حمراء الاسد میں دوبارہ کفار کی فوج میں آیا، اس لیے اس کے قتل کا حکم فرمایا۔

فصل ۴ھ کے واقعات

(۱) اس سال غزوۂ بنی نضیر کے ایام میں حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کے حق میں سورۂ حشر ابتدائے سورہ سے وَذَالِكَ جَزَآءُ الظّٰلِمِيْنَ تک نازل فرمائی۔

(۲) اسی سال غزوۂ بنی نضیر ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور جلانے کا حکم فرمایا اور اس بارے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا: مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً الآیۃ (الحشر: ۵)

(۳) اسی سال میں غزوہ سے فراغت کے بعد بنو نضیر کو ان کے گھر بار سے جلاوطن کیا گیا، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں ذکر فرمایا ہے: وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ الآیۃ (الحشر: ۳)

(۴) اسی سال غزوۂ مذکورہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کے اموال اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور "فئے" عطا فرمائے۔ چنانچہ یہ آپؐ ہی کے ملک تھے۔ صحابہ کرامؓ کا اس میں حق نہیں تھا۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب انہیں حضرات پر حسب صوابدید تقسیم فرما دیئے، حق تعالیٰ کا مندرجہ ذیل ارشاد اسی بارے میں نازل ہوا: وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ الآیۃ (الحشر: ۷)

(۵) اسی سال غزوۂ بنی نضیر کے ایام میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابیّ ابن سلول نے بنی نضیر کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرتے ہوئے کہا: "اگر تم کو نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے معاملے میں کسی کی بات

نہیں مانیں گے۔ اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے"۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: "اور اللہ گواہ ہے کہ یہ قطعاً جھوٹ کہتے ہیں، اگر ان کو نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ کبھی نہیں نکلیں گے الخ"

(۶) تحریم خمر:۔ اسی سال ربیع الاوّل میں شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ قسطلانی ؒ نے "مواہب لدنیہ" میں غزوۂ حدیبیہ کے بعد اور غزوہ بنی نضیر کے اواخر میں کہا ہے کہ "شراب کی حرمت ۴ھ میں غزوۂ احد کے بعد غزوۂ بنی نضیر کے ایام میں نازل ہوئی، اس سلسلہ میں دوسرا قول ۶ھ صلح حدیبیہ کے سال کا اور تیسرا قول ۸ھ فتح مکہ کے سال کا بھی ہے، مگر پہلا قول ہی راجح ہے"۔

اور علامہ زرقانی ؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اس قول کی ترجیح پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ تحریم شراب کا حکم جب نازل ہوا تو حضرت انس ؓ قوم کو شراب پلا رہے تھے۔ جب حرمت کی خبر پہنچی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ، نے شراب کے مٹکے توڑ پھوڑ ڈالے اور حضرت انس ؓ کی عمر اس وقت ۴ھ میں چار سال تھی وہ مٹکے توڑنے کا کام کیسے کر سکتے تھے؛ مگر یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے وقت ان کی عمر دس سال تھی، اور تحریم خمر کے وقت چودہ سال کے ہوں گے۔ اندریں صورت ظاہر ہے کہ وہ ایسے بچے نہیں تھے کہ مٹکے نہ توڑ سکیں"۔

اسی سال تحریم خمر کے موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ	اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو ان سے

فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○	بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو، شیطان تو یوں
إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ	چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے
يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ	آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے،
فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ	اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے تم کو باز رکھے
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ	سو اب بھی باز آؤ گے ؟
فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (المائدہ، ۹۱،۹۰)	(بیان القرآن)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حرمت خمر کی بارہ یا اس سے زیادہ وجوہ بیان فرمائی ہیں۔ جن کو مفسرین نے تفصیل سے ذکر کیا ہے [1]

---

[1] اور ان کا خلاصہ یہ ہے :۔

۱۔ بیان حرمت کو لفظ انما سے شروع فرمایا جو حصر کے مفہوم کا فائدہ دیتا ہے گویا ساری گندگی اور شیطانیت شراب اور جوئے میں سمٹ آئی ہے۔

۲۔ شراب اور جوئے کو بت وغیرہ کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔ گویا ان کا گناہ بت پرستی کے ہم رنگ اور ہم سنگ ہے۔

۳۔ ان کو "رجس" اور گندگی قرار دیا جس سے آلودہ ہونا تقدس انسانیت کی شرمناک توہین ہے۔

۴۔ بتایا گیا کہ یہ "شیطانی عمل" اور غنڈہ گردی ہے۔ جس کے سائے سے بھی ایک شریف آدمی کو گریز کرنا چاہیئے۔

۵۔ اس نجاست اور شیطانی عمل سے اجتناب کا صاف صاف حکم فرمایا۔

۶۔ دنیا و آخرت کی فلاح کو اس پر معلق فرمایا۔ گویا جب تک ان گندگیوں سے پرہیز نہیں کیا جاتا تب تک کسی خیر و فلاح کی توقع بے سود ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ)

۷۔ واضح طور پر اعلان کر دیا کہ شراب اور جوئے کے مرتکب دراصل شیطان کے آلہ کار ہیں۔ جو اس کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔

۸۔ اس نکتہ سے بھی آگاہ فرمایا کہ شراب اور قمار کے ذریعہ شیطان تمہارے پورے معاشرے کو بغض و عداوت اور فتنہ و فساد کے جہنم زار میں تبدیل کر دیگا۔

۹۔ ۱۰۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ ایسا شیطانی معاشرہ جس میں شراب اور جوئے کی ہو۔ ذکر الٰہی کی توفیق اور بارگاہ خداوندی کی حاضری (نماز) سے محروم ہو جائے گا۔

۱۱۔ شراب و قمار کی ان شناعتوں، قباحتوں اور ان کے گھناؤنے کردار کو بیان کرنے کے بعد ایک چونکا دینے والا سوال فرمایا کہ بتاؤ اب بھی باز آؤگے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ جس شخص کے دل میں ایمان کی کوئی رمق باقی ہو وہ اس کا جواب وہی دے گا جو صحابہ کرام نے دیا تھا۔ یعنی " اِنْتَهَيْنَا اِنْتَهَيْنَا " (ہم باز آئے، ہم باز آئے، ہماری توبہ!)

۱۲۔ پھر سلسلہ بیان یہاں آکر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس خصوص میں اللہ و رسولؐ کی اطاعت کا حکم دے کر اس کو اور موکد کیا۔

۱۳۔ بعد ازاں اللہ و رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی سے پُرحذر اور محتاط رہنے کی تاکید فرمائی۔

۱۴۔ اور سب سے آخر میں متنبہ فرما دیا کہ ہمارے رسولؐ کا کام ان حقائق کی واضح طور پر نشاندہی کرنا تھا اور وہ اپنا فرض باحسن وجوہ انجام دے چکے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر تم نے حکم عدولی کا راستہ اختیار کیا اور اس شیطانی جال سے نہ نکلے تو اس کے مہیب عواقب اور ہولناک انجام کے لیے تمہیں تیار رہنا چاہیئے۔

وَاللہ اعلم باسرار کلامہ۔ مترجم

(۷) اسی سال جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ کو ان حضرات کے بارے میں تردّد ہوا جو قبل ازیں غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے، کہ احد کے دن بعض حضرات نے شراب پی تھی اور پھر شہید ہو گئے کیا ان کے ذمّہ بھی کچھ گناہ ہوگا؛ اس پر اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی؛ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا (الآیۃ المائدہ : ۹۲)

(۸) اسی سال صلوٰۃِ خوف کا حکم نازل ہوا، اور بقول بعض ۷ھ میں، تفصیل ۲ھ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۹) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی جوڑے کو جس نے حرام کاری کا ارتکاب کیا تھا سنگسار کیا۔

(۱۰) اسی سال سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ۲۵ یا ۲۷ شعبان کو ہوئی۔

(۱۱) اسی سال ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ربیع الاول یا ربیع الآخر میں ہوئی۔ اس کی تفصیل ۲ھ کے واقعات میں ان کی تزویج کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

(۱۲) اسی سال جمادی الاولیٰ میں حضرت ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد القرشی المخزومی کی وفات ہوئی، امّ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل انہی کے نکاح میں تھیں۔ ان کو جنگ اُحد میں زخم آیا تھا اس کے دوبارہ کھل جانے سے اواخر جمادی الاولیٰ یا ۸، جمادی الاخریٰ ۴ھ کو ان کی موت واقع ہوئی، اور بقول بعض ۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ان کی وفات کے بعد حضرت امّ سلمہؓ نے چار ماہ دس دن کی عدّت پوری کی بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عقد کیا اور اواخر شوال ۴ھ میں

وہ دولت کدۂ نبوّت میں آباد ہوئیں۔ حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایۃ" میں اسی ط
ذکر کیا ہے۔

(۱۲) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے
اواخر شوال میں عقد کیا۔ اور ایک قول کے مطابق یہ عقد ۳ھ میں ہوا۔ مگر پہلا قو
زیادہ راجح ہے۔ جیسا کہ زرقانی ؒ نے "شرح مواہب" میں تصریح کی ہے۔ حضرت ام
سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال تمام امہات المومنین کے بعد ہوا۔ چنانچہ صحیح تر قول کے
مطابق ان کی وفات یزید بن معاویہ کے دور میں ۶۲ھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ
کے سانحہ شہادت کے ایک سال ایک مہینہ بعد ہوئی۔

اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امہات المومنین میں سے حضر
زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال سب سے پہلے ہوا۔ وہ حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ کے دور میں عالم آخرت کو سدھاریں۔

(۱۴) اسی سال زہرہ بن معبد کے جدامجد حضرت عبد اللہ بن ہشام بن عثمان القرشی
التیمی کی ولادت ہوئی۔ ان کی والدہ زینب بنت حمید انہیں صغر سنی میں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں۔ آپؐ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔

(۱۵) اسی سال حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدۂ ماجدہ فاطمہ بنت
اسد بن ہاشم بن عبد مناف کا انتقال ہوا، رضی اللہ عنہا۔

(۱۶) اسی سال طعمہ بن ابیرق منافق نے حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی
اللہ عنہ کے گھر سے ڈھال چرائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع ید کا حکم فرما
تو یہ بھاگ کر مکہ چلا گیا، اور وہاں پر چوری کی، اہل مکہ نے اسے قتل کر دیا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احتجاج کرنا چاہا کہ انہوں نے ہاتھ کاٹنے کے بجائے
اسے قتل کیوں کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ (النساء: ۱۰۷)
اور آپ نہ جھگڑیں ان لوگوں کی جانب سے جو اپنی جانوں سے خیانت کرتے ہیں۔

(۱۷) اسی سال بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا، جو "سریۃ القراء" کہلاتا ہے۔ اس سریہ میں جتنے حضرات شریک تھے۔ اور جن کی تعداد ستر تھی بجز ایک کے سب شہید ہو گئے صرف عمرو بن امیہ الضمری زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع کی۔

(۱۸) اسی سال سریہ بیر معونہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے دو ماموں حرام اور سلیم پسران ملحان شہید ہوئے (رضی اللہ عنہم)

(۱۹) اس سال حادثہ بیر معونہ کے بعد نماز فجر میں دعائے قنوت نازلہ شروع ہوئی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے تک قنوت فجر میں ان مجرم قبائل، رعل، ذکوان، عقبہ، لحیان، پر بد دعا فرماتے رہے اور جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ۔ (آل عمران: ۱۲۸)
آپ کو اس معاملہ میں کچھ اختیار نہیں (آپ کو صبر کرنا ہوگا) تاآنکہ یا تو اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دیں یا انہیں عذاب دیں۔

تو آپ نے قنوت ترک کر دی۔ جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

(۲۰) اسی سال ماہ صفر میں حضرت خبیب بن عدی اور زید بن الدثنہ رضی اللہ عنہما مکہ میں شہید کیے گئے۔ اس کی تفصیل سرایا کے باب میں "سریہ رجیع" میں گزر چکی ہے۔

(۲۱) اسی سال حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے قتل سے قبل دو رکعتیں ادا کیں،

اور یہ دوگانہ ہر اس مومن کے لیے سنت قرار پایا جسے جبراً قتل کیا جائے۔ سنت اس
لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں یہ عمل کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کی تحسین فرمائی۔

(۲۲) اسی سال مشرکین مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو تنعیم میں لے جا کر زند
سولی پر چڑھایا۔ یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں جنہیں سولی دی گئی۔ کفار نے جب
انہیں سولی پر لٹکایا تو ان کا منہ قبلہ کی جانب سے ہٹا دیا، مگر وہ لکڑی خود بخود قبل
رُخ گھوم گئی۔ اور یہ واقعہ آپ کی کرامات میں شمار کیا گیا۔ (رضی اللہ عنہ) جس شخص
نے ان کو قتل کیا وہ ابوسروعہ عقبہ بن حارث تھا۔ بعد ازاں ۸ھ میں ابوسروع
بھی اسلام سے مشرف ہو گئے تھے۔

(۲۳) (۲۴) اسی سال کا واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت
خبیب رضی اللہ عنہ کی مردانہ شہادت کی اطلاع پہنچی تو فرمایا، "کون ہے جو خبیب
سولی سے اُتار لائے؟" حضرت زبیر بن عوام اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما نے
اُٹھ کر عرض کیا، ہم لائیں گے۔ چنانچہ دونوں حضرات نے سفر کی تیاری کی اور حضرت
خبیب کی شہادت کے چالیس دن بعد رات میں تنعیم پہنچے، دیکھا کہ لاش بالکل تر
تازہ ہے گویا آج ہی انتقال ہوا ہے۔ اور ہاتھ پر زخم ہے جس سے خون ٹپک ر
ہے۔ رنگ خون کا اور خوشبو کستوری کی، کفار مکہ کے ستر آدمی سوئے ہوئے لاش ک
پہرہ دے رہے ہیں۔ دونوں نے لاش کو سولی پر سے اتارا اور حضرت علی رضی ا
عنہ کے گھوڑے پر رکھ کر مدینہ لے آئے انہی دونوں کے حق میں یہ آیت نازل

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۤءَ مَرْضَاتِ (الخ۔ الآیہ (البقرہ: ۲۰۷)

(۲۵) اسی سال حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھتیجے عبد الر
بن زید بن خطاب القرشی العدوی کی ولادت ہوئی۔ وصال نبوی کے وقت وہ

سالہ تھے حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی سے ان کا نکاح کر دیا تھا۔ ان کے بطن سے ان کے صاحبزادے عبداللہ بن عبدالرحمٰن کی ولادت ہوئی۔

(۲۶) (۲۷) اسی سال سفر کی نماز قصر کا حکم آیا، اور یہ آیت نازل ہوئی۔

وَ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ۔ (النساء: ۱۰۱)

(۲۸) اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت کو یہودیوں کی تحریری زبان سیکھنے کا حکم فرمایا۔ بعض نے کہا کہ یہ ۲ھ کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

(۲۹) اس سال یکم ذی قعدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے عقد کیا۔ یہی راجح قول ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عقد ۵ھ میں ہوا۔ ان کا سن مبارک ۳۵ تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمہات المومنین میں سے سب سے پہلے انہی کا انتقال ہوا۔

(۳۰) اس سال ذی قعدہ میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے دن پردے کا حکم نازل ہوا۔ بقول بعض یہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔ مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ شامیؒ نے اپنی سیرت میں اس کی تصریح کی ہے کہ ان دونوں قولوں کی بنا پر نزول حجاب کا واقعہ غزوۂ بنی المصطلق اور غزوۂ احزاب سے قبل کا ہے۔ کیونکہ غزوۂ بنی المصطلق شعبان ۵ھ میں ہوا، اور غزوۂ احزاب شوال ۵ھ میں۔

فصل ۵: ۵ھ کے واقعات

(۱) اس سال محرم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریحانہ بنت شمعون یا بنت زید بن عمرو سے نکاح کیا۔ ان کا نسبی تعلق تو بنو نضیر سے تھا۔ مگر بنو قریظہ میں بیاہی گئی تھیں۔ یہ بنو قریظہ کے قیدیوں میں شامل تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لیے منتخب فرمایا اور یہ اسلام لے آئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے عقد کر لیا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ بدستور بحیثیت کنیز کے حرم نبوی میں شامل رہیں۔ یہی قول زیادہ مشہور اور لائق اعتماد ہے۔

(۲)(۳) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی المصطلق کے بعد ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ بنو مصطلق کے رئیس حضرت حارث بن ضرار کی صاحبزادی تھیں۔ ایک قول کے مطابق یہ نکاح ۶ھ میں ہوا۔ دراصل یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق ۵ھ میں ہوا یا ۶ھ میں۔

حضرت جویریہؓ بنو مصطلق کے قیدیوں میں شامل تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے شرف زوجیت سے نوازا، اور چار صد درہم مہر عطا فرمایا۔ غزوۂ بنی مصطلق سے تین دن پہلے انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ چاند مدینہ سے چل کر ان کی گود میں آگرا، یہ ان کے اس خواب کی مبارک تعبیر تھی، اس وقت ان کی عمر مبارک بیس سال تھی۔

(۴) اسی سال حضرت ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد حضرت

حارث بن ضرار مصطلقی غزوۂ بنو مصطلق میں قید ہو کر آئے بعد ازاں دولت اسلام سے مالامال ہوئے رضی اللہ عنہ۔

غزوۂ خندق کے حالات

⑤ اسی سال غزوۂ خندق سے چند روز قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم فرمایا۔

⑥ ⑦ اسی سال یہ معجزۂ نبوی ظاہر ہوا کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان نمودار ہوئی، جو کسی طرح نہیں ٹوٹتی تھی، صحابہ کرامؓ اس سے عاجز آگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خندق میں اترے۔ کدال ہاتھ میں لی۔ اور چٹان پر ضرب لگاتے ہوئے آپؐ نے یہ رجز پڑھا۔

بِاسْمِ الْاِلٰهِ وَبِهٖ بَدِيْنَا

وَلَوْ عَبَدْنَا غَيْرَهٗ شَقِيْنَا

فَحَبَّذَا رَبًّا وَّحَبَّ دِيْنَا

ترجمہ:۔ "بنام خدا اور ہمارا آغازِ کار اسی سے ہوتا ہے، اور اگر ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے تو بدبخت ہوتے، سبحان اللہ! کیسا اچھا رب ہے اور کیسا اچھا دین ہے"

چنانچہ آپؐ کی ضرب سے وہ چٹان ریگ رواں کی طرح نرم اور ریزہ ریزہ ہو گئی۔

⑧ ⑨ صحابہؓ کو خندق کھودتے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہؓ کا یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

لَاھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَہْ
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہْ

ترجمہ :۔ اے اللہ! زندگی تو اصل آخرت کی زندگی ہے۔ پس انصار و مہاجرین کو بخش دے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آپ کے جواب میں کہتے،

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَآ اَبَدًا

ترجمہ: ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ جب تک جان میں جان ہے ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے۔

اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبداللہ بن رواحہ کا یہ ترانۂ حمد پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ لَوْلَآ اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا
اِنَّ الْاُوْلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا اِذَآ اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا

ترجمہ: "اے اللہ! اگر آپ کی توفیق اور آپ کے انعام و احسان ہمارے شامل حال نہ ہوتے تو ہمیں ہدایت نہ ملتی، نہ صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے پس ہم پر سکینت نازل فرمایئے اور مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھیئے ان کافروں نے ہم پر تعدی کی ہے۔ یہ جب بھی کسی فتنے کا قصد کرتے ہیں تو ہم اس سے انکار کر دیتے ہیں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری لفظ "ابینا"، کو خوب بلند آواز سے مکرر دہراتے: اَبَیْنَا اَبَیْنَا۔

(۱۰) غزوۂ خندق کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا

کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی اور عرض کیا کہ ہمارے یہاں کوئی تین چار سیر جَو کا آٹا ہے۔ اور ایک چھوٹا سا بز غالہ (بکری کا بچہ) ذبح کیا ہے۔ آپؐ چند رفقا رکے ہمراہ تشریف لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی چھوٹی سی دعوت پر ایک ہزار صحابہؓ کو لے گئے۔ جو تین دن سے خندق کی کھدائی میں لگے ہوئے تھے۔ اور تین دن سے کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا۔ وہاں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پر دعا برکت فرمائی، اور لعاب دہن اس میں ملایا، اور کھلانے کا حکم فرمایا، ایک ہزار کے لشکر نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور روٹی سالن پہلے سے زیادہ باقی بچ رہا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال نے خود بھی کھایا اور ہمسایوں کے یہاں ہدیہ بھی بھیجا "صحیح" وغیرہ میں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے مذکور ہے۔

(۱۱) غزوۂ خندق کے ایام ہی میں یہ معجزہ بھی ہوا کہ حضرت ام عامر اسلمیہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیالے میں کچھ حلوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل خندق کو جمع کر لیا۔ جن کی تعداد تین ہزار نفر تھی سب شکم سیر ہوئے، اور حلوہ جُوں کا تُوں باقی رہا۔

(۱۲) غزوۂ خندق ہی میں یہ معجزہ بھی ہوا کہ حضرت عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت بشیر اور اپنے بھائی حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو کھلانے کے لیے کچھ کھجوریں لائیں۔ یہ دونوں حضرات خندق کی کھدائی میں مصروف تھے۔ وہاں پہنچیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ادھر لاؤ" انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ڈال دیں۔ مگر وہ اتنی کم تھیں کہ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ بھی نہ بھر سکے۔ بعد ازاں آپؐ نے انہیں ایک کپڑے پر رکھ کر ایک شخص سے

فرمایا۔ اہل خندق میں اعلان کردو: هَلُمُّوا اِلَی الْغَدَاءِ۔ (صبح کے کھانے پر جمع ہو جاؤ) تمام اہل خندق جمع ہوئے، سب نے ان کھجوروں سے پیٹ بھرا اور کچھ بقیہ بھی بچ رہا۔

(۱۳) غزوۂ خندق کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور دیگر مسلمان خواتین ایک قلعہ میں محفوظ تھیں۔ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمۂ محترمہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ ایک یہودی اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ ادھر گیا اور قلعہ کی دیوار پر چڑھنے لگا۔ مسلمان لڑائی میں مشغول تھے۔ اور انہیں اس صورتِ حال کا کچھ علم نہیں تھا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمے کا ایک بانس لے کر اس کے اتنے زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اور وہیں ڈھیر ہو گیا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کا سر کاٹ کر باہر یہودیوں کی جانب پھینک دیا۔ وہ یہ منظر دیکھ کر بھاگ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپؐ نے بنو قریظہ کے مال غنیمت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا حصہ مردوں کے برابر رکھا۔

(۱۴) غزوۂ خندق کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے فرمایا:-

اِرْمِ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ۔ ہاں! تیر پھینکو! میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔

"میرے ماں باپ قربان!" کا لفظ جنگِ اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی فرمایا تھا۔

(۱۵) غزوۂ خندق میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ مسلمان قیصر و کسریٰ کے خزانے فتح کریں گے تو عبد اللہ بن اُبیّ اور معتب بن

قشیر وغیرہ منافقوں نے کہا: "یہاں خوف کے مارے حالت یہ ہے کہ کسی کو بیت الخلاء تک جانے کی ہمت نہیں ہے۔ اور یہ میاں صاحب قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا سبز باغ دکھاتے ہیں"۔ اور کچھ منافقوں نے کہا: "اے یثرب والو! تم اس مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔ بس اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ"۔ چنانچہ بہت سے منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر گھروں کو لوٹنے لگے۔ بہانہ یہ تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان نفاق پیشہ لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی:

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا۔ الآیہ (الاحزاب: ۱۲)

(۱۶) غزوۂ خندق میں حضرت ثعلبہ بن عثمان بن عدی بن ناقی الانصاری الخزرجی شہید ہوئے، یہ بدری صحابی ہیں۔

(۱۷) غزوۂ خندق میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اکحل میں ایک تیر لگا جو حبان بن قیس بن عرقہ نے پھینکا تھا۔ حضرت سعد چند دن بقید حیات رہے اور غزوۂ خندق اور غزوۂ قریظہ کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

(۱۸) غزوۂ خندق کے آخری ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "مسجد فتح" میں تین دن، سوموار، منگل، بدھ تک فتح اسلام اور شکست کفار کی دعا فرماتے رہے دعا کے الفاظ یہ تھے۔

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ مُجْرِيَ	اے اللہ! جو کتاب نازل کرتا ہے جو
السَّحَابِ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ	بادلوں کو چلاتا ہے جو بہت جلد حساب
هَازِمَ الْأَحْزَابِ، اَللّٰهُمَّ	لینے والا ہے جو لشکر کفار کو شکست دینے والا ہے
اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ	اے اللہ! ان کو پسپا کر دے اور انکے قدم اکھاڑ دے
اَللّٰهُمَّ اٰمِنْ رَوْعَاتِنَا	اے اللہ! ہمارے خوف کو امن سے بدل

يَا صَرِيْخَ الْمَكْرُوْبِيْنَ يَا مُجِيْبَ الْمُضْطَرِّيْنَ اِكْشِفْ هَمِّيْ وَغَمِّيْ وَكَرْبِيْ فَاِنَّكَ تَرٰى مَا نَزَلَ بِيْ وَبِاَصْحَابِيْ۔

دے لے بے چینوں کی چیخ و پکار سننے والے! اے بیقراروں کی دعائیں قبول کرنے والے! میرے غم، فکر اور میری بیقراری و بے چینی کو زائل فرما مجھ پر اور میرے صحابہ پر جو آفت ٹوٹ پڑی ہے وہ تیرے سامنے ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بدھ کے دن ظہر و عصر کے مابین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی، اور قبولیتِ دعا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے پناہ مسرت کا اظہار فرمایا۔

امام ابو یوسفؒ کے جدِ اعلیٰ

(۱۹) غزوۂ خندق میں حضرت سعد بن حبتہ ابنؓ ملتہ انصاری رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے مقابلہ میں شدید جنگ لڑی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا۔ ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا، اور ان کو اولاد و نسل میں برکت کی دعا دی برکت دعائے نبوی سے وہ چالیس افراد کے چچا، چالیس افراد کے ماموں اور بیس افراد کے باپ ہوئے۔ امام ابو یوسفؒ انہی کی نسل سے ہیں۔ چنانچہ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے:-

---

لہ اصل کتاب میں اسی طرح ہے ظاہراً یہاں "ابن" کی جگہ "بنت مالک" کا لفظ ہونا چاہیئے (مترجم)

"امام ابو یوسف یعقوب (یہ امام ابو یوسف کا نام ہے) بن ابراہیم بن حبیب بن حُبیش[1] بن سعد بن حبتہ" اور حبتہ "حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے ورنہ ان کے والد کا بُجیر اور دادا کا نام بُجَیْلَہ ہے گویا پدری سلسلہ یوں ہوا۔ سعد بن بجیر بن بجیلہ۔

(۲۰) غزوۂ خندق میں جنگ میں شدید مصروفیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی نمازِ عصر فوت ہو گئی اور غروب آفتاب سے پہلے نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملا اس وقت "نماز خوف" کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فوت ہو جانے کا شدید رنج ہوا۔ اور آپ نے کفار کے حق میں بد دُعا فرمائی۔

مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَ قُبُوْرَهُمْ نَارًا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ۔

اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دیں۔ انہوں نے ہمیں "صلوٰۃ وسطیٰ" یعنی عصر کی نماز بھی پڑھنے نہیں دی۔

غروب آفتاب کے بعد آپ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ عصر اور مغرب پڑھی اور ایک قول یہ ہے کہ ان حضرات کی تین نمازیں۔ ظہر، عصر اور مغرب فوت ہوئی تھیں اور عشاء کے وقت ان کو ادا کیا گیا[2]

(۲۱) غزوۂ خندق میں کفار نے ایک مہینے تک مدینہ طیبہ کا محاصرہ کیے رکھا،

---

[1] الاستیعاب وغیرہ میں "خنیس" ہے۔ (مترجم)

[2] شارحین حدیث نے ان کو دو الگ الگ واقعات قرار دیا ہے۔ یعنی ایک دن صرف عصر قضا ہوئی اور دوسرے دن تین نمازیں قضا ہوئیں۔ (مترجم)

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آندھی اور غیر مرئی (فرشتوں کے) لشکر بھیج کر انہیں پسپا کر دیا۔

غزوۂ خندق کا آخری دن

(۲۲) غزوۂ خندق کے آخری دن یہ معجزہ ہوا، کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے نہایت تیز آندھی اور سخت خنک ہوا بھیجی، جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے۔ اور چولھوں پر سے ہنڈیاں الٹ گئیں۔ طنابیں ٹوٹ گئیں اور کجاوے تک ہوا میں اڑ گئے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا لشکر بھیجا۔ جو نہایت بلند آواز سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کر رہے تھے۔ اس منظر سے کافروں کے ہوش اڑ گئے، اوسان خطا ہو گئے اور انہوں نے لڑائی جاری رکھنے کے بجائے دم دبا کر بھاگنے میں عافیت سمجھی۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت تھی۔ حق تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ (الاحزاب۔۹)	پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج نہ بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی۔

نیز ارشاد ہے۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ (الاحزاب: ۲۵)	اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا ہوا ہٹا دیا کہ ان کی کچھ مراد بھی پوری نہ ہوئی اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے آپ ہی کافی ہو گیا۔

غزوۂ بنو قریظہ کے واقعات

(۲۳) اسی سال غزوۂ بنی قریظہ میں حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی شہید ہوئے، بنو قریظہ کی "بنانہ" نامی عورت نے ان پر چکی کا پاٹ گرا دیا تھا جس سے ان کی موت واقع ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا، "ان کو دو شہیدوں کا ثواب ملا" اور قصاص میں اس عورت کو سزائے موت دی گئی۔ اس بدبخت کے علاوہ کبھی کسی جنگ میں کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا۔

(۲۴) اسی غزوۂ قریظہ میں حُیَیّ بن اخطب یہودی کافر قتل ہوا۔ یہ یہودیوں کا رئیس اور ام المومنین حضرت صَفیہ رضی اللہ عنہا کا والد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید بغض وعداوت رکھتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو بحالت کفر قتل کیا۔

(۲۵) غزوۂ بنی قریظہ کے ایّام میں حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر الانصاری الاوسی رضی اللہ عنہٗ کی توبہ قبول ہوئی۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بنو قریظہ پر غالب آئے اور انہوں نے محسوس کیا کہ اب ان کی خلاصی کی کوئی صورت نہیں تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ابولبابہؓ کو ان کے پاس بھیج دیا جائے۔ وہ ان سے کچھ مشورہ اور گفتگو کرنا چاہتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست قبول فرمائی۔ اور حضرت ابولبابہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ ابولبابہ سے بنو قریظہ کی کچھ جان پہچان تھی۔ انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ اگر وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیصلہ کو قبول کرنے کی شرط پر قلعہ سے نکلنا منظور کرلیں تو آپؐ کا برتاؤ ان کے ساتھ کیا ہوگا؟ حضرت ابولبابہؓ نے ان کے جواب میں زبان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا، البتہ ہاتھ سے

گردن کی طرف اشارہ کیا۔ مطلب یہ تھا کہ آپؐ قتل کا حکم دیں گے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ ۔ (الانفال: ۲۷)	اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں کی۔

اس ارشاد خداوندی سے ابو لبابہؓ کو تنبہ ہوا کہ ان کے اس اشارے سے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت کا ارتکاب ہوا ہے چنانچہ وہ مدینہ طیبہ آئے تو اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی توبہ کی قبولیت نازل نہیں ہوتی انہیں کوئی نہیں کھولے گا۔ پندرہ دن بعد ان کی معافی کا اعلان ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا ؕ (التوبہ: ۱۰۲)	اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کیے تھے، کچھ بھلے اور کچھ برے۔ (بیان القرآن)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے انہیں کھولا۔ یہ ستون آج تک مدینہ میں معروف ہے۔ جس پر "اسطوانۃ ابی لبابۃ رضی اللہ عنہ" لکھا ہے۔

(۲۶) اسی سال بنو قریظہ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ ۔۔۔ (الاحزاب: ۲۶)	اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا۔

صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ (الاحزاب۔ ۲۶-۲۷)	اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیا، بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کرلیا۔ اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا تم کو مالک بنا دیا۔ (بیان القرآن)

(۲۷) اسی سال رجب میں حضرت بلال بن حارث مُزنی رضی اللہ عنہ، اپنی قوم بنو مزینہ کے چار سو افراد کا وفد لے کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے علاقے میں واپس ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ تم کہیں رہو تمہیں مہاجرین ہی میں داخل سمجھا جائے گا۔ چنانچہ یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ قبیلۂ مزینہ کے سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ فتح مکہ کے روز بنو مزینہ کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ اور انہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادیٔ عقیق کی جاگیر عطا فرمائی تھی۔ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی دوبارہ حاضری حضرت ضمام بن ثعلبہ کی حاضری کے ساتھ ہوئی تھی۔ ان کا قصّہ عنقریب مفصّل آتا ہے۔

(۲۸) اسی سال حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم بنو سعد بن بکر کے نمائندہ کی حیثیت سے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے نماز، زکوٰۃ، روزہ حج اور دیگر شعائرِ اسلام کے بارے میں سوالات کئے۔ جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے۔ واپس جاکر اپنی قوم کو ان امور سے آگاہ فرمایا اور وہ سب اسلام لائے۔

اہلِ سیر کی ایک جماعت کا قول یہی ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی آمد ۵ھ میں ہوئی تھی۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں: "صحیح یہ ہے کہ حضرت ضمام کی آمد ۹ھ میں ہوئی تھی" علامہ زرقانیؒ نے شرح مواہب میں اس کی تصویب کی ہے۔ اور شیخ دہلوی نے "جذب القلوب" میں ان کی آمد ۱۰ھ میں لکھی ہے۔

(۲۹) کہا گیا ہے کہ اسی سال رجب میں وفد عبد القیس کی آمد ہوئی۔ یہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا جس کا سلسلۂ نسب مضر بن نزار بن مَعدّ بن عدنان کی ایک شاخ "ربیعہ" سے جا ملتا ہے۔ بحرین کے قریب "جواثی" ایک بستی تھی جہاں یہ لوگ آباد تھے۔ بہرحال ان کے چودہ افراد کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ جس میں حضرت منذر بن عائذ العبدی العصری بھی شامل تھے جو "اشج" کے لقب سے معروف تھے۔ نیز جابر بن مُعلّیٰ العبدیؓ بھی تھے۔ یہ حضرات دس روز مدینہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے ارکان و احکام دریافت کیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: میں تم کو چار باتوں کا حکم کرتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں جن باتوں کا تمہیں حکم کرتا ہوں وہ یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اور جن چیزوں سے تم کو منع کرتا ہوں وہ یہ ہیں۔ تونبری، روغنی گھڑیا، کھجور کے تنے کا بنا ہوا برتن اور وہ برتن جس پر تارکول استعمال ہوا ہو، جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور امام بخاریؒ

لہ اصل عربی الفاظ علی الترتیب یہ ہیں دُبا۔ حنتم۔ نقیر۔ مزفّت۔ یہ ظروف عرب میں شراب سازی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ شراب کی حرمت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں کو نبیذ بنانے کیلئے ممنوع الاستعمال قرار دیا

(باقی اگلے صفحہ پر)

نے یہ روایت بھی ذکر کی ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ بحرین کی بستی "جواثیٰ" میں پڑھا گیا۔

وفد عبدالقیس کی ۵ھ میں آمد کا جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ کا کلام اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مگر جمہور اہل سیر کا مذہب یہ ہے کہ وفد عبدالقیس کی آمد ۸ھ میں ہوئی تھی۔ اور بعض نے ۹ھ کی تصریح کی ہے۔ ان اقوال میں تطبیق انشاء اللہ تعالیٰ ۹ھ کے واقعات کے ذیل میں آئے گی۔

(۲۰) اسی سال رجب میں قبیلہ مزینہ کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا — جو چار صد نفر پر مشتمل تھا، ان میں نعمان بن مقرّن بن عائذ مزنی، بلال بن حارث مزنی اور خزاعی بن عبد نہم بن عفیف مزنی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حاجب نامی ان کا بت تھا۔ جس کی پرستش کرتے تھے۔ بہرحال یہ سب اسلام کی دولت سے مالامال ہو کر اپنے وطن لوٹے، یہ سب سے پہلا وفد تھا جس نے مدینہ میں بارگاہِ نبوی میں حاضری دی۔ اس وفد کا کچھ تذکرہ ہم ابھی کر چکے ہیں۔

(۲۱) اسی سال ذی الحجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

جب مسلمانوں کے دل میں شراب سے اس قدر طبعی نفرت بڑھ گئی جیسی پیشاب پاخانے اور کتے اور خنزیر سے نفرت ہوتی ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہوئے فرمایا: "میں تمہیں ان برتنوں سے منع کرتا تھا۔ برتن کسی حلال چیز کو حرام نہیں کرتے۔ اس لیے ان کو استعمال میں لاؤ مگر ہر نشہ آور چیز سے پرہیز کرو"۔

(ترمذی وغیرہ، مترجم)

"الغابہ" تشریف لے گئے تھے کہ گھوڑے سے گر گئے، قدم مبارک کو موچ آگئی اور داہنے پہلوئے مبارک پر خراشیں آئیں، چنانچہ چند دن تک دولت کدہ میں قیام فرمایا وہیں بیٹھ کر نماز ادا ہوتی تھی اور مسجد میں تشریف نہیں لا سکتے تھے۔ بقول بعض یہ ۹ھ کا واقعہ ہے اس کا بیان انشاء اللہ وہیں آئے گا۔

(۴۲) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ وفد عبدالقیس کے آنے سے پہلے ہی آپؐ نے ان کی آمد کی خبر دے دی۔ چنانچہ دوران گفتگو صحابہؓ سے فرمایا کہ عنقریب ادھر سے سواروں کی ایک جماعت "جو تمام اہل مشرق سے بہتر ہیں، تمہارے سامنے ظاہر ہوگی"؛ اس ارشاد کے فوری بعد یہ وفد آیا۔

(۴۳) ایک قول کے مطابق اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کروایا، اور دوسرے قول میں یہ ۶ھ کا واقعہ ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(۴۴) اسی سال مدینہ میں زلزلہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
إِنَّ اللّٰهَ يَسْتَعْتِبُكُمْ فَاعْتِبُوهُ۔ کہ اللہ تعالیٰ تم سے معافی منگوانا چاہتے ہیں۔ پس معافی مانگ کر انہیں راضی کر دو۔

(۴۵) اسی سال ذی الحجہ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ "یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوہ احزاب سے واپسی کے پچیس دن بعد کا واقعہ ہے" جنگ احزاب شوال ۵ھ میں ہوئی تھی۔ امام بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت جابرؓ سے یہ ارشاد نبویؐ نقل کیا ہے کہ "سعد بن معاذ کی وفات ہوئی تو عرش الٰہی کانپ اٹھا" اور ابن عائذ اور سہیلی روایت کرتے ہیں کہ "ان کے جنازے میں ایسے ستّر ہزار فرشتوں نے شرکت کی جن کے قدم اس سے قبل کبھی زمین پر نہیں لگے تھے" امام ترمذی نے بسند صحیح یہ ارشاد نبوی روایت کیا ہے کہ "فرشتے ان کے جنازے کو کندھا دیتے تھے" اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ ان کی موت کا سبب یہ

ہوا کہ انہیں غزوۂ خندق میں تیر لگا۔ جو ابن حبّان بن عرقہ کافر نے مارا تھا، اور ان کی رگِ جاں میں پیوست ہوگیا تھا۔

(۲۶) اسی سال حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی والدہ کبشہ بنت رافع کا انتقال ہوا۔ یہ صحابیہ تھیں۔

(۲۷) اسی سال، جن دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ دومۃ الجندل میں تھے حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ عمرہ بنت سعد بن عمرو انصاریہؓ کی وفات ہوئی، حضرت سعدؓ بھی چونکہ اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اس لیے ان کے جنازے اور دفن میں شریک نہ ہوسکے۔ غزوہ سے واپس آئے تو عرض کیا "یارسول اللہ! میری والدہ کا انتقال اچانک ہوا، اور اگر انہیں کچھ کہنے کا موقع ملتا تو صدقہ کرنے کو کہتیں، اب اگر میں ان کی جانب سے صدقہ کردوں تو انہیں کفایت کرے گا"؛ فرمایا: "ہاں" عرض کیا: "کون سا صدقہ افضل ہے"؛ ارشاد فرمایا: "یہ کہ پانی پلاؤ" (یعنی جہاں ضرورت ہو کنواں وغیرہ بنوا دو) چنانچہ حضرت سعدؓ نے کنواں بنواکر ان کی جانب سے فی سبیل اللہ وقف کردیا۔ اور فرمایا کہ یہ امّ سعد کے (ایصالِ ثواب) کے لیے ہے۔

(۲۸) اسی سال جمادی الاخریٰ میں چاند گرہن ہوا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ نماز خسوف پڑھی، یہاں تک کہ چاند روشن ہوگیا۔ اور یہود نقارے بجانے لگے، وہ کہتے تھے کہ چاند پر کسی کا جادو چل گیا۔ ابن اثیر "اسد الغابہ" میں کہتے ہیں کہ "یہ سب سے پہلی نماز خسوف تھی۔ جو پڑھی گئی"، مگر شامی اپنی سیرت میں کہتے ہیں کہ "خسوف قمر کی نماز سب سے پہلے ۶ھ میں پڑھی گئی"۔

(۲۹) اسی سال قریش کو سختی پیش آئی تھی، آپؐ نے ان کی تالیف کے لیے حضرت حذیفہؓ کو ان کے یہاں بھیجا۔

(۴۰) ایک قول کے مطابق اسی سال حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اسلام لائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ۸ھ میں۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ جیسا کہ ۸ھ کے واقعات میں آئے گا۔

(۴۱) اسی سال شعبان میں غزوۂ بنی المصطلق ہوا۔ جو "غزوۂ مریسیع" کہلاتا ہے۔ یہی راجح قول ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ شعبان ۶ھ میں ہوا، جیسا کہ غزوات کے بیان میں گذر چکا ہے۔

(۴۲) اسی سال اس غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہوا۔

(۴۳) اسی سال حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی کا قضیہ پیش آیا۔ معاذ اللہ، توبہ توبہ۔ علامہ ذہبی نے اسی قول کو صحیح کہا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ یہ ۶ھ کا واقعہ ہے۔

(۴۴) اسی سال اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس بہتان سے برأت فرمائی، اور اس سلسلہ میں "سورۂ نور" کی اٹھارہ آیتیں؛ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ سے أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ تک نازل ہوئیں[1]۔ ان میں سے بعض آیات پہلے اور بعض بعد میں اتریں۔ ان آیات کے نزول سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک دامنی واضح ہوئی۔ اور افترا پرداز منافق ذلیل اور رُسوا ہوئے۔

(۴۵) اسی سال غزوۂ بنی المصطلق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی اور قصۂ افک کے آغاز میں آیت تیمم نازل ہوئی۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ سورۂ مائدہ کی آیت تھی یا سورۂ نساء کی؛ صحیح قول، جو صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے، یہ ہے کہ یہ سورۂ مائدہ کی آیت تھی۔ اس سے قبل تیمم اس امت میں مشروع نہیں تھا۔ بلکہ پہلی امتوں میں بھی جائز نہیں تھا کیونکہ یہ اس امت کی خصوصیات میں سے

---

[1] یہ سورۂ نور کی آیت ۱۱ سے آیت ۲۶ تک سولہ آیتیں بنتی ہیں۔ اٹھارہ نہیں۔ مترجم۔

ہے۔

(۴۶) اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ اپنے خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہ کی مالی امداد بند کر دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے بھی قصہ افک میں حصہ لیا تھا۔ مسطح مسکین تھے۔ اور ان کے مصارف کا بار حضرت صدیق اکبرؓ ہی برداشت کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۔ الآیۃ۔ (النور: ۲۲)

(پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے)

"اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھائیں اور چاہیئے کہ یہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے، بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔"

(ترجمہ: حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ)

(۴۷) یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "واللہ! میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دیں" چنانچہ مسطح کی مالی امداد حسب سابق جاری کر دی اور فرمایا: "واللہ! آئندہ ان کی امداد کبھی بند نہ ہوگی۔"

(۴۷) اسی سال قرآن کریم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار اشخاص پر اسی درّے "حدقذف"

جاری فرمائی جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت دھری تھی، عبداللہ بن ابیّ ابن سلول حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، حمنہ بنت جحش جو ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں[1]۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس واقعہ میں کسی پر بھی حد قذف جاری نہیں ہوئی۔

(۴۸) اسی سال غزوہ بنی المصطلق میں صحابہ کرامؓ کو قیدی عورتیں ہاتھ آئیں، جو بطور غنیمت مجاہدین پر تقسیم کردی گئیں، صحابہ کرام کو ان سے تمتع کا تقاضا ہوا، مگر انہیں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ان باندیوں سے ان کی اولاد نہ ہوجائے، جس سے وہ باندیاں "اُمّ ولد" بن جائیں اور ان کی خرید و فروخت حرام ہوجائے۔ انہوں نے عزل کرنا چاہا کہ مادہ باہر خارج کردیا جائے، اور اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا عَلَیْکُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا کہ "ایسا نہ کرو تب بھی تمہارا کوئی نقصان نہیں[2]، قیامت

---

[1] ان چار اشخاص میں سے پہلا تو رئیس المنافقین تھا۔ اسی نے اپنے خبث باطن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے حسد و کینہ کی بنا پر یہ سارا طوفان برپا کیا تھا۔ اور مؤخر الذکر تینوں حضرات پکے سچے مخلص مسلمان اور صحابی تھے، مگر منافقوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر اس بہتان عظیم کو سچ سمجھنے اور اس کا چرچا کرنے لگے جس پر حق تعالیٰ نے بہت ہی عتاب فرمایا۔ مترجم

[2] یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ "لاَ" کو "عَلَیْکُمْ" سے ملا کر پڑھا جائے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ عزل کردیا نہ کرو جس روح کو پیدا ہونا ہے وہ تو بہر حال ہوکے رہے گی۔ اس لیے عزل کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ کرنے کا کوئی نقصان نہیں اور اگر "لاَ" کو "عَلَیْکُمْ" سے الگ کردیا جائے تو اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "نہیں!

(باقی اگلے صفحہ پر)

تک جس رُوح کو پیدا ہونا ہے وہ تو پیدا ہو کر رہے گی۔"

(۴۹) اسی سال غزوۂ بنی المصطلق کے ایام میں (سورۃ المنافقون کی شان نزول کا) یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ ایک مہاجری نے جن کا نام جہجاہ بن قیس الغفاری یا بقول بعض جہجاہ بن مسعود بن سعد الغفاری تھا، ایک انصاری کو، جس کا نام سنان بن فروہ الجہنی یا بقول بعض سنان بن تیم بن اوس تھا۔ دھکا دے دیا، بات بڑھی تو ادھر سے یاللمہاجرین کا اور اُدھر سے یاللانصار کا نعرہ بلند ہوا۔ اور ہر ایک نے اپنے اپنے فریق کو مدد کے لیے پکارا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا "یہ جاہلیت کے دعوے کیسے ہیں؟ چھوڑ دو! گندی اور بدبودار بات ہے"۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی ابن سلول نے سنا تو کہا "ارے! یہ پناہ گیر (مہاجرین) تمہاری روٹیاں کھا کھا کر اب تمہارے منہ کو آنے لگے، ان کا خرچ بند کر دو، خود ہی تتر بتر ہو جائیں گے" اور یہ بھی کہا: "اچھا ذرا مدینے واپس جانے دو، جو زیادہ با عزت ہوگا زیادہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔ ــــ"۔

"زیادہ باعزت" سے مراد خود اس کی خبیث شخصیت تھی اور "زیادہ ذلیل" سے معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد تھے۔ حضرت زید بن ارقم انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ خبیث بات سنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر خبر کی، عبداللہ بن اُبی کو پتہ چلا تو قسمیں کھا کھا کر اس سے انکار کیا۔ اور الٹا زید کو بدنام کیا کہ یہ جھوٹی شکایتیں لگاتا ہے، معند ہے، ایسا ہے اور ویسا ہے، آنحضرت

(بقیہ حاشیہ) تمہیں لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرو۔ الخ، پہلی توجیہ زیادہ مشہور ہے اور دوسری زیادہ لطیف ہے بہر دو صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل سے کراہت (ناگواری) کا اظہار فرمایا۔ مترجم

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ سے فرمایا "شاید تمہارے سننے میں فرق ہوا ہو" حضرت زیدؓ کو اس سے بہت ہی صدمہ ہوا۔ حق تعالیٰ نے حضرت زیدؓ کی تصدیق اور منافق کی تکذیب کے لیے سورۂ منافقون نازل فرمائی اور اس کی پہلی بات کو نقل کر کے اس پر یوں رد فرمایا: "وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ" [1] (اور آسمان و زمین کے خزانے اللہ ہی کے قبضے میں ہیں مگر منافق نہیں سمجھتے) اور دوسری بات کو نقل کر کے اس کی تردید اس طرح فرمائی: "وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ" [2] (اور عزت تو اللہ تعالےٰ کے لیے ہے۔ اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے مگر منافق اس حقیقت کو نہیں جانتے) یہ سورۃ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: "زید! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی ہے" حضرت زیدؓ اس سے بہت ہی خوش ہوئے۔

فصل ۶ھ کے واقعات

(۱) اس سال رمضان میں قحط پڑا، لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ بارش کی دعا فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گڑگڑانے، تواضع اختیار کرنے اور صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، بعد ازاں لوگوں کے ہمراہ عید گاہ کی طرف نکلے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں الغاشیہ پڑھی، پہلی میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہیں پھر ایک نہایت مؤثر خطبہ دیا۔ لوگ اپنی جگہ سے نہیں اٹھے تھے کہ اللہ تعالےٰ

[1] المنافقون: ۷ [2] المنافقون: ۸

نے بادل بھیجدیا، اور کئی دن تک بارش ہوتی رہی۔

(۲) اسی سال جب بارش ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "آج لوگوں نے اس حالت میں صبح کی کہ کچھ مجھ پر ایمان رکھتے ہیں ستاروں کے کافر ہیں اور کچھ ستاروں پر ایمان رکھتے ہیں اور میرے منکر ہیں۔ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بارش ہوئی وہ تو مجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور ستاروں (کی تاثیر) کے منکر ہیں۔ اور جن لوگوں نے کہا کہ فلاں ستارے کی بدولت بارش ہوئی وہ میرا انکار کرتے ہیں اور ستاروں پر ایمان رکھتے ہیں" (الحدیث)، اور بعض کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد غزوۂ حدیبیہ کے دوران فرمایا تھا[1]۔ زرقانی نے "شرح مواہب" میں اسی طرح لکھا ہے اور غزوۂ حدیبیہ ذیقعدہ ۶ھ میں ہوا تھا۔ جیسا کہ غزوات کے باب میں گزرچکا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ یہ ۸ھ کا واقعہ ہے، جیسا کہ ۸ھ کے ذیل میں آگے آتا ہے۔

(۳) اسی سال جمادی الاولیٰ یا بقول بعض جمادی الاخریٰ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کا جو سریہ "عیص" کی جانب بھیجا گیا تھا۔ اس میں مسلمانوں نے قریش کی ایک جماعت کو گرفتار کرلیا۔ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو العاص بھی تھے۔ (یہ اس وقت مسلمان نہیں تھے) ابو العاص نے حضرت زینب سے امان طلب کی اور انہوں نے ان کو امان دے دی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں ابو العاص کو پناہ دے چکی ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو تو نے

---

[1] اور حدیث میں اس کی صاف تصریح موجود ہے ممکن ہے دو بار زیادہ موقعوں پر یہ بات ارشاد فرمائی ہو۔ واللہ اعلم۔ مترجم۔

پناہ دی اس کو ہماری جانب سے امان ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص کو پناہ دی۔ اور ان کے ضبط شدہ اموال انہیں واپس کر دیئے۔

(۴) اسی سال اس سریہ کے بعد حضرت ابو العاص بن الربیع اسلام لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح سابق کے ساتھ حضرت زینب کو ان کے یہاں رخصت کر دیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جدید نکاح ہوا، اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔ اور بقول بعض حضرت زینب کی دوبارہ رخصتی کا یہ قصہ ۷ھ کا ہے، جیساکہ آگے آئیگا۔

(۵) اسی سال رمضان میں۔ اور بقول بعض کسی دوسرے مہینے میں حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ کا جو سریہ ابو رافع سلام بن ابی الحقیق یہودی کی جانب بھیجا گیا تھا۔ اس کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عتیک جب اس یہودی کو قتل کر کے واپس لوٹے تو اس کے بالاخانہ سے اترتے ہوئے چاندنی کی وجہ سے سیڑھیوں سے گر گئے جس سے پنڈلی ٹوٹ گئی اور پاؤں اتر گیا۔ انہوں نے پٹی کے ساتھ اسے مضبوط باندھ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آگئے۔ آپ نے فرمایا: "پاؤں پھیلادو" انہوں نے پاؤں بچھادیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر دستِ شفا پھرنا تھا کہ وہ فی الفور ٹھیک ہو گیا۔ گویا کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

(۶) اسی سال شوال میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا جو سریہ اُسیر بن رزام یہودی کی جانب روانہ کیا گیا تھا۔ اس کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ اسیر یہودی نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے سر پر ایسا کاری زخم لگایا کہ ان کا سر بھیجے تک پھٹ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی، اس دن کے بعد ان کے سر میں نہ کبھی درد ہوا۔ نہ زخم کا کوئی مادہ (پیپ لہو وغیرہ) خارج ہوا۔

⑦ اسی سال غزوۂ حدیبیہ ہوا۔ جو صلح پر منتج ہوا۔ اس کا بیان غزوات کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

⑧ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۂ حدیبیہ کا احرام باندھا، بروز پیر یکم ذلیقعدہ کو مدینے سے نکلے، اور ذی الحلیفہ سے احرام باندھا، آپؐ کے ہمراہ تیرہ سو یا چودہ سو یا پندرہ سو حضرات تھے۔ درمیانہ قول اعدل الاقوال ہے، مدینہ میں حضرت ابن ام مکتوم کو یا بقول بعض نمیلہ بن عبداللہ اللیثی کو اور بقول بعض ابو رہم کلثوم بن حصین الغفاری کو جانشین مقرر فرمایا۔ ہدی کے ستّر اُونٹ ساتھ لیے اور ان پر ناجیہ بن جندب الاسلمی کو مقرر فرمایا۔ وہ آپؐ سے آگے آگے ان کو چراتے جاتے تھے، جب حدیبیہ پہنچے تو تمام کفّار مکّہ نے آپؐ کو آگے جانے سے روک دیا۔ آپؐ نے وہیں حلق کرایا۔ ہدی کے اونٹوں کا نحر کیا، اور احرام کھول دیا، تمام مسلمانوں نے بھی یہی عمل کیا، اس سال یہ حضرات عمرہ نہیں ادا کر پائے، بلکہ آئندہ سال ۷ھ میں اس کی قضا کی۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔

⑨ اسی سال کا یہ واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حدیبیہ سے فارغ ہوئے۔ ابھی مدینہ کی جانب واپسی نہیں ہوئی تھی کہ ابوجندل آپؐ کی خدمت میں پابزنجیر حاضر ہوئے۔ ان کا نام عاص بن سہیل بن عمر القرشی تھا اور یہ کچھ عرصہ قبل مکۂ مکرمہ کے قریب اسلام لائے تھے۔ اس پر ان کے والد نے انہیں بیڑیاں پہنا دی تھیں، بعد ازاں ان کے والد بھی فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔ جیسا کہ ۸ھ کے ذیل میں آتا ہے۔

⑩ اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے فراغت کے بعد اور مدینہ کی جانب واپسی سے قبل ابو بصیر حاضر خدمت ہوئے۔ ان کا نام عتبہ بن اسید بفتح همزہ، ابن جاریہ ثقفی ہے یہ بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ اور مدت سے اسلام لا چکے تھے۔ ابُو بصیر اور ابُو جندل کفّار

مکہ کی ایذاؤں سے بھاگ کر آئے تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ کی جانب واپس کر دیا۔ کیونکہ کفار کی جانب سے صلح نامہ میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ جو شخص مسلمان ہو کر مکہ سے آپ کے یہاں آئے اسے آپ کو واپس کرنا ہوگا۔ بعد ازاں ابُو بصیر اور ابو جندل کفار کے یہاں سے بھاگ کر مدینہ اور شام کے مابین بیٹھ گئے جیسا کہ ان کا طویل قِصّہ کتب حدیث و سِیَر میں مفصل مذکور ہے۔

(۱۱) اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل حضرت زید بن خالد الجہنی اسلام لائے اور مدینہ طیبہ میں رہائش اختیار کر لی، غزوۂ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور فتح مکہ کے دن قبیلۂ جہینہ کا عَلم انہی کے ہاتھ میں تھا۔

(۱۲) اسی سال غزوہ حدیبیہ سے قبل حضرت شرید بن سوید ثقفی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام لائے، اور حدیبیہ میں شریک ہو کر "بیعت رضوان" کی سعادت حاصل کی۔

(۱۳) اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ الاسلمیؓ اسلام لائے اور غزوۂ حدیبیہ اور "بیعت رضوان" میں شریک ہوئے، غزوۂ حنین اور اس کے مابعد کے مواقع میں بھی شریک رہے، چھ غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی کا ان کو موقع ملا، ان کے والد ابو اوفیٰ بھی صحابی ہیں ان کا نام علقمہ بن خالد الاسلمی ہے۔

(۱۴) اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل حضرت خراش (خائے منقوطہ کے کسرہ اور رائے مہملہ کے ساتھ)، ابن امیہ ابن ربیعۃ بن الفضل ابو نضلہ الکعبی الخزاعی، جو بنی مخزوم کے حلیف تھے۔ اسلام لائے، اور غزوۂ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے غزوۂ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلق انہوں نے ہی کیا تھا۔

(۱۵) اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل قبیلۂ بنو اسلم کے آٹھ حقیقی بھائی یعنی اسماؓ ہندؓ، خراشؓ، ذویبؓ، حمرانؓ، فضالہؓ، مالکؓ، اور آٹھویں کا نام نہیں مل سکا پسران

حارثہ (حا مہملہ اور ثا مثلثہ کے ساتھ)، ابن سعد اسلام لائے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے، اسمار اور ہند اصحابِ صفہ میں شامل تھے۔ اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری ہی ان کا شغل تھا۔ اسمار بن حارثہ کے ایک صاحبزادے کا نام بھی ہند تھا۔ اسی ہند کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم بنو اسلم میں عاشورا کے دن یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا تھا کہ "خبردار! جس نے کچھ کھالیا ہو وہ باقی دن کچھ نہ کھائے پیئے، اور جس نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا وہ روزہ رکھے"۔

(۱۶) اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل حضرت خفاف بن ایمار بن رحضہ الغفاری اسلام لائے۔ یہ اپنی قوم بنو غفار کے امام و خطیب تھے۔ پھر غزوۂ حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے، حضرت خفاف، ان کے والد ایما اور ان کے دادا رحضہ تینوں صحابی ہیں۔

خُفَاف: خا معجمہ کے ضمہ اور فا کی تخفیف کے ساتھ۔ اِیْمَاءُ: کسر ہمزہ، سکون یائے تحتانی، پھر میم، پھر الف ممدودہ کے ساتھ، غیر منصرف ہے۔ رحضہ: را اور حا مہملہ اور ضاد معجمہ تینوں کے فتح کے ساتھ۔

(۱۷) اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل ایما بن رحضہ الغفاری، جو خُفاف مذکور الصدر کے والد ہیں، اسلام لائے۔

(۱۸) اسی سال غزوۂ حدیبیہ سے قبل حضرت عقیل بن ابی طالب اسلام لائے، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد اور حضرت علیؓ سے بیس برس بڑے ہیں۔

(۱۹) اسی سال غزوۂ حدیبیہ کے بعد غزوۂ خیبر سے قبل حضرت رفاعہ بن زید بن وہب الجذامی الضبی اسلام لائے۔ یہ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ہمراہ حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ

ان کی باقی ماندہ قوم کے نام ایک گرامی نامہ ارسال فرمایا، چنانچہ سب نے اسلام قبول کرلیا۔ انہی حضرت رفاعہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مُدعَم نامی حبشی غلام ہدیہ کیا تھا جو خیبر میں قتل ہوا۔

(۲۰) اسی سال غزوہ ذی قرد کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موضع "ذی قرد" میں لوگوں کو نماز پڑھائی، اور وہاں ایک دن رات قیام فرمایا، جیسا کہ "مواہب لدنیہ" میں ہے۔ یہ دوسرا موقع تھا کہ نماز خوف ادا کی گئی، پہلی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں غزوہ بنی لحیان کے موقعہ پر موضع عُسفان میں پڑھائی تھی، اور غزوہ ذات الرقاع کے ذکر میں آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر بھی نماز خوف پڑھائی، گویا یہ تیسرا موقع تھا۔

(۲۱) اسی سال غزوہ ذی قرد میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو مشرکین سے چھڑانے کے لیے ان پر تیر اندازی کرتے ہوئے یہ رجز پڑھتے تھے۔

خُذْهَا وَ أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ وَ الْيَوْمَ يَوْمُ الرُّضَّعِ

اس کو لو (یعنی ہاں ذرا اس کے برداشت کرنے کے لیے تیار رہو)
اور میں اکوع کا فرزند ہوں اور آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

(۲۲) اسی سال کے آخری مہینے ذی الحجہ میں۔ اور بقول بعض ۷ھ میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانِ عالم کی جانب دعوتی خطوط تحریر فرمانے کا ارادہ کیا تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اہلِ عجم مہر کے بغیر کسی خط کو قبول نہیں کریں گے چنانچہ اس مقصد کے لیے آپؐ نے انگشتری بنوائی جس میں "محمد رسول اللہ" تین سطروں میں کندہ تھا۔ بالائی سطر میں لفظ 'اللہ'، درمیانی سطر میں 'رسول' اور زیریں سطر میں لفظ 'محمد' تھا جس کی شکل یہ تھی:

اللہ
رسول
محمد

بعد ازاں جب شاہانِ عجم کے نام نامۂ مبارک تحریر فرماتے تو اس پر یہ مہر ثبت فرماتے، یہ انگشتری یعلیٰ بن امیہ صحابی نے تیار کی تھی، ان کو یعلیٰ بن مُنیہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے والد کا نام اُمیّہ ہے اور والدہ کا نام مُنیہ، یہ سُنار تھے۔

(۲۴) اسی سال جب انگشتری تیار ہوئی تو ذی الحجہ میں بادشاہوں کی جانب دعوتِ اسلام کے لیے قاصد اور گرامی نامے ارسال فرمائے، چنانچہ ذی الحجہ میں مندرجہ ذیل چھ حضرات کو ایک ہی دن بھیجا۔

۱:۔ عمرو بن امیہ الضمریؓ کو نجاشی شاہ حبشہ کی جانب۔

۲:۔ دحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ کو قیصر شاہِ روم کی جانب، جس کا نام ہرقل تھا۔

۳:۔ عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ کو کسرائے فارس پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کی جانب،

۴:۔ حاطب بن ابی بلتعہ اللخمیؓ کو مقوقس شاہِ مصر و اسکندریہ کی جانب

مقوقس اگرچہ اسلام نہیں لایا، مگر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی درخواست کی اور کچھ ہدایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے، جن کا بیان ۷ھ کے ذیل میں آئیگا۔

۵:۔ شجاع بن وہب الاسدیؓ کو حارث بن ابی شمر الغسانی کی جانب

یہ غوطہ (بضم غین) کا امیر تھا۔ جو دمشق کا ایک شہر یا قصبہ تھا۔ حارث کو اسلام کی سعادت نصیب نہ ہوئی بلکہ کفر پر مرا، جس کا بیان ۸ھ کے ذیل میں آئیگا۔

۶:۔ سلیط بن عمرو العامریؓ کو ہوذہ بن علی حنفی رئیس یمامہ کی جانب،

ہوذہ نہ اس وقت اسلام لایا نہ بعد میں، بلکہ کفر پر مرا، جیسا کہ ۸ھ کے ذیل

میں آئے گا۔

ھَوْذہ، فتح ہار کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے۔ اور بعض نے ضمہ بتایا ہے۔

(۲۵) اسی سال کے اخیر میں نجاشی شاہ حبشہ اسلام لایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک اس کے پاس پہنچا تو اس نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور اطاعت بجالایا، اس نجاشی کا نام اصحمہ تھا، صاد اور حائے مہملہ کے ساتھ، بروزن اَربعَہ۔ مگر یہ لفظ طلحہ کی طرح عَلمیّت اور تانیث لفظی کی بنا پر غیر منصرف ہے۔

(۲۶) اسی سال کے آخر میں۔ یا ۸ھ کے اوائل میں۔ نجاشی نے بارگاہِ نبوی میں ایک عریضہ ارسال کیا جس میں اپنے اسلام و اطاعت کا ذکر کیا۔ اور خط کے ہمراہ بہت سے ہدایا اور تحائف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے۔ نیز دو کشتیوں میں اپنے صاحبزادے کے ساتھ بہتّر آدمی اس بات کی معذرت کیلئے بارگاہِ نبوّت میں بھیجے کہ نجاشی بنفسِ نفیس حاضر خدمت نہیں ہو سکا۔

(۲۷) اسی سال نجاشی کا بھتیجا ذومخبر حبشی اسلام لایا۔ یہ ان بہتّر آدمیوں میں شامل تھے۔ جو دو کشتیوں میں سوار ہو کر حاضر خدمت ہوئے تھے۔ دیگر تمام حضرات وطن کو واپس ہوئے مگر حضرت ذومخبر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہے، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے۔

(۲۸) اسی سال۔ یا ۸ھ کے اوائل میں۔ ہرقل شاہِ روم نے ابوسفیان بن حرب بن امیّہ کو طلب کر کے دس سوالات کئے ان میں ہر سوال کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے۔ ہرقل اور ابوسفیان کی یہ گفتگو صحیح بخاری کے اوائل اور دیگر متعدد مواضع میں مفصّل مذکور ہے۔

(۲۹) اسی سال حدیبیہ سے واپسی پر۔ اور بقول بعض ۸ھ میں جعرانہ سے واپسی سے قبل۔ ۱۲ ذیقعدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علا ابن حضرمی رضی

اللہ عنہ کو گرامی نامہ دے کر منذر بن ساویٰ التیمی الدارمی العبدی شاہ بحرین کی جانب روانہ فرمایا۔ گرامی نامہ موصول ہونے پر منذر نے اسلام قبول کیا۔

تنبیہ: منذر کے ساتھ "العبدی" کی نسبت ان کے جدِّ اعلیٰ عبد اللہ بن دارم التیمی کی جانب ہے۔ عبد القیس کی جانب نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے۔

(۳۰) اسی سال۔ جیسا کہ سید جمال الدین نے "روضۃ الاحباب" میں ذکر کیا ہے مگر قسطلانی کی مواہب لدنیہ اور اس کی شرح زرقانی کے مطابق ۸ھ میں غزوہ خیبر کے بعد یا ذی القعدہ ۸ھ میں غزوہ حنین کے بعد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو گرامی نامہ دے کر عمان کے دو رئیسوں جیفر اور عبد پسران جُلَنْدیٰ کے پاس بھیجا، انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ موصول ہوا تو دونوں نے اسلام و اطاعت اختیار کی۔ مگر حاضرِ خدمت ہو کر شرفِ رؤیت سے مشرف نہیں ہو سکے۔ عمان: بضم عین و تخفیف میم، یمن کا ایک شہر جو عرب کی حد میں داخل ہے۔ جَیْفَر: بروزن جعفر، مگر عین کے بجائے یہاں یاء ہے۔ عَبْد: بفتح عین مہملہ و سکون بائے موحدہ، بعض نے باء کے بجائے یائے تحتانی سے ضبط کیا ہے۔ اور بعض نے ان کا نام عَیَّاذ بتایا ہے۔ بفتح عین و تشدید یائے تحتانی و الف۔ جُلَنْدیٰ: بضم جیم و فتح لام و الف مقصورہ۔

(۳۱) اسی سال سورۂ فتح نازل ہوئی، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(۳۲) صحیح قول کے مطابق اسی سال حج فرض ہوا۔ اور بقول بعض ۹ھ میں۔

(۳۳) اسی سال ارشادِ خداوندی۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ الآیہ[1] نازل ہوئی، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عداوتِ کفار کے اندیشے کی بنا پر اس سال

---

[1] البقرہ: ۱۹۶

حج نہیں کر سکے، البتہ اس سال ذیقعدہ میں عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ مگر مشرکین نے حدیبیہ ہی میں روک دیا تھا۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

(۲۴) اسی سال حدیبیہ میں کسوف شمس (سورج گرہن) ہوا۔ کسوف کا یہ واقعہ اس کسوف کے علاوہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے دن ہوا تھا، کیونکہ مؤخر الذکر سنہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے، جس کا بیان آگے آئے گا[۱]۔

(۲۵) اسی سال حضرت عبادہ بن صامتؓ کے بھائی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ خولہ بنت ثعلبہ الانصاریہ سے۔ جو ان کی عم زاد تھیں۔ ظہار کیا، یہ اسلام میں ظہار کا سب سے پہلا واقعہ تھا۔ جاہلیت میں ظہار کو طلاق سمجھا جاتا تھا۔

(۲۶) اسی سال مندرجہ بالا واقعہ کے سلسلہ میں آیات "ظہار" قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي[۲] سے آخر آیات تک نازل ہوئیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے اس خیال کی کہ ظہار سے طلاق ہو جاتی ہے۔ تردید فرمائی۔

(۲۷) اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن ابی افلح سے عقد کیا۔ یہ اکثر اہل سیر کی رائے ہے، اور بعض کا قول یہ ہے کہ عاصم جمیلہ کے باپ کا نہیں بلکہ بھائی کا نام تھا۔ ان خاتون کے بطن سے حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ عاصم کی ولادت ہوئی۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے ان کو طلاق دے دی اور زید بن

---

[۱] بعض محققین کی رائے ہے کہ زمانہ نبوی میں کسوف آفتاب صرف ایک ہی بار ہوا ہے، اس لیے جو روایات تعدد پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کی مناسب توجیہہ کی جائے گی۔ تفصیل کے لیے معارف السنن شرح ترمذی ملاحظہ فرمایئے، مترجم۔ [۲] المجادلہ: ۱

حارثہ سے ان کا نکاح ہوا اور ان سے عبد الرحمٰن بن زید کی ولادت ہوئی۔ لہذا عبدالرحمٰن بن زید، عاصم بن عمر کے ماں شریک بھائی تھے۔ یہ عاصم، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے نانا ہیں۔

(۳۸) اسی سال حضرت عمرؓ نے "ثمغ" میں اپنی جائداد وقف کی۔

(۳۹) اسی سال چند مسلمان خواتین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچیں، جن میں حضرت ام کلثومؓ بنت عقبہ بن ابی معیط بھی شامل تھیں۔ کفار مکہ نے صلح نامۂ حدیبیہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے انتظار میں، کوئی جواب نہ دیا تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی واپسی سے منع فرمادیا۔ اور اس سلسلہ میں سورۂ ممتحنہ کی آیات یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ[1] الخ نازل ہوئیں۔ ان آیات کے نازل ہونے پر صحابۂ کرام نے ان تمام کافر عورتوں کو جو ان کے عقد میں تھیں۔ طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ کے پاس اس وقت دو کافر بیویاں تھیں، آپ نے دونوں کو فوراً چلتا کیا۔

(۴۰) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس مدینہ تشریف لارہے تھے، تو راستے میں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے سورۂ فتح نازل ہوئی، اس کے نزول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو بے حد خوشی اور مسرت ہوئی۔

(۴۱) اسی سال کا واقعہ ہے کہ مندرجہ بالا سفر کے دوران جب سورۂ فتح نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مشغول تھے۔ رات کے وقت اور اونٹنی پر سفر ہو رہا تھا۔ اس حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات دریافت کی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا۔ تین بار

---

[1] الممتحنہ: ۱۰

ادھر سے سوال ہوا اور ادھر سے خاموشی میں جواب ملا تو حضرت عمرؓ کو شدید صدمہ ہوا انہیں خیال ہوا کہ ان سے کوئی بڑی معصیت یا غلطی سرزد ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: "اے عمر! میں وحی کی مشغولیت کی بنا پر تمہیں جواب نہیں دے سکا۔ مجھ پر سورۂ فتح نازل ہوئی ہے جو مجھے روئے زمین کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔"

(۴۲) اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کروایا۔ مُضمَر (چھریرے بدن کے) گھوڑوں کے لیے زیادہ اور غیر مضمر گھوڑوں کے لیے کم مسافت تجویز فرمائی، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مضمر گھوڑوں کے درمیان مقابلہ کروایا، جو حیفا سے ثنیۃ الوداع تک تھا، اور غیر مضمر گھوڑوں کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک ہوا اور خود ابن عمرؓ بھی ان حضرات میں شامل تھے جنہوں نے اس مقابلہ میں حصّہ لیا۔

سفیان کہتے ہیں کہ حیفا سے ثنیۃ الوداع تک، پانچ چھ میل کا فاصلہ ہے اور ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

(۴۳) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُونٹوں کی دَوڑ کا مقابلہ کروایا جس میں ایک دیہاتی کا ایک مریل سا اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصوار پر سبقت لے گیا، اس اونٹنی سے کسی جانور کے بازی لے جانے کا پہلا موقع تھا اس لیے مسلمانوں پر یہ واقعہ نہایت گراں گزرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس گرانی کا اظہار کیا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

حَقٌّ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَنْ لَّا یَرْفَعَ شَیْئًا مِّنَ الدُّنْیَا اِلَّا وَضَعَہٗ۔	یہ بات اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمّہ لے رکھی ہے کہ دنیا کی جس چیز کو بھی اونچا کریں اسے نیچا بھی کر دکھائیں۔

(۴۴) اسی سال گھوڑ دوڑ کا دوبارہ مقابلہ ہوا۔ جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھوڑا سب سے اوّل رہا۔ اور انعام جیتا۔ یہ دونوں واقعے اسلام میں مسابقت کے سب سے پہلے واقعے تھے۔ جیسا کہ اسد الغابہ میں ہے۔

(۴۵) اسی سال امّ رومان (راء کے ضمہ سے، اور بعض نے فتحہ ضبط کیا ہے) بنت عامر بن عویمر الفراسیہ کا انتقال ہوا یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور حضرت امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدۂ ماجدہ ہیں۔ ان کا نام زینب یا بقول بعض دُعد تھا۔ قدیم الاسلام تھیں۔ مکّہ میں اسلام لائیں اور ہجرت کی جب ان کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دفن میں شریک تھے خود بنفس نفیس ان کی قبر میں اُترے۔ اور ان کے حق میں ارشاد فرمایا، "جو شخص جنّت کی کسی حورِ عین کو دیکھنا چاہتا ہو وہ انہیں دیکھ لے" اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت تک بقید حیات رہیں، تذکرۃ القاری میں کہا ہے کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(۴۶) اسی سال لبید بن اعصم یہودی خذلہ اللہ نے، جو بنی زریق کا حلیف تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا۔ اس نے یہ گھناؤنی حرکت یہود کی انگیخت پر کی تھی۔ چنانچہ یہودیوں نے اس مقصد کے لیے اسے تین سو دینار دیے تھے۔ جن چیزوں میں سحر کیا تھا۔ وہ اس نے ذی اروان نامی، کنوئیں میں ڈال دی تھیں۔ اس سحر کا قصہ حدیث وسیرت کی بڑی کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیبیہ سے واپسی کے بعد ذی الحجہ ۶ھ کا واقعہ ہے۔ زرقانی نے شرح مواہب میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ لیکن شامی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ! "یہ سحر محرم ۷ھ میں ہوا تھا" اس لیے اس واقعہ کا ذکر ۷ھ کے ذیل میں بھی آئیگا۔

(۴۷) اسی سال یا مندرجہ بالا اختلاف کے مطابق ۸ھ میں، معوذتین نازل ہوئیں جب کہ اس سحر کو کنوئیں سے نکالا گیا۔ یہ سحر ایک دھاگے میں کیا گیا تھا جس میں گیارہ گرہیں تھیں، معوذتین کی ایک ایک آیت سے ایک ایک گرہ کھلتی گئی چنانچہ دونوں سورتوں کی گیارہ آیتوں کے پڑھنے سے تمام گرہیں کھل گئیں۔

(۴۸) اسی سال محرم یا صفر میں ثمامہ بن اُثال الحنفی رئیس یمامہ اسلام لائے۔ محمد بن مسلمہ اور ان کے رفقاء کا جو سریہ قرطا بھیجا گیا۔ وہ انہیں گرفتار کر لائے تھے۔ ان کو مدینہ لاکر مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رہائی کا حکم فرمایا۔ رہا ہوکر انہوں نے غسل کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کلمۂ اسلام پڑھا، ان کا طویل قصہ صحیحین وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ اور دیگر حضرات کی روایت سے مروی ہے۔

(۴۹) اسی سال حضرت ثمامہ بن اُثال اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے عمرہ کیا۔

(۵۰) اسی سال جب حضرت ثمامہ مکہ مکرمہ سے یمامہ پہنچے اور انہیں قریش مکہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدمعاملگی کا علم ہوا تو انہوں نے وہ تمام غلہ روک لیا جو یمامہ سے مکہ آتا تھا۔ چنانچہ اہل مکہ کو شدید قحط کا سامنا ہوا۔ اور خون، اُون اور مردار تک کھانے کی نوبت آئی بالآخر وہ مدینہ طیبہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم کے ملتجی ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو حکم فرمایا کہ یمامہ سے غلہ اور گیہوں مکہ بھیجا جائے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد میں غلہ کی ترسیل شروع کی تو اہل مکہ کی جان میں جان آئی۔

(۵۱) اسی سال اہل مکہ کے اس قحط کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی: وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا (الآیہ: المؤمنون: ۷۶)

(۵۲) ایک قول یہ ہے کہ اسی سال ایک بھیڑیئے نے اہبان بن اوسؓ سے گفتگو کی اوران کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دی۔ یہی واقعہ ان کے اسلام کا سبب بنا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنہ ۱ھ کا واقعہ ہے۔ اس کی کچھ تفصیل سنہ ۱ھ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۵۳) اسی سال حضرت جبیر بن مطعم القرشی النوفلی رضی اللہ عنہ اسلام لائے، ایک قول یہ ہے کہ ان کے اسلام کا زمانہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مابین کا ہے۔ اس قول کو پہلے قول پر منطبق کیا جا سکتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ فتح مکہ میں اسلام لائے۔

(۵۴) اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں قیام پذیر تھے۔ آپؐ نے حضرت کعب بن عجرہ صحابیؓ کو دیکھا کہ وہ بحالت احرام، ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہے ہیں اور جوئیں ان کے چہرے پر جھڑ رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، "شاید یہ جوئیں تمہارے لئے تکلیف دہ ہیں؟"

عرض کیا، جی ہاں! اس پر یہ فرمانِ خداوندی نازل ہوا فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ۔ (البقرہ: ۱۹۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی کہ وہ اپنا سر منڈوا دیں۔ اور ان تین چیزوں میں سے ایک چیز ادا کریں۔ آپؐ نے صیام کی تفسیر تین روزے، صدقہ کی تفسیر چھ مسکینوں کا کھانا اور قربانی کی تفسیر بکری ذبح کرنا فرمائی۔

(۵۵) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی لحیان سے واپسی میں موضع البواء میں اپنی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ کی قبر کی زیارت کی۔ غزوۂ بنی لحیان علاقے میں ربیع الاول سنہ ۶ھ میں ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

والدہ ماجدہ کے لیے دعائے مغفرت کی۔ مگر آپؐ کو اس سے منع کر دیا گیا۔ جس پر آپؐ کو شدید غم لاحق ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا۔ وہ ایمان لائیں۔ اور پھر ان کا انتقال ہوا۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کو بھی اسی طرح اللہ تعالےٰ نے زندہ کیا اور وہ ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوئے تھے [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے احیا و ایمان کی اس حدیث پر اگرچہ محدثین نے کلام کیا ہے لیکن علماء نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے لہٰذا اس کا قائل ہونا جائز ہے۔ وَاللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵۶) اسی سال عمرۂ حدیبیہ کو جاتے ہوئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عسفان پہنچے تو مشرکین مقابلہ پر آئے، اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ظہر اور عصر کے مابین نماز خوف نازل فرمائی۔ چنانچہ آپؐ نے عصر میں لوگوں کو نماز خوف پڑھائی۔ یہ سب سے پہلی نماز خوف تھی۔ زرقانی نے شرح مواہب میں غزوۂ ذات الرقاع کے بیان میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کو امام احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے۔ اندریں صورت جو نماز خوف کہ آپؐ نے غزوۂ ذات الرقاع میں پڑھی وہ پہلی نماز کے علاوہ ہو گی اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

(۵۷)(۵۸) اسی سال سفر حدیبیہ کے دوران رات میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک حمار وحشی کا شکار کیا۔ ابو قتادہ کا احرام نہیں تھا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کی اجازت سے محرم حضرات نے بھی اس کا گوشت

---

[1] اس کے متعلق جلال الدین سیوطیؒ نے ایک رسالہ بھی لکھا ہے ۱۲

کھایا، ایک قول یہ ہے کہ یہ عمرۃ القضاء کے سفر کا قصّہ ہے۔ مگر صحیح اور معتمد قول اوّل ہے۔ اور وہی صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

(۵۹) اسی سال سفرِ حدیبیہ کے دوران، جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابواء یا ودّان میں تھے، صعب بن جثّامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے (جو محلّم بن جثّامہ کے بھائی اور ابوسفیان بن حرب کے بھانجے ہیں)، آپؐ کی خدمت میں زندہ حمار وحشی ہدیہ کیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا، جب آپؐ نے ان کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار محسوس کیے تو فرمایا کہ "ہم اسے اس بنا پر قبول کرنے سے معذور ہیں کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں" یہ حمار وحشی چونکہ زندہ تھا اس لیے قبول نہیں فرمایا اور حضرت ابو قتادہ کے واقعہ میں ذبح شدہ تھا اس لیے قبول فرمایا۔

شامی نے اپنی سیرت میں اسی طرح کہا ہے کہ صعب بن جثّامہ کے حمار وحشی ہدیہ کرنے کا واقعہ سفرِ حدیبیہ کا ہے۔ مگر بعض نے کہا ہے کہ سفر حجۃ الوداع کا قصّہ ہے اور قسطلانیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ "شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ اس واقعہ کا سفر حجۃ الوداع میں ہونا ثابت نہیں۔ اور اس کا ذکر طبری اور بعض لوگوں کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ اور ہمارے نزدیک اس کا صحیح ثبوت نہیں۔

(۶۰) اسی سال ذلیقعدہ میں مقام حدیبیہ میں کیکر کے درخت کے نیچے "بیعتِ رضوان" ہوئی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"[1] میں فرمایا ہے۔ اس بیعت میں صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ مر جائیں گے ------- مگر میدان سے نہیں ہٹیں گے۔ اس موقعہ پر سب سے پہلے عکاشہ بن محصن کے

---

[1] الفتح: ۱۸

بھائی ابوسنان بن محصن نے بیعت کی تھی۔ یہ عکاشہ سے بیس برس بڑے تھے اور ان کا نام وہب تھا وہ اور ان کے صاحبزادے سنان بن ابی سنان دونوں بدر سے لے کر تمام غزوات وغیرہ میں شامل رہے۔ ابوسنان کی وفات غزوۂ بنی قریظہ میں اور ان کے صاحبزادے کی ۳۲ھ میں حضرت عثمان بن عفان کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

(۶۱) اسی سال بیرِ حدیبیہ کے پانی کی کثرت کا معجزہ صادر ہوا، بیرِ حدیبیہ میں معمولی پانی تھا وہ صحابہ کرامؓ نے تمام کھینچ لیا۔ اور کنواں بالکل خشک ہو گیا۔ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی کی نایابی اور پیاس کی شکایت کی تو آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر عطا فرمایا جو کنوئیں میں گاڑ دیا گیا۔ اور آپ نے اپنے وضو سے بچا ہوا پانی عطا فرمایا وہ اوپر سے ڈال دیا گیا۔ اس کی برکت سے کنواں ہنڈیا کی طرح اُبلنے لگا، اور صحابہ کرام نے خوب فراوانی سے پانی استعمال کیا۔

(۶۲) اسی سال حدیبیہ میں اسی نوعیت کا دوسرا معجزہ صادر ہوا کہ ایک بار پھر پانی کی قلت کی شکایت کی گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چھاگل تھی جس میں معمولی پانی تھا۔ اس کے علاوہ پورے لشکر میں پانی نہیں تھا۔ آپ نے وہ پانی ایک پیالے میں ڈالا پھر دستِ مبارک اس میں رکھا تو انگشتانِ مبارک کے درمیان سے پانی چشموں کی طرح پھوٹنے لگا، پورا لشکر سیراب ہوا اور سب نے وضو کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ، جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ حضرات کتنی تعداد میں تھے؟ فرمایا: اگر ایک لاکھ بھی ہوتے پانی تب بھی کافی ہوتا، مگر ہم پندرہ سو تھے، یہ قصہ امام بخاری ــــــــ اور دیگر حضرات نے روایت کیا ہے۔ یہ پانی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان کے درمیان سے نکلتا تھا۔ تمام پانیوں سے افضل ہے۔

(۶۳) اسی سال صلح حدیبیہ ہوئی جس میں طے پایا کہ فریقین کے درمیان دس برس کے لیے لڑائی موقوف رہے گی، یہ صلح نامہ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے تحریر کیا تھا۔

(۶۴) اسی سال حدیبیہ سے مدینہ طیبہ واپسی کے دوران سورۂ فتح نازل ہوئی جس میں عظیم الشان بشارتیں دی گئیں مثلاً مکہ مکرمہ کی فتح، آپؐ کے تمام اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت[1] اور خیبر کی فتح، جس کی جانب آیت کریمہ "وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ"[2] میں ارشاد فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ تم ان کو حاصل کروگے پس یہ خیبر کی غنیمت تمہیں فوری طور پر دے دی۔

(۶۵) اسی سال شوال میں، اور بقول بعض جمادی الاخریٰ میں اور بقول بعض ذی الحجہ میں۔ کرز بن عبد اللہ کا سریہ عرنیین کی جانب بھیجا گیا، اس کا ذکر سرایا کے بیان میں گذر چکا ہے۔

فصل ۷ھ کے واقعات

(۱) اس سال غزوۂ خیبر اور غزوۂ ذات الرقاع ہوا۔

(۲) اسی سال غزوۂ خیبر کے ایام میں ایک یہودی عورت زینب بنت حارث، زوجہ سلّام (بتشدید لام) ابن مِشکم (بکسر میم وسکون شین وفتح کاف) یہ یہود کا ایک رئیس تھا، نے آنحضرت صلی اللہ علیہ کو بکری کے گوشت میں زہر دیا۔ مگر آنحضرت

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہر گناہ سے پاک وصاف رکھیں گے۔ پس محققین کے نزدیک یہ کنایہ ہے عصمت سے۔ مترجم۔ [2] الفتح: ۲۰۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تو اسے چھوڑ دیا۔ چنانچہ الاصابہ میں اس کا صحابیہ ہونا لکھا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اوّلاً آپؐ نے اسے معاف کر دیا تھا۔ اور اس سے انتقام نہیں لیا تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے۔ مگر جب اس مسموم گوشت سے بشر بن براءؓ رضی اللہ عنہ جاں بحق ہوئے۔ جس کا ذکر ابھی آتا ہے۔ تو آپؐ نے قصاص میں اس عورت کو قتل کر دیا۔

(۳) اسی سال غزوۂ خیبر کے ایّام میں بشر بن براء بن معرور الانصاری الخزرجیؓ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ اس کا قصّہ یہ ہے کہ زینب مذکورہ نے بکری کا مسموم گوشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کیا تو آپؐ نے وحی یا فراست نبوّت سے معلوم کر لیا کہ یہ زہر آمیز ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ اسے مت کھاؤ، یہ مسموم ہے مگر اتنے میں بشر بن براءؓ اس کا ایک لقمہ کھا چکے تھے۔ ان کے علاوہ کسی نے اُسے منہ میں نہیں رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت اس زہر کے ضرر سے محفوظ رکھا۔ مگر بشر بن براءؓ اس لقمہ سے جانبر نہ ہو سکے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بدلے میں اس یہودی عورت کے قتل کا حکم فرمایا، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

حضرت بشرؓ کے والد حضرت براء بن معرورؓ انصار کے بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔ ان کی وفات ہجرت کے پہلے سال ہوئی، جیسا کہ اسی باب میں ۱ھ کے واقعات میں گذر چکا ہے۔

(۴) اسی سال غزوۂ خیبر کو جاتے ہوئے راستے میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ کے چچا حضرت عامر بن اکوعؓ، عبداللہ بن رواحہؓ کے مندرجہ ذیل رجز کے ساتھ حدی پڑھنے لگے۔

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَکَ مَا اقْتَفَیْنَا وَاَلْقِیَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا اِنَّا اِذَا صِیْحَ بِنَا اَتَیْنَا
وَبِالصِّیَاحِ عَوَّلُوْا عَلَیْنَا اِنَّ الَّذِیْنَ قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِکَ مَا اسْتَغْنَیْنَا

ترجمہ :۔ اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے تو ہم نہ ہدایت پاتے، نہ صدقہ کرتے، نہ نماز پڑھتے، آپ کے قربان جائیے، پس ہماری ساری تقصیریں معاف کر دیجئے، اور ہم پر سکینت نازل کیجئے، اور مقابلہ ہو تو ثابت قدم رکھئے ہمیں جب بھی پکارا گیا ہم فوراً آئے اور پکار کے ذریعہ لوگوں نے ہم پر اعتماد کیا (یا ہمارے خلاف مدد طلب کی) ان کافروں نے ہم پر تعدی کی ہے وہ جب کسی فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں، اور ہم کو آپ کے فضل سے استغنا نہیں۔

عامر کی حدی خوانی سے لشکر کے اونٹوں کی رفتار تیز ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ حدی خواں کون ہے؛ عامر کا نام بتایا گیا تو آپ نے ان کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعا فرمائی (یہ ان کی وفات کا اشارہ تھا) چنانچہ غزوۂ خیبر ہوا تو عامرؓ اس غزوہ میں شہید ہو گئے، صحابہ کرامؓ کے یہاں آنحضرت کا یہ معجزہ معروف تھا کہ آپؐ کسی غزوہ کے دوران کسی صحابی کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعا فرمائیں تو وہ اسی غزوہ میں شہید ہو گا، چنانچہ یہاں بھی یہی ہوا، اس واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے۔

⑤ اسی سال غزوۂ خیبر سے قبل حضرت حجاج بن علاط السلمی ثم البہزی اسلام لائے یہ بڑے مالدار تھے، اور ان کا مال مکہ میں تھا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے اجازت طلب کی کہ وہ مکہ جاکر اپنا مال لے آئیں، آپؐ نے اجازت مرحمت فرمائی، یہ مکہ گئے، مگر کفار مکہ سے اسلام کا اظہار نہیں کیا، مال لے کر مکہ سے مدینہ پہنچے تو کفار مکہ کو ان کے اسلام کی خبر ہوئی، اس پر انہیں بہت ہی افسوس ہوا۔

(۶) اسی سال غزوۂ خیبر سے قبل جہم بن الصلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبدالمناف القرشی المطلبی اسلام لائے، آپؐ نے خیبر کی کھجوروں کے تیس وسق انہیں عطا فرمائے۔

(۷) اسی سال غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا۔ کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی پنڈلی پر چوٹ آئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تین بار دم کیا وہ فوراً ٹھیک ہوگئے، بعدازاں کبھی یہ تکلیف نہ ہوئی،

(۸) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے فارغ ہوئے تو حضرت جعفر بن ابی طالب اور ابوموسیٰ اشعریؓ اپنے رفقاء کے ساتھ حبشہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، خیبر میں ان کی آمد سے ہ میں ہوئی تھی، اور یہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ سولہ حضرات تھے۔

(۹) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمِ حبیبہ بنت حضرت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے عقد کیا۔

(۱۰) اسی سال سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حُیَی سے عقد فرمایا یہ غزوۂ خیبر کے قیدیوں میں شامل تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی ذات کے لیے منتخب کیا تھا۔ مگر یہ اسلام لائیں تو آپؐ نے انہیں آزاد کر کے شرفِ زوجیت بخشا اور ان کی آزادی ہی ان کا مہر قرار دیا۔ مگر ماہواری آنے تک ان سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا۔ خیبر سے واپسی پر جب "سدالصہبا" نامی جگہ پہنچے، جو خیبر سے بجانب مدینہ ایک برید کے فاصلہ پر واقع ہے۔ تو حضرت صفیہؓ اپنے ایام سے فارغ ہوئیں، اور وہاں زفاف ہوا، اور تین دن تک صحابہؓ کو

دعوت ولیمہ دی۔ تین دن قیام کے بعد وہاں سے عازم مدینہ ہوئے۔

(۱۱) اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا تو صحابہ کرام نے امّ المومنین کی قرابت کا لحاظ کرتے ہوئے تمام قیدی بلا معاوضہ آزاد کر دیے، جو ایک سو گھرانے تھے۔ اور جن کی تعداد سات سو سے زیادہ تھی۔

(۱۲) اسی سال محرّم وصفر کے مابین غزوۂ خیبر کے ایّام میں یمن سے قبیلہ دوس کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ یہ حضرت ابوہریرہ کا قبیلہ تھا۔ اور وفد میں طفیل بن عمرو الدوسیؓ اور ابوہریرہؓ کے علاوہ قبیلہ دوس کے ستّر، اسّی گھرانوں کے تقریباً چار سو افراد شامل تھے۔ یہ سب حضرات مشرف باسلام ہوئے، البتہ طفیل بن عمروؓ قبل از ہجرت مکہّ ہی میں اسلام لا چکے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے مالِ غنیمت میں ان کا بھی حصّہ لگایا۔

(۱۳) اسی سال ذی قعدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء کے سفر میں حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے لیے یکم ذی القعدہ کو چلے، ۴ ذی الحجہ کی صبح کو مکہّ پہنچے، طواف اور سعی کر کے عمرہ کیا۔ تین دن مکہ میں قیام فرما کر مدینہ کی جانب مراجعت فرما ہوئے۔

حضرت میمونہؓ، امّہات المومنین میں سے آخری خاتون ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا، روایات حدیث اس باب میں مختلف ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا۔ اس وقت آپؐ احرام کی حالت میں تھے۔ یا بغیر احرام کے؟ چنانچہ مؤطا مالک اور صحاح ستہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حرام

کی حالت میں تھے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس وقت آپؐ کا احرام نہیں تھا۔ حنفیہ نے پہلی روایت کو ترجیح دی اور احرام کی حالت میں نکاح کو جائز رکھا، البتہ صحبت جائز نہیں، اور شافعیہ نے دوسری روایت کو راجح قرار دیتے ہوئے محرم کے لیے نکاح کو ممنوع قرار دیا، اس مسئلہ کی پوری تفصیل کتب حدیث میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اس اختلاف کا خلاصہ اس امر کی طرف راجع ہے کہ آیا آپؐ نے مکہ جاتے ہوئے یہ نکاح کیا یا مکہ سے واپس آتے ہوئے؛ پہلی صورت میں یقیناً آپؐ محرم ہوں گے اور دوسری صورت میں لامحالہ احرام کے بغیر ہونگے۔

میں کہتا ہوں کہ سیرت شامیہ اور تذکرۃ القاری وغیرہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ:
"حضرت میمونہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ذی القعدہ میں موضع سرف میں ہوا، اور جب مکہ سے واپس ہوئے تو مقام "سرف" میں زفاف ہوا، جب کہ آپؐ کا احرام کھل چکا تھا" اس میں تصریح ہے کہ آپ کا یہ نکاح احرام کی حالت میں ہوا تھا۔ کیونکہ اس سال ذی القعدہ کا سارا مہینہ آپؐ احرام کی حالت میں رہے، اس سے حنفیہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے موضع سرف میں نکاح کیا تھا۔ یہی جگہ ان کا مسکن تھی۔ اس میں زفاف ہوا، اور ایک طویل مدت کے بعد اسی جگہ ان کا انتقال ہوا، اور یہی ان کا مدفن بنی رضی اللہ عنہا۔

سَرِف: مکہ و مدینہ کے مابین مکہ سے دس میل پر ایک بستی تھی، ان دنوں یہ بستی غیر آباد ہے۔ اور وہاں حضرت میمونہؓ کی قبر کے سوا کچھ نہیں، ان کی قبر پر قبہ بنا ہوا ہے ۱۳۲۶ھ میں بحمد اللہ ہم نے اس کی زیارت کی ہے۔

(۱۴) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء ادا کیا، جسے عمرۃ القصاص عمرۃ الصلح، اور عمرۃ القضیہ بھی کہا جاتا ہے۔ یکم ذی القعدہ کو اس کے لیے روانہ

ہوئے۔ ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا عورتوں اور بچوں کے علاوہ بارہ سو[۱۲۰۰] سوار آپؐ کے ہمراہ تھے۔ مدینہ طیبہ میں ابورہم کلثوم بن الحصین الغفاری کو۔ اور بقول بعض عویف بن الاضبط کو اور بقول بعض ابوذر رضی اللہ عنہم کو جانشین بنایا، ۴ ذی الحجہ کی صبح مکہ میں داخل ہوئے، طواف وسعی کر کے عمرہ سے فراغت، اور مکہ میں سہ روزہ قیام کے بعد مدینہ کو واپسی ہوئی۔

(۱۵) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کی ہدی کے طور پر ستر اونٹ ساتھ لیے، اور ان کی نگرانی پر ناجیہ بن جندب الاسلمی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، گذشتہ سال غزوہ حدیبیہ ۶ھ میں بھی ہدی کے اونٹوں پر حضرت ناجیہؓ ہی مقرر تھے جیساکہ پہلے گذر چکا ہے۔

(۱۶) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا کے لیے مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اس کی مہار تھامے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ ۔۔۔ خَلُّوا وَكُلُّ الْخَيْرِ فِي رَسُولِهِ
يَا رَبِّ إِنِّي مُؤْمِنٌ بِقِيلِهِ ۔۔۔ أَعْرِفُ حَقَّ اللهِ فِي قَبُولِهِ
اَلْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ ۔۔۔ ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ
وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ

ترجمہ:۔ اے کافروں کی اولاد! آپؐ کا راستہ چھوڑ دو، تمام خیر اللہ کے رسول میں ہے۔ اے رب! میں آپؐ کے قول پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور اس کو قبول کرنے میں اللہ کا حق پہچانتا ہوں۔ آج ہم قرآن کی تنزیل پر تم کو ایسا ماریں گے کہ کاندھوں سے گردنیں اڑ جائیں گی اور دوست، دوست کو بھول جائے گا۔

(۱۷) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف عمرہ کے لیے اپنے صحابہؓ کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو چند کافر مسجد کے ایک طرف بیٹھے تھے، وہ بولے کہ ان کو یثرب کے بخار نے لاغر کر دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم فرمایا کہ کفار کے خیال کی تردید کے لیے طواف کے تین چکروں میں "رمل" کریں یعنی پہلوانوں کی طرح کندھے ہلاتے ہوئے تیز تیز چلیں، اور باقی چار چکروں میں بطور رحمت و شفقت عام رفتار سے چلنے کا حکم فرمایا تاکہ تھکن نہ ہو۔

(۱۸) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے ایام میں مسجد حرام میں داخل ہوئے تو حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔

(۱۹) اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے دوران بیت اللہ شریف کے اندر داخل نہیں ہوئے کیونکہ وہاں مشرکین کے بُت رکھے ہوئے تھے، ۸ھ میں فتح مکہ کے موقعہ پر جب بت وہاں سے ہٹا کر توڑ دیئے گئے تو آپؐ اندر تشریف لے گئے۔

(۲۰) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء سے فارغ ہو کر مکہ سے نکلے تو آپؐ کے عمِ محترم حضرت حمزہؓ کی کمسن صاحبزادی، جس کا نام مشہور قول کے مطابق "امامہ" اور بقول بعض "عمارہ" اور بقول بعض کچھ اور تھا آپؐ کو چچا پکارتی ہوئی پیچھے آتی، حضرت علیؓ نے آپؐ کے حکم سے اس بچی کو اٹھا کر حضرت فاطمہؓ کے حوالے کر دیا مدینہ پہنچے تو اس کی کفالت میں حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم، کا تنازع ہوا۔ مقدمہ بارگاہِ عالی میں پیش ہوا تو حضرت علیؓ نے اپنا استحقاق بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور پھر میں ہی اسے مکہ سے اٹھا کر لایا ہوں۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے ۔ آپؐ نے ہی میرے اور حمزہ کے مابین مؤاخات (بھائی چارہ) قائم کی تھی۔

حضرت جعفرؓ بولے یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور پھر اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفرؓ کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا: "خالہ بمنزلہ
ماں کے ہے"

(۲۱) اسی سال اور ایک قول میں ۸ھ میں اور ایک دوسرے قول کے مطابق
۱۰ھ میں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبلہ بن ایہم الغسانی شاہ غسان کے
نام دعوت اسلام کا نامہ کرامت تحریر فرمایا۔ اس نے اسلام قبول کرکے آپ کے گرامی
نامہ کا جواب لکھا، لیکن بعد میں مرتد ہو گیا اور بعض کا قول ہے کہ اسلام پر قائم رہا۔

(۲۲) اسی سال مقوقس قبطی شاہ مصر و اسکندریہ نے مندرجہ ذیل اشیاء آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاطب بن ابی بلتعہؓ کے ہاتھ بطور ہدیہ پیش کیں ماریہ
قبطیہؓ، جو آپ کے حرم میں شامل ہوئیں (۲) ان کی بہن سیرین (۳) یعفور نامی حمار،
(۴) دُلدل نامی خچر (۵) بیس عدد مصر کے نفیس ترین کتانی کپڑے (۶) ایک ہزار مثقال
سونا (۷) عمدہ شہد کا مشکیزہ (۸) لکڑی کی شامی سرمے دانی (۹) آئینہ (۱۰) کنگھا۔
علاوہ ازیں ایک سو دینار اور پانچ کپڑے اس نے حضرت حاطب کو دیئے۔

(۲۳) اسی سال غزوۂ خیبر میں آپ کا غلام مدعم شہید ہوا۔

(۲۴) اسی سال محرم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا، بعض نے
کہا یہ ۶ھ کا واقعہ ہے۔ اس کی تفصیل ۶ھ میں گذر چکی ہے۔

(۲۵) اسی سال بارش کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح ہوئی تو
کچھ اللہ پر ایمان رکھنے والے اور ستاروں (کی تاثیر) کا انکار کرنے والے ہیں اور
اس کے برعکس کچھ ستاروں پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے
ہیں۔ لیکن "مواہب لدنیہ" اور اس کی شرح "زرقانی" میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ ارشاد ۶ھ میں واقعہ حدیبیہ سے قبل اس وقت فرمایا تھا جب کہ

رمضان میں آپؐ نے طلب باراں کی دعا فرمائی تھی سنہ ۶ ھ کے ذیل میں اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔

(۲۶) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب کو ابو العاص کے ہاں دوبارہ رخصت کیا۔ بقول بعض یہ واقعہ سنہ ۶ ھ کا ہے تفصیل وہاں گذر چکی ہے۔

(۲۷) اسی سال حضرت حاطب بن ابی بلتعہ حضرت ماریہ قبطیہؓ کو اور دیگر ہدایا لے کر مقوقس کے پاس سے واپس آئے جیسا کہ ابھی گذر چکا ہے۔

(۲۸) اسی سال غزوۂ خیبر کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ "متعہ" کو حرام قرار دیا۔ ورنہ ابتدائے اسلام سے اب تک حلال چلا آتا تھا۔ بعد ازاں فتح مکہ کے موقع پر اس کی دوبارہ اجازت دی یہ اباحت غزوۂ اوطاس تک رہی۔ غزوہ اوطاس کے تین دن بعد قیامت تک اس کی دائمی حرمت کا اعلان فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ متعہ کی اباحت و تحریم دو مرتبہ ہوئی، یہی صحیح اور مختار ہے۔ جیسا کہ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ نوویؒ نے جو بات کہی ہے وہ صحیح مسلم کی حدیث سے صراحۃً نکلتی ہے، اس لیے یہی حق ہے، جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ تحریم اوّل کی حدیث بخاری و مسلم نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے کی ممانعت فرمائی، اور دوبارہ اجازت کی حدیث امام مسلم نے سَبُرہ بن مَعْبَد جہنیؓ سے روایت کی ہے کہ جب ہم فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دی اور دوبارہ حرمت کی حدیث امام مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس میں تین دن تک متعہ کی رخصت دی۔ بعد ازاں اس کی ممانعت فرمادی نیز صحیح مسلم میں حضرت

سُبرہ بن معبد جہنی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے اس کو حرام کر دیا۔" صحیح مسلم میں انہی سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع کرتے ہوئے فرمایا: "یہ آج کے دن سے قیامت تک کے لیے حرام ہے۔"

(۲۹) اسی سال غزوۂ خیبر میں پندرہ مسلمان شہید اور ترانوے[۹۳] کافر جہنم رسید ہوئے۔

(۳۰) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں گدھوں کے گوشت کی حرمت کا اعلان فرمایا۔

(۳۱) اسی سال غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچی پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا۔

(۳۲) اسی سال غزوۂ خیبر میں درندوں اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں کی حرمت کا اعلان فرمایا۔

(۳۳) اسی سال غزوۂ خیبر میں لونڈیوں سے قبل از استبراء صحبت کرنے کی ممانعت فرمائی، چنانچہ فرمایا: "حاملہ لونڈیوں سے وضع حمل سے قبل اور غیر حاملہ سے ایک حیض گذر جانے سے قبل صحبت نہ کی جائے۔"

(۳۴) اسی سال قبل از تقسیم مال غنیمت فروخت کرنے سے منع فرمایا، جیسا کہ شیخ دہلویؒ نے "جذب القلوب" میں ذکر کیا ہے۔

(۳۵) اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مِدعم نامی غلام نے خیبر کے مال غنیمت سے ایک چادر لے لی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ چادر جو اس نے تقسیم سے پہلے غنیمت کے مال میں سے لے لی تھی، اس پر آگ کی

شکل میں شعلہ زن ہے۔" یہ ارشاد سن کر ایک شخص ایک یا دو تسمے لایا تو آپؐ نے فرمایا: "یہ ایک یا دو تسمے آگ کے ہیں۔"

(۲۶) (۲۷) اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ ایک شخص جو ازراہِ نفاق اسلام کا مدعی تھا اور جس کا نام قزمان (بضم قاف، الظفری تھا، یہ انصار کے قبیلہ بنو ظفر کا ایک فرد تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں فرمایا کہ " وہ اہلِ نار میں سے ہے" جب خیبر میں لڑائی کا موقع آیا تو اس شخص نے جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا یہاں تک کہ اسے شدید زخم آئے، قریب تھا کہ بعض لوگوں کو تردد ہو جاتا کہ ایسا شخص جس نے اتنی بہادری سے جہاد کیا ہے جہنمی کیسے ہو سکتا ہے؟

حضرت اکثم بن ابی الجون الخزاعی الصحابی نے کہا کہ میں اس کے ساتھ رہوں گا تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس کا آخری انجام کیا ہوتا ہے؟ آخر کار جب اس شخص نے اپنے زخموں سے شدید اذیت محسوس کی تو اس نے خود کشی کر لی۔ حضرت اکثم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے کہ "یا رسول اللہ! اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی بات سچی کر دی۔ اس شخص نے خود کشی کر لی ہے۔" یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: اُٹھو! اعلان کرو کہ جنّت میں صرف مومن جائیں گے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کبھی فاجر آدمی کے ذریعہ بھی اِس دین کی مدد کرتے ہیں۔" جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ اور بعد میں بھی اس کا ذکر آئے گا۔

(۲۸) اسی سال غزوہ خیبر کے دوران یہ معجزہ ہوا کہ جب آپؐ کے صحابہؓ کو شدید بھوک محسوس ہوئی تو آپؐ نے دو بکریوں کے ذبح کرنے کا حکم فرمایا اور ان کا گوشت سارے لشکر میں تقسیم کر دیا اور ایک ہزار چھ سو نفر کے پورے لشکر نے وہ گوشت خوب سیر ہو کر کھایا۔

(۲۹) اسی سال غزوۂ خیبر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے اموال

اراضی اور باغات صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمائے۔

(۴۰) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اراضی اور باغات کی کاشت کے لیے یہود سے معاملہ فرمایا کہ یہود ان اراضی کی کاشت کریں اور انہیں اس کی کل پیداوار کا نصف ملے گا اور یہ بھی ارشاد فرمایا: "جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور رہے ہم تمہیں اس کاشتکاری پر بحال رکھیں گے۔"

(۴۱) اسی سال غزوۂ خیبر کے ایام میں یہ معجزہ ہوا کہ یہود کا ایک حبشی غلام، جس کا نام "اسلم" تھا اور جو یہود کی بکریاں چراتا تھا۔ اسم با مسمیٰ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ اسلام لاکر عرض کیا، "یارسول اللہ! میرے پاس کچھ بکریاں ہیں۔ جو میرے پاس ان کے مالکوں کی امانت ہے اس امانت کا ان کے مالکوں تک پہنچانا میرے ذمہ لازم ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو لشکر سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے نام پر ان کے مالکوں کی طرف روانہ کر دو، اللہ تعالیٰ خود ہی تمہاری امانت ان کے مالکوں تک پہنچادیں گے۔ چنانچہ غلام نے یہی کیا اور ہر بکری کسی نگرانی کے بغیر اپنے مالک تک پہنچ گئی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس کی امانت ادا کر دی۔

بعد ازاں اس غلام نے ہتھیار پہنے اور لڑائی کی صف میں جا کھڑا ہوا۔ اور لڑتے لڑتے شہید ہو گیا، رضی اللہ عنہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں فرمایا کہ "میں نے دیکھا کہ دو حوریں اس کے سرہانے کھڑی ہیں۔" حافظ ابن کثیر "البدایہ" میں لکھتے ہیں کہ "یہ غلام سیاہ فام شہید ہو گیا، جب کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک بھی سجدہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

(۴۲) اسی سال غزوۂ خیبر کے ایام میں یہ معجزہ ہوا کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ کو آشوبِ چشم کی تکلیف تھی، جس کی وجہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک مجلس میں

حاضری سے معذور تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا۔ وہ دو آدمیوں کے سہارے حاضر ہوئے، آشوب کی وجہ سے آنکھیں بند تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر دستِ مبارک پھیرا، لعابِ دہن لگایا اور دعا فرمائی چشم زدن میں وہ بھلے چنگے ہو گئے، گویا کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر انہیں غزوۂ خیبر کا جھنڈا اعطا فرمایا، جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔ اس کے بعد عمر بھر نہ انہیں آنکھوں کی تکلیف ہوئی نہ دردِ سر ہوا۔

(۴۳) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں داخل ہوئے تو اس وقت اہلِ خیبر اپنے پھاوڑے ٹوکرے اٹھائے کام کاج کے لیے باہر جا رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اکبر، خیبر ویران ہوا، ہم جب کسی قوم کے پڑاؤ میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح، جن کو ڈرایا گیا تھا، بُری ہوتی ہے"

(۴۴) اسی سال غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کل ہم اسلامی پرچم ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دیں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ و رسول اس سے محبت رکھتے ہیں"۔ یہ رات تمام لوگوں نے شدتِ انتظار میں کاٹی، ہر شخص کی تمنا تھی کہ جھنڈا اسے دیا جائے۔ صبح ہوئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا، اور انہیں وصیت فرمائی کہ "دیکھو! ان سے لڑائی لڑنے میں جلدی مت کیجیو، بلکہ انہیں اسلام کی دعوت دو، اور انہیں حقوق اللہ کی خبر دو، بخدا! ایک شخص کو بھی اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ہدایت سے نواز دیں۔ یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے"۔ جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ "ان تمام سے بہتر ہے۔ جن پر طلوع آفتاب ہوتا ہے"۔ اور ایک روایت میں ہے کہ "یہ اس سے بہتر ہے کہ تم مشرق سے مغرب تک کے تمام کفار کو قتل کر ڈالو"۔

(۴۵) (۴۶) اسی سال غزوۂ خیبر سے فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، جیساکہ اسی فصل میں تفصیل گذر چکی ہے حضرت صفیہؓ خیبر کے رئیس کی صاحبزادی اور حضرت ہارون علیہ السلام (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی) کی نسل سے تھیں، ان کے آبائی سلسلہ میں ایک سو نبی اور ایک سو بادشاہ گذرے تھے، اللہ تعالےٰ نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی ہونے کا شرف عطا کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کرکے ان سے نکاح کر لیا، جیساکہ پہلے گذر چکا ہے۔ ان کا پہلا شوہر کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق غزوۂ خیبر ہی میں بحالت کفر قتل ہوا تھا۔ یہ قید ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئیں اور آزادی کے بعد ام المومنین ہونے کا لازوال شرف حاصل کیا۔

(۴۷) جن دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لا رہے تھے۔ حضرت صفیہؓ نے خواب دیکھا کہ گویا آفتاب اور بعض روایات کے مطابق چاند۔ آسمان سے اترا اور ان کے دامن میں آگرا، انہوں نے اس خواب کا ذکر اپنے شوہر کنانہ سے کیا۔ خواب سن کر کنانہ آگ بگولہ ہو گیا۔ اور ان کے منہ پر ایسے زور کا طمانچہ رسید کیا، کہ ان کی آنکھ نیلی پڑ گئی، اور بولا: "تو شاید اس بادشاہ کی تمنا کرتی ہے جو حجاز سے ہمارے ہاں آرہا ہے"[1] مگر سعادت ازلیہ انہیں اسلام کے دامن میں کھینچ لائی، اور کنانہ کے مقتول ہو جانے کے بعد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں اپنے خواب کی تعبیر مل گئی۔

(۴۸) اسی سال غزوۂ خیبر میں یہود کے دو جنگجو بہادر، مرحب اور اس کا

---

[1] ظالم تو نے کیسی صحیح تعبیر دی ۱۲

بھائی حارث اور دو رئیس عامر اور یاسر قتل ہوئے خذلہم اللہ تعالیٰ ، پہلے تین کو حضرت علیؓ نے اور چوتھے کو حضرت زبیر بن عوامؓ نے قتل کیا تھا۔ اور بقول بعض اس چوتھے کو بھی حضرت علیؓ نے ہی کیا تھا۔ بعض کا قول ہے کہ مَرحَب کو حضرت محمد بن مسلمہ نے قتل کیا تھا۔ مگر صحیح وہی ہے جو مسلم شریف میں مذکور ہے کہ اس کو حضرت علیؓ نے واصل بجہنم کیا۔

(۴۹) اسی سال یہ مَرحَب مذکور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یہ رجز پڑھتے ہوئے مبارز طلب ہوا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبٌ　　　شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبٌ

اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

(خیبر کے لوگ جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں، جنگ آزما اور سلاح بند بہادر ہوں جب جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھیں)

اس کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں اترے، اور اسے رجز ہی میں جواب دیا۔

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ　　　کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہِ الْمَنْظَرَہْ

اُکِیْلُھُمْ بِالسَّیْفِ کَیْلَ السَّنْدَرَہْ

(میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ بَن کے شیر کی طرح میری ہیبت سے دشمن کانپ جاتا ہے۔ بہت جلد تلوار کے پیمانے سے انہیں پورا ناپ تول کر دوں گا)

سَنْدَرَہْ کے معنی یہاں جلدی کے ہیں، یعنی انہیں بڑی سرعت سے قتل کروں گا۔

(۵۰) اسی سال غزوۂ خیبر میں شدید جنگ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اَلْآنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ ۔ (اب تنور گرم ہوا) یہ کلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں شمار ہوتا ہے۔ وطیس بر وزن فعیل بمعنی تنور۔

(۵۱) اسی سال غالب بن عبد اللہ اللیثی کا جو سَرِیّہ بنو عوال اور بنو عبد بن ثعلبہ ساکنین موضع میفقہ کی جانب روانہ کیا گیا تھا۔ اس میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے مرداس بن نہیک الضمری (یا السلمی) کو اس کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا۔ مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اسامہ! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے مقابلہ میں قیامت کے دن کون تمہاری ضمانت دے گا؟" عرض کیا، "یا رسول اللہ! اس نے تو مجھ سے بچنے کے لیے کلمہ پڑھ لیا تھا۔" فرمایا، "کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟" حضرت اسامہؓ نے عہد کیا کہ "میں کسی شخص کو جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی شہادت دیتا ہو، قتل نہیں کروں گا۔" ارباب مغازی نے یہ واقعہ اسی طرح لکھا ہے۔ مگر صحیح بخاری میں ہے کہ اس قتل کا واقعہ اس سریّہ میں پیش آیا جس کے امیر خود حضرت اُسامہؓ تھے۔ اور جو ۸ھ میں حرقات جُہینہ کی جانب بھیجا گیا تھا۔ علماء نے کہا ہے کہ یہی راجح بلکہ صواب ہے۔

(۵۲) ردِ شمس کا واقعہ

اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپسی پر مقام "صہبا" پر پہنچے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے ردِّ شمس کا واقعہ پیش آیا۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر سے فارغ ہوئے تو حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے زانوں پر سر مبارک رکھ کر لیٹ گئے اور اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی شروع ہوا۔ حضرت علیؓ نے (کسی عذر کی بنا پر) ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی۔ مگر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی کے احترام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ نہیں کیا۔ اسی

اثنا میں آفتاب غروب ہوگیا، غروب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے دعا فرمائی کہ "یا اللہ! علیؓ، تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کی اطاعت میں تھے، ان کی خاطر سورج کو واپس کر دیجئے"، چنانچہ غروب کے بعد آفتاب پھر نکل آیا، اور حضرت علیؓ نے نماز ادا کی، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور حضرت علیؓ کی کرامت تھی۔

ردِّ شمس کی اس حدیث کو بعض محدثین نے صحیح، بعض نے حسن اور بعض نے ضعیف کہا ہے مگر صحیح یہ ہے، کہ یہ نہ (اصطلاح محدثین کے مطابق) صحیح ہے، نہ ضعیف بلکہ حسن ہے۔

۵۳ **لیلۃ التعریس کا واقعہ:** اس سال خیبر سے واپسی کے موقع پر لیلۃ التعریس کا واقعہ پیش آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے دورانِ سفر آخر شب میں نزول فرمایا تو ایسی آنکھ لگی کہ سورج نکل آیا اور صبح کی نماز فوت ہوگئی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کی زردی ختم ہوجانے کے بعد اذان واقامت کے ساتھ باجماعت نماز ادا فرمائی اور اس میں جہری قرارت کی۔

لیلۃ التعریس کے سفر کی تعیین میں دو قول اور ہیں، ایک حدیبیہ سے واپسی کا اور دوسرا تبوک سے واپسی کا، مگر پہلا (یعنی حدیبیہ سے واپسی کا) قول زیادہ راجح ہے السہیلی نے الروض الانف میں اسی کو "اصح" قرار دیا ہے۔

۵۴ اسی سال خیبر سے واپسی پر جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک جبل اُحد پر پڑی تو فرمایا: "هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَكَّةَ" (یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے

اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ! میں مدینہ کے دونوں کناروں کے مابین کو حرم قرار دیتا ہوں، جیساکہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہؔ کو حرم قرار دیا)۔

(۵۵) اسی سال غزوۂ خیبر کے ایام میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، اپنی قوم بنو دوس کے چار سو نفر کے ہمراہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے

(۵۶) اسی سال حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ عمران بن حصین ابونجید الخزاعی الکعبی البصری رضی اللہ عنہ، مشرف باسلام ہوئے اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے ابونجید: بضم نون و فتح جیم بصیغہ تصغیر۔

(۵۷) اسی سال غزوۂ ذات الرقاع کے سفر کے دوران یہ معجزہ ہوا کہ ایک بچے کو جنون کا عارضہ تھا اس کی والدہ اسے ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور اس کے جنون کی شکایت عرض کی، آپؐ نے لعاب مبارک لگایا اور دعا فرمائی وہ اسی وقت شفایاب ہوا۔

(۵۸) اسی سال غزوۂ ذات الرقاع کے ایام میں یہ معجزہ ہوا کہ علبہ بن زید الحارثی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شتر مرغ کے چند انڈے ہدیہ کیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہیں ایک بڑے پیالے میں رکھا گیا اور صحابہ کرام کو کھانے کا حکم فرمایا چنانچہ سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ مگر انڈے بدستور موجود تھے۔ اس وقت لشکر میں سات آٹھ سو آدمی تھے۔

(۵۹) اسی سال غزوۂ ذات الرقاع میں یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے وادی کی جانب تشریف لے گئے، مگر پردہ کی کوئی جگہ میسر نہ آئی وادی کے کنارے پر دو درخت تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا۔ وہ اپنی جگہ سے چل کر آپؐ کے پاس آئے، اور اپنی شاخیں زمین سے ملا کر پردہ کر دیا

آپؐ اپنی ضرورت سے فارغ ہوئے تو دونوں درخت اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے اور پہلے کی طرح اپنے تنوں پر کھڑے ہو گئے۔

(۶۰) اسی سال غزوۂ ذات الرقاع میں یہ معجزہ ہوا کہ لشکر میں پانی ختم ہو گیا صحابۂ کرام کو وضو کے لیے پانی کی ضرورت تھی۔ آپؐ نے تھوڑا سا پانی، جو لشکر میں کسی صاحب کے پاس موجود تھا۔ ایک لگن میں ڈالنے کا حکم فرمایا۔ بعد ازاں اپنا دست مبارک اس میں رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اُبلنے لگا، چنانچہ سب نے پیا، وضو کیا، اور مویشیوں کو پلایا۔

(۶۱) اسی سال غزوۂ ذات الرقاع میں یہ معجزہ ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی، آپؐ نے فرمایا۔ ''عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں کھانا عطا فرمائیں گے''، صحابہ کرامؓ ساحل سمندر کی طرف نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی باہر ڈال دی، صحابہ کرامؓ نے اسے خوب خوب کھایا اور سب شکم سیر ہوئے یہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ پانچ آدمی اس کی آنکھ کے گڑھے میں بیٹھے، اور اس کی ایک پسلی کمان کی طرح کھڑی کی گئی، اور لشکر میں سب سے بلند قامت اونٹ کو منتخب کر کے سب سے بلند قامت آدمی کو اس پر سوار کیا گیا اور وہ اس کے نیچے سے گذرا، مگر کمان اس سے اونچی رہی اس نوعیت کا ایک واقعہ سریۂ الخبط میں بھی پیش آیا، جو ۸ھ کے سرایا کے ذیل میں گذر چکا ہے، یہ دوسرا واقعہ ہے۔

(۶۲) اسی سال غزوۂ ذات الرقاع کے ایام میں صحابہ کرامؓ کسی پرندے کا چوزہ پکڑ لائے۔ وہ پرندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فریاد طلب ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چوزے کے چھوڑنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا:
''یہ پرندہ اپنے چوزے پر جس قدر شفیق ہے اللہ تعالےٰ تم پر اس سے بھی زیادہ شفیق اور مہربان ہیں''

(۶۳) اسی سال غزوہ ذات الرقاع کے ایام کا یہ واقعہ ہے کہ حضرت عباد بن بشر اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے پر مامور تھے، دونوں نے آپس میں طے کیا کہ ایک صاحب رات کے نصف اول میں بیدار رہیں اور دوسرے صاحب نصف آخر میں، نصف اول کی باری حضرت عبادؓ کے حصہ میں آئی اور انہوں نے نماز کی نیت باندھ کر سورۂ کہف کی تلاوت شروع کر دی، اور حضرت عمارؓ سو گئے۔ اتنے میں کسی کافر نے حضرت عبادؓ کے تیر مارا، جس سے خون کا فوارہ بہہ پڑا، پھر ایک کے بعد دوسرا، اور دوسرے کے بعد تیسرا تیر لگا، مگر انہوں نے نماز نہیں چھوڑی، مگر جب خون غالب ہوا تو رکوع و سجود کر کے نماز سے فارغ ہوئے اور اپنے رفیق حضرت عمارؓ کو جگایا حضرت عمارؓ نے کہا، بندہ خدا مجھے پہلے تیر پر ہی جگا دیا ہوتا حضرت عمارؓ بولے! میں نے سورۂ کہف شروع کر رکھی تھی جی نہ چاہا کہ اسے موقوف کر دوں (اور اب بھی اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دینے میں کہیں کوتاہی نہ ہو جائے تو نہ نماز ختم کرتا، نہ تمہیں جگاتا)[1]

(۶۴) اسی سال غزوۂ ذات الرقاع سے واپسی میں یہ واقعہ پیش آیا، کہ ایک دن دوپہر کا وقت تھا، اور گرمی شدید تھی اور جس وادی میں آپؐ فروکش تھے وہاں جھاڑیاں بکثرت تھیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سائے کی تلاش میں متفرق ہو گئے اور ایک ایک درخت کے نیچے آرام کرنے لگے آپؐ ایک گھنے درخت کے سائے میں سو رہے، دریں اثناء غورث بن حارث نامی ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قتل کے ارادہ سے آیا اور بولا: "کون ہے

---

[1] بین القوسین کی عبارت مترجم کا اضافہ ہے۔

جو تجھے مجھ سے بچائے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اطمینان سے فرمایا: اللہ! ادھر جبریل علیہ السلام نے غورث کے سینے میں مکا مارا جس سے تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھائی اور فرمایا: "اب بتا اب تجھے کون مجھ سے بچائے گا"؟ غورث یہ سن کر مبہوت رہ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کی اور وعدہ کیا کہ واللہ! میں آج کے بعد نہ خود آپؐ سے لڑوں گا اور نہ لڑنے والوں کا ساتھ دوں گا۔ اس معاہدہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ اس طرح اللہ رب العزت نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔

غورث، بفتح غین بر وزن جعفر۔ اور بعض نے غین کا ضمہ ضبط کیا ہے یہ غورث اس کے بعد اسلام لایا، یا نہیں؛ اس میں اختلاف ہے۔ ذہبی نے "تجرید" میں اسے صحابہ کی صف میں شمار کیا ہے۔ بعض محدثین اور اصحاب سیر نے اس کا نام دعثور بن حارث لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سید جمال الدین "روضۃ الاحباب" میں لکھتے ہیں: "غورث، اسلام سے مشرف ہوئے اور لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دی، چنانچہ آپؐ نے اسے معاف کر دیا اور وہ اپنی قوم میں واپس گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی" قسطلانی شرح بخاری میں ہے: "پس ان کے ذریعہ بہت سی مخلوق نے ہدایت پائی"۔

(۶۵) اسی سال غورث اور ا کی قوم پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا	اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا
نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ	ہے جبکہ ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر
يَّبْسُطُوْٓا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ	دست درازی کریں سو اللہ تعالیٰ نے

اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ (المائدۃ: ۱۱) ان کا قابو تم پر چلنے نہ دیا (ترجمہ تھانویؒ)

(۶۶) اسی سال غزوۂ ذات الرقاع سے قبل حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ نے ایک بیوہ خاتون سہیلہ بنت مسعود الانصاریہ سے شادی کر لی۔ ابھی وہ عروسی کی حالت میں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ذات الرقاع کے لیے نکلے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمرکاب ہوئے واپسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ: "تم نے کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟" عرض کیا "بیوہ سے"؛ فرمایا "کنواری سے کی ہوتی کہ دونوں میں ملاطفت وملاعبت ہوتی۔" جابرؓ نے اس کا معقول عذر عرض کیا، الحدیث

(۶۷)(۶۸) اسی سال غزوۂ ذات الرقاع سے واپسی پر یہ معجزہ ہوا کہ حضرت جابرؓ کا اونٹ بہت ہی مریل اور ماندہ تھا، لشکر کے ساتھ چلنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، اس بنا پر حضرت جابر پیچھے رہ گئے تھے۔ آنحضرتؐ نے ہاتھ میں کوڑا لیا اور اونٹ کو ہنکانے کے لیے مارا اور زبان مبارک سے دعا بھی فرمائی، پھر تو بہ برکت دعائے نبوی وہ اتنا تیز قدم اور سبک رفتار ہوا کہ تمام لشکر سے آگے نکل گیا۔ اور جب یہ اونٹ آنحضرتؐ کے معجزہ سے تیز ہو گیا، تو آنحضرتؐ نے ایک اوقیہ میں حضرت جابرؓ سے خرید لیا۔ ایک اوقیہ، چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اور مدینہ چل کر قیمت ادا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ مدینہ آئے تو قیمت ادا فرمائی، اور حضرت بلال سے فرمایا "زِنْ وَاَرْجِحْ دراہم تول کر دو، اور جھکتا ہوا تول تولو"، اصل قیمت سے زائد ادا فرمانے کے بعد آپؐ نے ازراہِ شفقت اونٹ حضرت جابرؓ کو عطا کر دیا اور فرمایا "اونٹ بھی لے جاؤ اور قیمت بھی۔"

بعض نے کہا یہ چاروں واقعات۔ یعنی حضرت جابر کا سہیلہؓ سے عقد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کی فروخت کا معاملہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل

ت سے زائد عطا کرنا، اور یہ کہ قیمت چکا دینے کے بعد اونٹ بھی عطا کر دینا غزوۂ ۷ واپسی کے واقعات ہیں اور بعض نے کہا کہ غزوۂ فتح مکہ سے واپسی کے بعد۔

(۶۹) اسی سال غزوۂ ذات الرقاع سے واپسی پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موضع "صرار" پہنچے جو مدینہ طیبہ سے تین میل کی مسافت پر واقع ہے تو وہاں شکرانۂ فتح کے طور پر گائے ذبح کی، اور وہاں صحابہ کرامؓ کے ہمراہ ایک دن قیام فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

(۷۰) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تعبیر عملی شکل میں ظاہر ہوئی جس کا ذکر ارشاد خداوندی: "لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ" میں فرمایا گیا ہے، جیسا کہ عمرۃ القضا کے بیان میں گذر چکا ہے۔

(۷۱) اسی سال منگل کی رات ۱۰ر جمادی الاولیٰ۔ اور بقول بعض جمادی الاخریٰ۔ کو رات کے چھ گھنٹے گذرنے کے بعد شاہ فارس کسریٰ پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں قتل ہوا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کی بے حرمتی کی تھی اور اسے چاک کر ڈالا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بد دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی اسی طرح چیر ڈالے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے "شیرویہ" کو اس پر مسلط کیا، اور اس نے تلوار سے اس کا پیٹ چاک کر ڈالا۔ جس رات وہ قتل ہوا۔ اس کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خبر دی کہ آج رات کسریٰ پرویز کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر ڈالا۔ اور یہ اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

فصل ۸ھ کے واقعات

(۱) اسی سال منبر مبارک تیار ہوا۔ اور کھجور کے جس تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ اس کے رونے کا

واقعہ ہوا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلا منبر تیار ہوا تھا۔ منبر شریف کا سنہ ۸ھ میں تیار کیا جانا مشہور تر قول پر مبنی ہے اسی کو ابن نجار وغیرہ نے جزم کے ساتھ ذکر کیا ہے ایک قول میں یہ سنہ ۷ھ کا اور ایک قول میں سنہ ۶ھ کا واقعہ ہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا[۱]۔ اور اس منبر نبوی سے متعلقہ بعض تفصیلات اسی فصل میں آگے آئیں گی۔

(۲) اسی سال ذی الحجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ آپؐ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے متولد ہوئے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ بالاتفاق ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سن ولادت میں اختلاف نہیں اگرچہ سن وفات اور ماہ وفات میں اختلاف ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔

(۳) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کا نام اپنے جدّ اعلیٰ سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے نام پر رکھا، ساتویں دن عقیقے کے دو مینڈھے ذبح کرائے اور صاحبزادے کے سر کے بال اتارنے کا حکم فرمایا چنانچہ ابوہند البیاضیؓ نے (جو بنو بیاضہ کے موالی میں سے تھے) ان کا حلق کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کے وزن برابر چاندی مساکین پر صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اور بال دفن کرا دیئے بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ صاحبزادے کا نام بھی ساتویں دن رکھا گیا۔ لیکن صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ان کی پیدائش جس رات ہوئی اسی رات کو نام تجویز فرما دیا۔

---

[۱] امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ منبر شریف غزوۂ بدر سے قبل تیار ہوا ۱۲ مترجم

(۴) اسی سال جب حضرت ابراہیمؓ کی ولادت ہوئی تو دایہ کے فرائض حضرت سلمیٰؓ نے انجام دیئے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ باندی اور آپؐ کے آزاد کردہ غلام ابو رافعؓ کی اہلیہ تھیں۔ ولادت کے بعد حضرت سلمیٰؓ نے اپنے شوہر حضرت ابو رافعؓ کو بتایا اور انہوں نے جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک باد دی اس پر آپؐ نے انہیں ایک غلام مرحمت فرمایا۔ اس غلام کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

(۵) اسی سال جب حضرت ابراہیمؓ کی ولادت ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَا اِبْرَاھِیْمَ کے خطاب سے سلام عرض کیا۔

(۶) اسی سال کے آغاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ ان کا سن ولادت ۳۰ھ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی نبوت سے دس سال قبل۔

(۷) اسی سال حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہؓ سے۔ جو دیگر خواتین کے ساتھ حضرت زینبؓ کو غسل دے رہی تھیں۔ فرمایا "تین، پانچ، سات بار یا اس سے زیادہ جتنا تم سمجھو، اسے بیری کے پتوں اور پانی سے نہلاؤ، اور آخری باری میں اس میں کافور ملاؤ" جب وہ غسل سے فارغ ہوئیں تو انہیں تہہ بند عطا کرکے فرمایا "یہ اس کے کفن کے اندر کی جانب پہناؤ" یہ مشہور قول ہے کہ جو صحیح مسلم میں مذکور ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت ام کلثومؓ کی وفات کے موقع پر فرمایا تھا۔

(۸) اسی سال جمادی الاولیٰ میں حضرت زید بن حارثہ الکلبی جعفر بن ابی طالب الہاشمی اور عبد اللہ بن رواحہ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہم سریۂ موتہ میں ملک شام میں شہید ہوئے۔ تفصیل سرایا کے ابواب میں سریۂ موتہ کے ذیل میں گذر

چکی ہے اور حضرت جعفرؓ کا سنِ ولادت اور ان کے اسلام لانے اور ان کی ہجرت کا واقعہ ۵ھ نبوت کے واقعات میں گذر چکا ہے۔

(۹) اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے شہید ہو جانے کی خبر صحابہ کرامؓ کو مدینہ میں دی حالانکہ مدینہ اور موتہ کے مابین ۲۸ دن کی مسافت ہے۔

(۱۰) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے حق میں جو موتہ میں شہید ہوئے تھے۔ فرمایا کہ میں نے انہیں جنت میں یاقوت کے دو بازوؤں کے ساتھ فرشتوں کے ہمراہ پرواز کرتے دیکھا ہے۔

(۱۱) اسی سال کا یہ واقعہ ہے کہ غزوۂ موتہ کے بعد جب حضرت جعفرؓ کے گھر کی خواتین نے ان کی وفات پر آہ و بکا شروع کی تو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی شکایت کی آپؐ نے فرمایا انہیں روک دو۔ ان صاحب نے جاکر منع کیا اور وہ باز نہیں آئیں تو آپؐ نے فرمایا: "ان کے منہ میں مٹی ڈال دو" جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

(۱۲)(۱۳) اسی سال غزوۂ موتہ میں اللہ تعالےٰ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "سیف اللہ" کا خطاب دیا اور اسی سال حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو "طیّار" کا لقب دیا۔

(۱۴) اسی سال فتح مکہ کے ایام میں حضرت عتاب بن اَسید رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز اور حج کے لیے مکّہ کا امیر مقرر کیا چنانچہ اس سال انہوں نے لوگوں کو حج کرایا۔

(۱۵) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہَجَر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا۔

(۱۶) اسی سال ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کو ہبہ کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کبر سنی کی بنا پر ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا۔ یہ عرض پیرا ہوئیں کہ یا رسول اللہ! میں چاہتی ہوں کہ میں قیامت کے دن آپؐ کی ازواج میں اٹھوں، میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کرتی ہوں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیش کش قبول فرمائی اور ارادہ ترک کر دیا۔ ان کی باری کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حضرت عائشہؓ کے گھر ہوتا تھا۔

(۱۷) اسی سال حضرت کعبؓ بن زہیر بن ابی سُلمٰی (بضم سین) اسلام لائے۔ ابو سُلمٰی کا نام ربیعہ بن رباح (بکسر راء و بائے موحدہ) تھا۔ راجح تر یہ ہے کہ حضرت کعبؓ کے اسلام کا واقعہ ۹ھ کا ہے جیسا کہ ۹ھ کے ذیل میں آئیگا۔

(۱۸) اسی سال ذی القعدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو کلب کی ایک خاتون فاطمہ بنت ضحاک سے نکاح کیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں رخصت ہو کر آئیں اور آپؐ اس کے قریب گئے تو بولیں: میں آپؐ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تونے بڑی ذات کی پناہ مانگی ہے۔ جا اپنے میکے چلی جا" یعنی تجھے طلاق۔

(۱۹) اسی سال آخر رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُلیکہ بنت کعب اللیثیہ الکنانیہ اور بقول بعض الکندیہ سے نکاح کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں اس کے باپ کے قتل کا حکم دیا تھا، اور صحابہؓ نے اسے قتل کر دیا تھا، بعض عورتوں نے اس کو عار دلائی کہ تو اس سے نکاح کرتی ہے جس نے میرے باپ کو قتل کرایا؛ چنانچہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی، پس آپؐ نے اس سے مفارقت کر لی۔

(۲۰) اسی سال فتح مکہ سے قبل حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کا جو سریہ

بطن اضم کی جانب بھیجا گیا تھا، اس میں یہ قصہ پیش آیا کہ حضرت محلم بن جثامہ اللیثی رضی اللہ عنہ اس سریہ میں شریک تھے، ان کی ملاقات بنو اشجع کے ایک شخص عامر بن اضبط سے ہوئی، عامر نے حضرت محلمؓ اور ان کے رفقاء کو اسلامی طریقہ پر سلام کیا، مگر انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ مومن نہیں ہے اسے قتل کر دیا جب اس سریہ سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے حق میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ (الآیہ)
(النساء: ۹۴)

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو۔ اور ایسے شخص کو جو تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے یوں مت کہدیا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔

(۲۱) اسی سال صحیح قول کے مطابق، جو جمہور کا قول ہے، ماہ صفر میں حضرت عمرو بن عاص السہمی، خالد بن ولید بن مغیرہ المخزومی اور عثمان بن ابی طلحہ العبدری الجمحی (یہ خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے)، رضی اللہ عنہم اسلام لائے، چنانچہ صفر ۸ھ میں مدینہ طیبہ حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے، اور خالد بن ولیدؓ اسلام قبول کرنے کے دو مہینے بعد غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے اس سے قبل کسی جہاد میں ان کی شرکت ثابت نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان تینوں حضرات کے اسلام کا واقعہ ۵ھ کے اواخر کا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت خالد ۶ھ کے اواخر میں اسلام لائے اور ایک قول یہ ہے کہ ۷ھ میں غزوۂ خیبر سے قبل۔

(۲۲) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے تو مکہ

سے ہجرت کرنے کی فرضیت کا حکم منسوخ ہوا۔

(۲۳) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صُداء کا وفد حاضر ہوا، یہ لوگ یمن کے ایک علاقہ میں آباد تھے، یہ وفد حضرت زیاد بن حارث الصدائی سمیت پندرہ افراد پر مشتمل تھا۔ یہ حضرات بیعت اسلام سے مشرف ہوکر وطن واپس لوٹے، اور ان کی دعوت کے نتیجے میں ان کے یہاں اسلام کثرت سے پھیلا، چنانچہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ان کے ایک سو آدمی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

(۲۴)(۲۵) اسی سال فتح مکہ کے بعد۔ اور بقول بعض غزوۂ حنین کے بعد حضرت عَدّاء (بفتح عین مہملہ، وتشدید دال، والف ممدودہ)، ابن خالد بن ربیعہ العامری اسلام لائے، یہی صاحب ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "بیع نامہ" لکھ کر دیا تھا جس کا متن یہ تھا؛

هٰذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدٍ مِّنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ۔	یہ چیز وہ ہے جو عدّاء بن خالد نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید کی ہے یہ ایک مسلم کی مسلم سے بیع ہے جس میں نہ بیماری ہے نہ حرمت وخباثت، نہ دھوکہ نہ فریب۔

ترمذیؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے یہ تحریر اسی طور پر نقل کی ہے اور یہی صحیح ہے، اور امام بخاریؒ نے کتاب البیوع میں اس واقعہ کو تعلیقاً بدین الفاظ نقل کیا ہے:

"یہ وہ چیز ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدّاء ابن خالدؓ سے خرید کی ہے" الخ۔ یہ روایت یا تو مقلوب ہے (کہ راوی نے بائع اور مشتری کے نام الٹ دیئے ہیں) یا شراء کا لفظ بیع کے معنی میں ہے، حافظ عینیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ "یہ بیع غلام یا لونڈی کی ہوئی تھی"۔[1]

---

[1] ترمذی کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (ص ۱۴۶ ج ۱) مترجم

(۲۶) اس سال چیزوں کے نرخ بڑھ گئے تو صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے لیے نرخ مقرر کر دیجئے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی نرخ مقرر کرنیوالا ہے اور وہی تنگی اور کشائش دینے والا ہے۔

(۲۷) اسی سال سہل بن بیضاءؓ کا انتقال ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ مسجد میں پڑھا۔

(۲۸) اسی سال فارس کا بادشاہ مرا، اور اہل فارس نے بوران نامی ایک عورت کو سربراہ مملکت بنالیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَھُمْ اِمْرَأَۃً۔ — اس قوم کو کبھی فلاح نصیب نہ ہوگی جنہوں نے اپنا معاملہ ایک عورت کے سپرد کر ڈالا۔

(۲۹) اسی سال سرزمین شام میں بلقار کا حاکم حارث بن ابی شمر الغسانی کفر کی حالت میں مرا۔

(۳۰) اسی سال اہل یمامہ کا سردار ہوذہ بن علی الحنفی کفر پر مرا، اور اس کی موت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مکہ سے واپسی کے بعد ہوئی۔

(۳۱) اسی سال رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کی اور آپ کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کیا، اور یہی فتح عظیم تھی جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی آیات "اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا" الخ میں فرمایا تھا ۸ھ کے غزوات کے بیان میں غزوۂ فتح مکہ کے لیے روانگی، مکہ مکرمہ میں داخلہ اور اس سے واپسی کی تاریخیں درج کر چکے ہیں۔

(۲۴) تا (۲۵) اسی سال فتح مکہ کے لیے روانگی سے قبل حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کے نام ایک خفیہ خط لکھا تھا جس میں قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے مطلع کیا گیا تھا، یہ خط انہوں نے سارہ نامی عورت کے ہاتھ بھیجا تھا، جو قریش کی باندی تھی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپؐ کو اس کی خبر دی، آپؐ نے حضرت علیؓ حضرت مقدادؓ، حضرت زبیرؓ اور ایک اور صاحب کو بھیجا اور انہیں بتایا کہ وہ خط فلاں فلاں صفات کی عورت کے ہمراہ ہے اور وہ تمہیں روضۂ خاخ میں ملے گی۔ یہ حضرات اس کے تعاقب میں گئے اور ٹھیک اسی مقام پر وہ عورت ملی۔ اس سے خط کا پوچھا تو صاف مکر گئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار سونت لی اور فرمایا خط نکال دے ورنہ برہنہ تلاشی ہوگی چنانچہ اس نے چوٹی کے اندر سے خط نکال کر دے دیا، بعد ازاں حضرت حاطبؓ نے اس سلسلہ میں اپنی مجبوری پیش کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کر دیا۔ اور گرفت نہیں فرمائی۔ اسی قصہ کے سلسلہ میں سورۂ ممتحنہ کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ (الممتحنہ: ۱)

اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔

اور حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے خط کے قصہ ہی کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدر کی فضیلت بیان فرمائی، چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطبؓ کے بارے میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حاطب بدر میں شریک ہوئے ہیں اور خبر بھی ہے کہ اہل بدر کو اللہ تعالیٰ نے جھانک کر دیکھا ہے اور ان سے فرمایا ہے کہ "تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی

ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے اور مسندِ احمد کی ایک روایت میں حضرت جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ کوئی ایسا شخص جو غزوۂ بدر میں شریک ہوا، دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

(۳۶) اسی سال فتح مکہ سے کچھ پہلے حضرت عباس بن مرداس بن ابی عامر السلمی اسلام لائے، یہ بڑے جید شاعر اور مشہور بہادر تھے۔

(۳۷) اسی سال فتح مکہ کے سفر میں جو رمضان میں ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اعلان کیا گیا کہ جس کا جی چاہے وہ اس سفر میں روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے اور دوسرے وقت میں ان کی قضاء اس کے ذمہ ہوگی، تاہم اس اعلان کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ روزے رکھتے رہے، مگر جب موضع کدید (بفتح کاف) پہنچے، جو قدید (بصیغۂ تصغیر) اور عسفان کے مابین واقع ہے، اور عسفان، مکہ مکرمہ سے دو مرحلوں پر ہے۔ تو آپؐ نے خود بھی روزہ نہیں رکھا، اور صحابہؓ کو بھی حکم فرمایا کہ روزہ نہ رکھیں تاکہ جنگ وقتال کے لیے قوت محفوظ رہے، چنانچہ اس کے بعد آخر ماہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام روزے کے بغیر رہے جیسا کہ صاحب مواہب لدنیہ نے بروایت صحیح بخاری ذکر کیا ہے۔ اور زرقانی نے شرح مواہب میں اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ "اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کا درمیانی عشرہ پورا ہونے سے قبل مکہ میں وارد ہوئے تھے، مگر چونکہ آپؐ طائف اور حنین کے قتال کی تیاری اور مختلف اطراف میں سرایا بھیجنے میں مصروف تھے اس لیے آپؐ نے مکہ میں اقامت کی نیت نہیں کی تھی بلکہ آپؐ نمازِ قصر ادا فرماتے تھے" یعنی اسی بنا پر آپؐ نے بقیہ رمضان میں افطار کیا۔

(۳۸) اسی سال فتح مکہ کے سفر کے دوران، کدید اور عسفان پہنچنے سے قبل جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب غروب ہوتے دیکھا تو حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اُتر کر ہمارے لیے ستو ملاؤ! انہوں نے عرض کیا کہ ابھی آفتاب کی روشنی باقی ہے۔ آپؐ نے پھر حکم فرمایا تو انہوں نے پھر یہی عرض کیا، تیسری بار ہیں مشرق کی طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا کہ جب رات ادھر سے آجائے (یعنی مشرقی افق پر سیاہی پھیل جائے) تو روزے کے افطار کا وقت ہوجاتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن ابی اوفٰی سے مروی ہے۔

(۳۹) اسی سال فتح مکہ کے سفر کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگوں کا ہجوم ہے اور اس پر سایہ کیا ہوا ہے۔ دریافت فرمایا کہ قصہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ روزے سے تھا۔ گرمی کی شدت سے بے ہوش ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّیَامُ فِی السَّفَرِ۔ سفر میں روزہ رکھنا کچھ نیکی نہیں ہے۔

یہ صحیح بخاری وغیرہ کی روایت کے الفاظ ہیں اور جامع عبدالرزاق اور مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں "لیس من امبر امصیام فی امسفر" یعنی تینوں جگہ لام کو میم سے بدل کر پڑھا گیا ہے یہ صاحب جن پر سایہ کیا گیا تھا ابو اسرائیل العامری تھے۔ جن کا نام قیس تھا، جیسا کہ قسطلانیؒ نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے۔

(۴۰) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح مکہ کے لیے مدینہ سے نکلنے سے قبل حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہٗ بہ نیت ہجرت مدینہ اپنے اہل و عیال سمیت مکہ سے نکلے، ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں جُحفہ یا ذوالحلیفہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو اہل و عیال کو تو مدینہ بھیج دیا اور خود آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف واپس ہوئے، (چونکہ یہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے آخری فرد تھے، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چچا جان! آپ کی ہجرت آخری ہجرت ہے جیسا کہ میری نبوت آخری نبوت ہے۔

واضح رہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس سے ایک مدت پہلے سنہ ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد اسلام لا چکے تھے، یہ ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسی سال سنہ ۸ھ میں اپنی ہجرت کے زمانہ میں اسلام لائے تھے اور بعض نے اسی کو صحیح کہا ہے جیسا کہ سنہ ۸ھ کے واقعات میں گذر چکا ہے۔

(۴۱) اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں ابواء کے مقام پر حضرت ابوسفیان بن حارث بن المطلب آپؐ سے ملے۔ ان کے ہمراہ ان کے صاحبزادہ جعفر بن ابی سفیان بھی تھے، باپ بیٹا دونوں نے وہیں اسلام قبول کیا۔ یہ ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور آپؐ کے رضاعی بھائی ہیں۔ کیونکہ حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ انہوں نے بھی پیا اور حضرت سفیان بن حربؓ، جو حضرت معاویہؓ کے والد ہیں وہ دوسرے شخص ہیں، ان کا ذکر آگے آتا ہے، ابوسفیان بن حارث ہاشمی ہیں اور ابوسفیان بن حرب اموی ہیں، اس کے علاوہ ان دونوں کے درمیان اور بھی وجوہ فرق ہیں جو مخفی نہیں۔

(۴۲) اسی سال حضرت ابوسفیان بن حارث نے اپنے چچیرے بھائی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام لانے کی نیت سے حاضر ہوں تو آپ سے کس طرح بات کروں اس لیے کہ مجھ سے آپؐ کو بہت ہی ایذائیں پہنچی ہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا: "وہی بات کہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان سے کہی تھی، یعنی؛

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ ۔ (یوسف : ۹۱)	بخدا! کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت فرمائی ہے اور واقعی ہم خطا کار تھے۔

چنانچہ انہوں نے حاضرِ خدمت ہو کر یہی عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۔ (یوسف : ۹۲)	تم پر آج کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف فرمائے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

(۴۳) اسی سال فتح مکہ کے سفر کے دوران سقیا اور "عرج" کے درمیان عبداللہ بن ابی اُمیہ المخزومی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ یہ امّ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے باپ شریک بھائی تھے ان کی والدہ عاتکہ بنت عبدالمطلب تھیں اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ عاتکہ بنت عامر بن قیس الفراسی تھیں جب عبداللہ نے اسلام لانے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا۔ کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان سے شدید عداوت رکھا کرتا تھا اور اسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: "ہم آپ کی بات پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے تا آنکہ آپ ہمارے لیے زمین سے چشمے جاری کردیں، یا آپ کے پاس کھجور اور انگور کا باغ ہو الخ" مگر ان کی ہمشیرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کی اور ان کی سفارش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن سے دل صاف ہوگیا، چنانچہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پر مشرف باسلام ہوئے۔

السقیا، ایک آباد بستی تھی جو مکہ و مدینہ کے درمیان "فرع" کے علاقہ میں تھی، وہاں سے مدینہ کی مسافت چار مرحلے تھی، الفرع، (بضم فاء)، ایک قریہ جامعہ تھا، وہاں سے بھی مدینہ طیبہ چار مرحلے پر واقع تھا، جیساکہ باب غزوات میں ۲ھ کے غزوات کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

(۴۴) اسی سال فتح مکہ کے سفر کے دوران مرالظہران میں حضرت معاویہؓ کے والد ابوسفیانؓ بن حرب، ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادر زادہ حکیمؓ بن حزام اور بدیلؓ بن ورقا الخزاعی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، یہ تینوں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ فتح مکہ سے ایک دن پہلے کا ہے۔

مرالظہران، مکہ مکرمہ سے ایک مرحلہ پر ایک موضع تھا۔ جو اب "وادی فاطمہ" کہلاتا ہے۔ یہ نسبت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی جانب نہیں بلکہ اس نام کی کسی عرب خاتون کی جانب ہے۔

(۴۵) (۴۶) اسی سال فتح مکہ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو امن عام عطا فرمایا چنانچہ مکہ کے گلی کوچوں میں منادی کرائی گئی کہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے، اسے امن ہے جو پردۂ کعبہ سے لپٹ جائے اسے امن ہے، جو ہتھیار ڈال دے اسے امن ہے، جو ابوسفیان کے احاطے میں چلا جائے اسے امن ہے اور جو شخص گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے اسے امن ہے یہ منادی حضرت ابوسفیان صخر بن حرب نے کی تھی، چنانچہ اہلِ مکہ نے اس پر عمل کیا اور مامون رہے، البتہ پندرہ اشخاص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مستثنیٰ رکھا تھا جن کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (۳) ہبار بن اسود

(۴) کعب بن زہیر بن ابی سُلمیٰ المزنی، صاحب قصیدہ بانت سعاد (۵) عبداللہ بن خطل (۶) مقیس بن صبابہ (۷) حویرث نُقید بن قصی (۸) وحشی بن حرب (۹) حارث بن طُلاطیلہ الخزاعی۔ اور چھ عورتیں تھیں، جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) ہندہ بنت عتبہ، زوجۂ ابی سفیان بن حرب۔

(۲) سارہ، عمرو بن ہاشم کی باندی، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا خط جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی سے قبل اہل مکہ کے نام لکھا گیا اس کے لے جانے والی یہی عورت تھی۔

(۳-۴) عبداللہ بن خطل کی دو گانے والی باندیاں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں گانے گایا کرتی تھیں، ایک کا نام قَرِیبہ تھا (قاف کے فتح کے ساتھ بصیغۂ مکبّر، اور بعض نے بضم قاف بصیغہ تصغیر کہا ہے) اور دوسری کا نام فَرتنا (بفتح فا رسکون رائے مہملہ، فتح تائے فوقانی، اس کے بعد نون پھر الف مقصورہ)

(۵-۶) ارنب اور ام سعد۔ یہ دونوں بھی ابن خطل کی لونڈیاں تھیں۔

ان میں سے حسب ذیل مرد اسلام لائے، عکرمہ، ابن ابی سرح، کعب بن زہیر اور وحشی اور باقی چار افراد کفر پر تہ تیغ کیے گئے۔ عورتوں میں سے ہندہ اور فرتنا اسلام لائیں، ارنب، قریبہ اور ام سعد کو کفر پر قتل کیا گیا اور سارہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ اسلام لائی یا کفر پر قتل ہوئی۔

(۴۷) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے ثنیہ عُلیا سے، جو حجون اور معلاۃ کے قریب ہے، مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے سر پر سیاہ دستار تھی، اور جھنڈا بھی سیاہ رنگ کا تھا، بدن پر لوہے کی زرہ اور سر پر خود پہن رکھی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ قصوا پر سوار تھے اور آپ کے آگے

پیچھے حضرت ابوبکر صدیق اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما تھے۔ اس دن آپؐ کا احرام نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں کے سامنے سورۂ فتح اور سورۂ النصر کی تلاوت فرمائی۔ اور آپؐ کی قرأت میں ترجیع تھی (ترجیع کے معنی الفاظ کا کھینچنا، اور اُتار چڑھاؤ)

"سر پر سیاہ دستار اور خود تھی۔" ان دونوں کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ آپؐ نے خود کے اوپر سے دستار پہن رکھی ہوگی یا خود پہن کر داخل ہوئے اور کچھ دیر بعد دستار پہن لی ہوگی یا اس کے برعکس۔ پس جس نے جو حالت دیکھی اسے نقل کر دیا۔

(۴۸) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو ایک دستہ دے کر اسفل مکہ کے راستہ سے داخل ہونے کا حکم فرمایا۔ حضرت خالدؓ اور ان کے رفقاء کا کفار سے مقابلہ ہوا۔ ۲۴ یا ۲۸ مشرک جہنّم رسید ہوئے اور سخت شکست کھا کر بھاگے۔ اور اس حادثہ میں دو مسلمان شہید ہوئے۔ اوّل، ابوصخر حُبَیش ابن خالد الخزاعی۔ یہ حضرت ام معبد بنت خالد الخزاعیہ کے بھائی تھے، جن کے پاس سے ہجرت مدینہ کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا تھا۔ دوم؛ کرز بن جابر الفہری۔

حضرت خالد اور ان کے رفقاء کا قتال حنفیہ کے اس قول کی دلیل ہے کہ مکّہ مکرمہ صلحاً نہیں بلکہ بزور قوت فتح ہوا تھا، اور حضرات شافعیہ کا قول ہے کہ صلحاً فتح ہوا، کیونکہ جس جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس داخل ہوئے اس طرف کوئی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔

(۴۹) اسی سال فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیف بنی کنانہ میں فروکش ہوئے۔ جو ابطح اور محصب کہلاتا ہے وہاں سے ہر نماز کے لیے مسجد حرام

میں تشریف لاتے تھے، اور بقول بعض ام ہانی کے گھر میں قیام فرمایا۔ ان دونوں میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ آپؐ کا اصل قیام تو خیف بنی کنانہ میں تھا۔ البتہ ایک دن آپ ام ہانی کے گھر تشریف لائے تھے وہاں غسل فرمایا اور چاشت کی نماز پڑھی۔

(۵۰) اسی سال مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے بتوں کے ٹوٹنے کا معجزہ ظہور پذیر ہوا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپؐ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور مسجد میں تشریف لا کر طواف کا قصد فرمایا تو دیکھا کہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہیں۔ جو پیتل سے مرصع تھے۔ ان میں بڑا بت ہبل کہلاتا تھا جو بیت اللہ کے سامنے رکھا تھا اور اساف نائلہ علی الترتیب صفا اور مروہ پر نصب تھے مشرکین نائلہ کے پاس ذبیحہ کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کمان تھی، اس کے ساتھ ہر بت کی آنکھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے "حق آگیا۔ اور باطل بھاگ نکلا، بلاشبہ باطل ہے ہی بھاگنے والا" جس بت کیطرف اشارہ فرماتے وہ بغیر چھوئے منہ کے بل گر پڑتا۔ بعد ازاں خزاعیہ کا ایک بڑا بت باقی رہ گیا جو کعبہ کی چھت پر رکھا تھا، یہ پیتل کا بنا ہوا تھا، اور لوہے کی میخوں کے ساتھ زمین میں نصب کیا گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا: کعبہ کے پاس بیٹھ جاؤ! حضرت علیؓ بیٹھ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوپر چڑھنے کے لیے ان کے کندھوں پر سوار ہوئے مگر حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اٹھا سکے، کیونکہ بار نبوت ان کے لیے ناقابل برداشت تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود کعبہ کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ کو اوپر چڑھنے کا حکم فرمایا، حضرت علیؓ آپؐ کے کندھوں پر اوپر چڑھے اور نصب شدہ بت کو اکھاڑ کر نیچے پھینک دیا۔

(۵۱) اس بت شکنی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ کعبہ شریف

کے اندر سے سارے بُت نکال دیئے جائیں، جب بیت اللہ کو بتوں کی آلودگی سے پاک کر دیا گیا تو آپؐ اندر تشریف لے گئے۔

(۵۲) کعبہ شریف کے اندر کفار نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہما السلام کی مورتیاں رکھی ہوئی تھیں اور ان کے ہاتھ میں قرعہ کے وہ تیر دے رکھے تھے جن کے ذریعہ کفار تقسیم کیا کرتے تھے۔ اور اس کو "استقسام بالازلام" کہا جاتا تھا جب بیت اللہ شریف سے بت نکالے گئے تو یہ دونوں مورتیاں بھی نکالی گئیں، ان کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

قَاتَلَهُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَمَا وَاللهِ لَقَدْ عَلِمُوْا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِالْأَزْلَامِ قَطُّ۔

اللہ تعالیٰ ان کافروں کا ناس کرے، بخدا ان کو اچھی طرح علم تھا کہ ان دونوں بزرگوں نے کبھی ان تیروں کے ذریعے تقسیم کا عمل نہیں کیا۔

(۵۳) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بتوں کے توڑنے کا حکم فرمایا، جو لوگوں نے گھروں میں رکھے ہوئے تھے۔

(۵۴) اسی سال فتح مکہ کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے گرد و پیش کے علاقوں کے بتوں کو توڑنے اور غیر مسلم لوگوں سے جہاد کرنے کی خاطر سرایا بھیجے۔

(۵۵) اسی سال فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا کہ بیت اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں، چنانچہ حضرت بلالؓ نے حکم کی تعمیل کی اسی قسم کا واقعہ عمرۃ القضا میں بھی ہوا تھا۔

(۵۶) اسی سال فتح مکہ کے اگلے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت

بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اس میں بہت سے احکام بیان فرمائے اور اس خطبہ میں ارشاد فرمایا،" اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان وزمین کو پیدا فرمایا تھا اسی دن سے مکہ کو باحرمت بنایا، مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہیں ہوا کہ اس میں قتال کرے، اور میرے بعد بھی کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا۔ پس آج کے بعد یہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس میں خونریزی کرے، اور نہ یہی جائز ہے کہ اس کے کسی درخت کو کاٹے"۔ اس خطبہ میں بہت سی چیزیں ذکر فرمائی تھیں، جن کی تفصیل سیرت شامیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔

(۵۷) اسی سال فتح مکہ کے دن۔ اور یہ راجح قول کے مطابق جمعہ کا دن تھا اور رمضان المبارک کی انیسویں تاریخ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کا طواف کیا، اور ازدحام کی بنا پر ہر چکر کے بعد آپؐ اپنی چھڑی سے حجر اسود کا استلام کرتے تھے۔ یہ طواف عمرے کا نہیں، بلکہ طواف نفل تھا۔ جو بیت اللہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے کیا، کیونکہ اس وقت آپؐ کا احرام نہیں تھا، طواف سے فارغ ہوکر مقام ابراہیم پر تشریف لائے، اور وہاں دوگانہ طواف ادا کیا، پھر چاہِ زمزم پر تشریف لے گئے زمزم نوش کیا اور اس سے وضو فرمایا۔

(۵۸) اسی سال فتح مکہؔ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے کعبہ کے کلید بردار حضرت عثمان بن ابی طلحہ العبدری الحجبی سے کعبہ شریف کی کنجی طلب فرمائی انہوں نے عرض کیا کہ کنجی میری والدہ کے پاس ہے اس کا نام سلافہ (بضم سین)، بنت سعید الانصاریۃ الادسیہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے گھر جاکر ان سے کنجی طلب کی تو انہوں نے دینے سے انکار کردیا۔ مگر حضرت عثمانؓ نے زبردستی ان سے کنجی لے لی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردی آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے بیت اللہ کا دروازہ کھولا۔ اور اندر

تشریف لے گئے وہاں دو رکعتیں ادا فرمائیں پھر باہر نکل کر بیت اللہ کے سامنے دو رکعتیں ادا کیں۔

فائدہ: بعض نے کہا ہے کہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بار یعنی فتح مکہ کے موقع پر، بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے۔ دوبارہ نہ حجۃ الوداع میں داخل ہوئے نہ کسی اور موقع پر۔ لیکن علامہ التقی الفاسی، تاریخ مکہ موسوم بہ "تحصیل المرام من تاریخ البلد الحرام" میں فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا قول کا مطلب یہ ہے کہ ایک بار کا داخلہ تو متفق علیہ ہے اور دوسرے اوقات میں داخل ہونا مختلف فیہ ہے۔

مجموعی طور پر چار مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت اللہ میں داخل ہونا ذکر کیا گیا ہے۔ اوّل: عمرۃ القضا میں۔ دوم: فتح مکہ کے دن۔ سوم: فتح مکہ سے اگلے دن۔ جیسا کہ احمد بن منیع اور دارقطنی کی روایت سے جو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ مستفاد ہوتا ہے۔ چہارم: حجۃ الوداع میں جیسا کہ امام احمد، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی نے اس روایت کی تصحیح کی ہے بعد ازاں علامہ فاسی کہتے ہیں کہ "عمرۃ القضا میں داخل ہونے کی روایت صحیح نہیں۔ اس لیے صرف تین مرتبہ داخل ہونا ثابت ہے اور فتح مکہ کے دن داخل ہونا متفق علیہ ہے" اھ

(۵۹) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ کلید کعبہ، حضرت عثمانؓ اور ان کی والدہ کو واپس نہ کریں، کیونکہ ان کی والدہ نے کنجی دینے میں سختی کا مظاہرہ کیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا — بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم فرماتا ہے کہ

الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَهْلِهَا (النساء: ۵۸) تم امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کر دو۔
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجی ان کو واپس کر دی اور فرمایا:
خُذُوْهَا يَا بَنِيْ طَلْحَةَ خَالِدَةً تَالِدَةً۔ لو اے بنی طلحہ! اب یہ ہمیشہ کے لیے تمہارے پاس رہے گی۔

(۶۰) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجی عثمان رضؓ کو واپس کر دی تو عثمان اور ان کی والدہ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ یہ ایک قول ہے لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ حضرت عثمان بن ابی طلحہ فتح مکہ سے سات ماہ پیشتر صفر ۸ھ میں اسلام لا چکے تھے، جیسا کہ اسی فصل میں پہلے گذر چکا ہے۔

(۶۱) اسی سال فتح مکہ کے ایام میں عثمان بن ابی طلحہ کے چچا زاد بھائی شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ العبدری الحجبی اسلام لائے، بعض کا کہنا ہے کہ وہ حنین میں اسلام لائے، اور ان دونوں اقوال میں تطبیق کی صورت یہ ذکر کی گئی ہے کہ وہ اسلام تو فتح مکہ کے موقع پر لائے تھے مگر ان کی پختگی جنگِ حنین کے بعد پیدا ہوئی۔

(۶۲) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلید کعبہ حضرت عثمان رضؓ بن طلحہ بن ابی طلحہ کو واپس کی تو ان کی وفات تک ان ہی کی تحویل میں رہی، اور وفات سے قبل انہوں نے اپنے چچا زاد بھائی شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ کے سپرد کر دی۔ چنانچہ وہ اب تک شیبہ کی اولاد کی تحویل میں ہے۔

(۶۳) اسی سال فتح مکہ کے ایام میں حیّی (بصیغہ تصغیر، دو یائے تحتانی کے ساتھ) بن جاریہ (جیم اور یائے تحتانی کے ساتھ) الثقفی، حلیف بنی زہرہ اسلام لائے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(۶۴) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مبارک کے حدود اور نشانات

کی تجدید کا حکم فرمایا، اور تمیم بن اسید (ہمزہ کے فتحہ یا ضمہ کے ساتھ) بن عبد العزیٰ الخزاعی صحابی کو اس کام کے لیے مامور فرمایا۔

(۶۵) اسی سال فتح مکہ کے سفر میں امہات المومنین میں سے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔

(۶۶) اسی سال فتح مکہ کے ایام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابو قحافہ (بضم قاف) اسلام لائے، ان کا نام عثمان بن عامر تھا ان کی ایک صاحبزادی کا نام قحافہ تھا جس کے نام پر ان کی کنیت ابو قحافہ تھی یہ لڑکی ان کی اولاد میں سب سے چھوٹی تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اپنے والد ابو قحافہ کا ہاتھ پکڑ کر لائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ابو قحافہ اسلام لائے [۱]

(۶۷) تا (۱۱۸) اسی سال فتح مکہ کے ایام میں مندرجہ ذیل حضرات اسلام لائے۔

۱۔ حارث بن ہشام بن مغیرہ المخزومی۔ ابوجہل کے حقیقی بھائی۔

۲۔ وحشی بن حرب۔ حضرت حمزہؓ کے قاتل۔ اور بعض کے بقول یہ غزوہ طائف کے بعد اسلام لائے۔

۳۔ حکیم بن حزام بن خویلد۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے۔ اسی فصل میں گذر چکا ہے کہ یہ فتح مکہ سے ایک دن پہلے مر الظہران میں اسلام لائے تھے۔

---

[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: ان بڑے میاں کو کیوں زحمت دی ہم خود ہی وہاں حاضر ہو جاتے۔ مترجم

۴ تا ۸۔ حکیم بن حزام کے صاجزادے۔ہشام،خالد،عبد اللہ،یحییٰ۔ یہ اپنے والد حکیم بن حزام کے بعد اسلام لائے۔ اور ان کے ساتھ ان کی والدہ زینب بنت عوام بھی اسلام لائیں۔

۹۔ ابو وداعہ حارث بن عمیرہ بن سعید القرشی السہمی، یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت تک بقید حیات رہے۔ اور یہ مطلب بن ابی وداعہ السہمی کے والد ہیں۔

۱۰۔ مطلب بن ابی وداعہ۔

۱۱۔ ابوجہم بن حذیفہ القرشی العدوی۔ ان کے نام میں اختلاف ہے بعض نے "عبید" اور بعض نے "عامر" بتایا ہے۔ یہ حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے ماں شریک بھائی ہیں اور یہ ابوجہم ہیں جن کی "انبجانیہ" کا قصہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے۔

۱۲۔ یعلیٰ بن اُمیہ التیمی، حلیف قریش۔ ان کو یعلیٰ بن منبہ بھی کہا جاتا ہے حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں شریک ہوئے۔

۱۳۔ عبد اللہ بن ابی ربیعہ بن مغیرہ القرشی المخزومی۔ عیاش بن ابی ربیعہ کے بھائی۔ یہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے۔

۱۴۔ ابوشریح الخزاعی الکعبی المدنی۔ فتح مکہ میں بحالت اسلام شرکت کی ان کے نام میں اختلاف ہے بعض نے خویلد بن عمرو بتایا ہے اور بعض نے کچھ اور۔

۱۵۔ سارہ قریش کی باندی۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا خط۔ جو قریش کے نام فتح مکہ سے کچھ پہلے لکھا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ بھیجا گیا تھا۔ اس کے نام میں اختلاف ہے جو پہلے گذر چکا۔

۱۶۔ ابوالسنابل بن بعلبک بن حارث القرشی العبدری۔ یہ شاعر تھے۔ اور سُبیعہ

اسلمیہ کے نکاح کے سلسلہ میں ان کا ایک قصہ ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے۔

۱۷۔ عامر بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس القرشی العبشمی۔ عبداللہ بن عامر کے والد

۱۸۔ رُکانہ (بضم رأ) ابن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی۔ انہیں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی ہوئی تھی، اور یہ قریش میں سب سے بڑے پہلوان تھے۔ آنحضرت نے انہیں دو یا تین دفعہ چت کیا۔ اس کشتی کی تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھیے۔

۱۹۔ سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ودّ القرشی العامری۔ رؤسائے قریش میں سے تھے یہ وہی صاحب ہیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے صلح نامہ میں "محمد رسول اللہ" لکھنے سے روکا تھا۔ اور اس کے اصرار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لفظ مٹا کر "محمد بن عبداللہ" لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری میں مذکور ہے مگر فتح مکہ کے موقع پر ان کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت سے نوازا۔

۲۰۔ سہل بن عمرو القرشی العامری۔ سہیل مذکور کے بھائی۔

۲۱۔ مسیّب بن حزن بن ابی وہب القرشی المخزومی۔ سعید بن مسیّبؒ کے والد

۲۲۔ ان کے بھائی حکیم بن حزن سعید بن مسیّبؒ کے چچا۔

۲۳۔ ان دونوں کے والد حزن بن ابی وہب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بجائے "حزن" کے "سہل" تجویز فرمایا۔

۲۴۔ مخرمہ بن نوفل ابوالمسور القرشی الزہری۔

۲۵۔ ان کے صاحبزادہ مسور بن مخرمہ۔ بعد ازاں دونوں باپ بیٹوں نے

اسی سال ذی الحجہ میں مدینہ کیطرف ھجرت کی۔

۲۶۔ عبد الرحمٰن بن سمرہ بن جبیر القرشی العبشمی۔ ان کا نام عبد الکعبہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے عبد الرحمٰن رکھا۔

۲۷۔ عبد الرحمٰن بن عوّام بن خویلد القرشی الاسدی۔ حضرت ام المومنین خدیجہ کے بھتیجے اور حضرت زبیر بن عوّام کے بھائی ہیں۔

۲۸۔ عبد بن ابی بن کعب۔

۲۹۔ ابو مروان حکم بن ابی عاص بن اُمیہ القرشی الاموی۔

۳۰۔ ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ القرشی العبشمی۔ یہ حضرات معاویہ بن ابی سفیان کے ماموں۔ ابوحذیفہ بن عتبہ کے بھائی اور حضرت مصعب بن عُمیر کے ماں شریک بھائی ہیں۔

۳۱۔ عبد بن زمعہ بن قیس بن عبد شمس القرشی العامری۔ یہ حضرت سودہ بنت زمعہ کے بھائی ہیں قسطلانی نے شرح بخاری میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ فتح مکہ کے ایام میں عبد بن زمعہ کی حضرت سعد بن ابی وقاص سے زمعہ کی لونڈی کے لڑکے کے بارے میں مخاصمت ہوئی تھی اور اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا تھا، الولد للفراش و للعاھر الحجر۔ یعنی بچہ اسی کا ہے۔ جس کے فراش پر پیدا ہو، اور زانی کے لیے پتھر ہے۔ یہ قصہ صحیح بخاری وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔ جس لڑکے کے بارے میں یہ مخاصمت ہوئی تھی اس کا نام عبد الرحمٰن بن زمعہ ہے اور اس لونڈی کا نام جو اس بچے کی والدہ تھی، قریبہ بنت اُمیہ بن مغیرہ ہے۔ جیسا کہ اسد الغابہ وغیرہ میں ہے، اگرچہ قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ اس لونڈی کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

۲۲۔ خریم (خائے معجمہ اور رائے مہملہ کے ساتھ بصیغۂ تصغیر) ابن فاتک بن اخرم الاسدی۔ ان کا تعلق اسد خزیمہ سے تھا یہ طویل زلفیں رکھتے تھے، صحیح یہ ہے کہ یہ اور ان کے بھائی سُبرہ بن فاتک بہت مدت پہلے اسلام لا چکے تھے اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

۲۳۔ خریم مذکور کے صاحبزادے ایمن بن فاتک وہ اس وقت نوجوان لڑکے تھے۔

۲۴۔ ابو واقد اللیثی۔ لیث بنی کنانہ سے۔ ان کا نام حارث بن اسید ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے۔ یہ کہنا قول صحیح نہیں کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

۲۵۔ فتح مکہ کے بعد عتّاب (بفتح عین وتشدید تائے فوقانی) بن اسید (بفتح ہمزہ) ابن ابی العیص (بکسر عین مہملہ) ابن امیہ القرشی الاموی المکی اسلام لائے اور اسلام میں خوب عمدگی پیدا کی۔ چنانچہ اسی سال ۸ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ کا عامل مقرر کیا اور اس سال عتاب ہی نے لوگوں کو حج کرایا، جیساکہ قبل ازیں اسی فصل میں گذر چکا ہے۔

۲۶۔ عبد اللہ الزبعری (بکسر زائے معجمہ وفتح بائے موحدہ) وسکون عین مہملہ بعد ازاں رائے مہملہ، پھر الف مقصورہ) بن قیس القرشی السہمی۔ مشہور شاعر تھے اور قبل ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت رکھتے تھے۔

۲۷۔ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح۔ حضرت عثمان بن عفان کے رضاعی بھائی یہ قبل ازیں اسلام لا چکے تھے اور کتابت وحی پر مامور تھے۔ بعد ازاں مُرتد ہو گئے دوبارہ فتح مکہ میں اسلام لائے اور اس کے بعد اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے۔

۲۸۔ عقبہ بن حارث بن عامر ابو سروعہ القرشی النوفلی۔ یہ وہی صاحب ہیں

جنہوں نے ۴ھ میں صحابی جلیل حضرت خبیبؓ بن عدی کو قتل کیا تھا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی ہدایت عطا فرمائی حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے کا واقعہ سرایا کے باب میں ۲ھ کے سرایا میں گذر چکا ہے۔

۳۹۔ حویطب بن عبد العزیٰ بن ابی قیس القرشی العامری رضی اللہ عنہ حنین اور طائف میں بحالت اسلام شریک ہوئے۔ یہ مؤلفۃ القلوب میں شامل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سو اونٹ کا عطیہ دیا، بعد ازاں اسلام میں راسخ القدم ثابت ہوئے۔

۴۰۔ خالد بن اسید (بفتح ہمزہ کسر سین)، ابن ابی العیص بن امیہ القرشی الاموی عتاب بن اسید کے بھائی۔ اسلام لانے کے بعد فتح مکہ کے ایام ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

۴۱۔ ام حکیم بیضا بنت حارث بن ہشام المخزومیہ، عکرمہ بن ابی جہل کی چچازاد اور اہلیہ چند دن کے بعد انکے شوہر بھی ان کی ترغیب پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

۴۲۔ صفوان بن امیہ بن خلف الجمحی، ان کا باپ اُمیہ بن خلف بحالت کفر غزوۂ بدر میں مارا گیا تھا۔ یہ فتح مکہ کے دوران یا اس کے بعد اسلام لائے۔

۴۳۔ ہبار بن اسود۔

۴۴۔ بدیل بن ورقا بن عبد العزیٰ الخزاعی۔ بعض کا کہنا ہے کہ بدیل اور ان کے صاحبزادے عبد اللہ بن بدیل فتح مکہ سے ایک دن پہلے مر الظہران میں اسلام لائے تھے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۴۵۔ سنین (بضم سین و فتح نون و سکون یائے تحتانی) بن فرقد، ابو جمیلہ الضمری یا السلمی۔

۴۶۔ عبد اللہ بن الشخیر (شین معجمہ مکسورہ، خائے معجمہ مشدّدہ پھر یائے تحتانی

ساکنہ، پھر رائے مہملہ، ابو سطرف العامری، بنو عامری بن صعصعہ کے قبیلے کیطرف نسبت ہے۔

۴۷۔ مطیع بن اسود بن حارثہ العدوی، ان کا نام عاصی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کرکے مطیع رکھا، حجۃ الوداع میں انہوں نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلق کیا تھا۔

۴۸۔ ام ہانی، بنت ابی طالب۔ ان کا نام فاختہ تھا۔

۴۹۔ معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب القرشی الاموی۔ جلیل القدر صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ اپنے والد کے چند دن بعد اسلام لائے اور ایک قول یہ ہے کہ اپنے والد سے بہت عرصہ قبل غزوۂ حدیبیہ کے موقعہ پر اسلام لا چکے تھے۔ مگر اسلام کا اظہار نہیں کرتے تھے، فتح مکہ کے موقعہ پر اظہار اسلام کیا۔

۵۰۔ یزید ابن ابی سفیان، حضرت معاویہؓ کے باپ شریک بھائی ہیں، فضلائے صحابہؓ میں ان کا شمار تھا۔ اور "یزید الخیر" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے، کنیت ابو الحکم تھی۔ ابوسفیان کے صاحبزادوں میں سب سے افضل تھے۔

۵۱۔ ہند بنت عتبہ۔ حضرت ابوسفیانؓ بن حرب کی اہلیہ اور حضرت معاویہؓ کی والدہ ماجدہ۔ رضی اللہ عنہم۔

(۱۱۸) اسی سال فتح مکہؓ کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی ہمشیرہ ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے وہاں غسل فرمایا اور چاشت کی نماز پڑھی۔

(۱۱۹) اسی سال فتح مکہؓ کے دوران ام ہانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض پیرا ہوئیں کہ یا رسول اللہ! میرے ماں جائے (حضرت علیؓ) کہتے ہیں کہ وہ ان دو شخصوں کو، جن کو میں نے پناہ دے رکھی ہے قتل

کر کے چھوڑیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امّ ہانی! جن کو تو نے پناہ دی ہے۔ ان کو ہماری طرف سے بھی امن ہے۔ امّ ہانی نے جن دو صاحبوں کو پناہ دی تھی۔ ان میں ایک تو حارث بن ہشام المخزومی، ابوجہل کے بھائی تھے اور دوسرے زہیر بن ابی امیہ بن مُغیرہ المخزومی، حضرت ام المومنین امّ سلمہؓ کے بھائی تھے، بعد ازاں یہ فتح مکہ کے دوران ہی اسلام لے آئے تھے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ دو شخص جن کو امّ ہانی نے پناہ دی تھی ان میں سے ایک تو اُن کا شوہر ہبیرہ بن ابی وہب المخزومی تھا اور دوسرا جعدہ بن ہبیرہ مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ ہبیرہ تو فتح مکہ کے موقع پر بھاگ کر نجران چلا گیا تھا۔ اور اپنے کفر و شرک کی حالت میں وہیں رہا اور وہیں مرا اور جعدہ ان دنوں نابالغ تھا۔ حضرت علیؓ کے لیے اس کا قتل کرنا روا نہیں تھا۔ حافظ نے فتح میں اور زرقانی نے شرح مواہب میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(۱۲۰) انہی ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن خطل کے قتل کا حکم فرمایا۔ یہ اسلام لانے کے بعد مُرتد ہو گیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں خود بھی بدزبانی کرتا تھا اور اپنی دو لونڈیوں سے آپؐ کے ہجو کے گیت گواتا تھا لوگوں نے بتایا کہ عبداللہ بن خطل پردۂ کعبہ سے چمٹا ہوا ہے۔ آپؐ نے قتل کا حکم دیا۔ اور اسی حالت میں اسے جہنم رسید کیا گیا، جیسا کہ اسی فصل میں گذر چکا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس کو کس نے قتل کیا، صحیح یہ ہے کہ ابوبرزہ اسلمیؓ نے قتل کیا تھا۔

(۱۲۱) فتح مکہ میں ابولہب کے دو لڑکے عتبہ (بضم عین مہملہ، وسکون یائے فوقانی، بصیغہ مکبّر) اور معتّب (بضم میم، و فتح عین مہملہ و کسر تائے فوقانی شدّدہ) اسلام لائے اور شرف صحابیت سے مشرف اور جنگ حنین میں شریک ہوئے نیز ابولہب کی لڑکی دُرّہ بنت ابی لہب بھی اسلام اور صحابیت سے مشرف ہوئیں۔

البتہ ان کا بھائی عتیبہ (بصیغہ تصغیر) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذار دیا کرتا تھا۔ آپؐ نے اس کے حق میں بد دعا فرمائی تھی : اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ۔ یا اللہ! اس پر کسی کتے کو مسلط کر دے " اس بد دعا کے نتیجے میں اسے ایک شیر نے چیر ڈالا تھا۔ سرزمین شام میں موضع زرقا میں اپنے باپ ابو لہب کی زندگی میں وہ بحالت کفر ہلاک ہوا تھا۔ جیسا کہ ابو لہب کی موت کفر پہ ہوئی۔

(۱۲۲) اسی سال فتح مکہ کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر و خنزیر، مردار اور مردار کی چربی کی بیع اور کاہن کی شیرینی کو حرام قرار دیا۔

(۱۲۳) اسی سال فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں ۱۷، ۱۸، یا ۱۹، دن قیام کا اتفاق ہوا، اس دوران آپؐ نماز قصر پڑھتے تھے (کیونکہ پندرہ دن قیام کی نیت نہیں تھی)

۱۲۴ اسی سال جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ تمام عرب اسلام کے زیر نگیں ہو چکا تھا اور کامل طور پر آپؐ کو "فتح مبین" نصیب ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے دین اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرما کر آپؐ کو کامل اعزاز بخشا۔ تا آنکہ مکہ اور اس کے گرد و پیش تہامہ اور حجاز میں ایک بھی کافر نہ رہا۔ بلکہ عام طور سے لوگ مسلمان ہو گئے اور کچھ جزیرہ عرب سے بھاگ کر دوسرے علاقوں میں چلے گئے۔

(۱۲۵) اسی سال جب فتح مکہ کی تکمیل ہوئی تو شیطان چیخیں مار مار کر رو دیا۔ اور جب اس کی ذریت اس کے گرد جمع ہوئی تو ابلیس نے کہا کہ آج کے بعد عرب میں شرک داخل کرنے سے تو ہاتھ دھو لو۔ ہاں ان لوگوں میں نوحہ پھیلا دو۔

(۱۲۶) فتح مکہ کے بعد فاطمہ بنت اسود المخزومیہ نے کسی کا زیور چوری کر لیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے ایک چادر چرا لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر "قطع ید" کی سزا جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کا قصہ صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔

(۱۲۷) فتح مکہ کے بعد انصار اہل مدینہ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فتح کر دیا ہے۔ یہ آپ کا آبائی وطن ہے۔ یہیں آپ کا خویش قبیلہ آباد ہے۔ اس لیے ممکن ہے آپ ہمیں چھوڑ دیں اور یہیں رہ پڑیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو انصار سے فرمایا، المحیا محیاکم والمماۃ مماتکم، یعنی تمہارا ہمارا زندگی اور موت کا ساتھ ہے، نیز فرمایا، اور لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے باہر کا کپڑا اور انصار کی مثال ایسی ہے جیسے اندر کا کپڑا جو جسم سے ملا رہتا ہے اور فرمایا: انصار میرے اندرونی اعضار (کرش) اور میرے رازدار ہیں (عیبتی)، نیز فرمایا: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا (یعنی بجائے مہاجرین کے انصار میں شمار ہوتا)، اور فرمایا، اگر لوگ ایک وادی یا ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کا ساتھ دوں گا (الحدیث)

(۱۲۸) اسی سال کے اوائل میں عاصم بن عمر بن خطاب پیدا ہوئے، یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نانا ہیں۔ تذکرۃ القاری میں لکھا ہے کہ عاصم کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دو برس قبل ہوئی۔

(۱۲۹) اسی سال عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی کی ولادت ہوئی۔ ان کا لقب ببّہ تھا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اور ان کے والد حارث صحابی ہیں۔ ابن اثیر اسد الغابہ میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دو برس

قبل پیدا ہوئے۔

(۱۳۰) اسی سال جب فتح مکہ سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کے لیے نکلے تو ــــــــــــــــــــــ عتاب بن اسید کو مکہ کا حاکم مقرر فرمایا اور عتاب مکہ ہی میں رہے۔ یہاں تک اس سال لوگوں کو حج کرایا۔ وہ اس وقت بست۲۰ سالہ تھے۔

(۱۳۱) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کے لیے نکلے تو آپ کے ساتھ بارہ ہزار اور بقول بعض چودہ ہزار کا لشکر تھا۔ آپ نے صفوان بن امیہ سے کچھ زرہیں مستعار طلب فرمائیں۔ چنانچہ اس نے چار سو زرہیں معہ دیگر اسلحہ کے پیش کیں۔

(۱۳۲) اسی سال حنین کے راستہ میں بعض نو مسلموں نے ایک بڑی سرسبز بیری کا درخت جسے "ذاتِ انواط" کہا جاتا تھا، دیکھ کر کہا "یارسول اللہ! ہمارے لیے بھی ایک "ذاتِ انواط" متعین کر دیجیے جیسا کہ کافروں کے لیے "ذاتِ انواط" مخصوص ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: اللہ اکبر! تم نے بھی وہی بات کہی جیسی موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ایک معبود تجویز کر دیجیے، جیسا کہ کافروں کے معبود ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "تم ایسی قوم ہو کہ نادانی کی بات کرتے ہو۔"

"انواط" سے اسلحہ ٹانگنے کی کھونٹیاں مراد ہیں۔ کافر لوگ اس درخت کی تعظیم کے لیے اس پر کپڑے آویزاں کیا کرتے تھے۔

(۱۳۳) اسی سال غزوۂ حنین میں اوّلاً کافروں کو شکست ہوئی اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے اور بعض نے کثرت تعداد پر فخر کیا۔ قدرتِ خدا کہ کافروں نے لوٹ کر حملہ کیا اور مسلمانوں کو تیروں سے چھلنی کر دیا۔ اس طرح

کثرت پر نازاں ہونے کے سبب مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور سب لوگ مکہ کی طرف بھاگنے لگے۔ آنحضرتؐ کے ساتھ کل دس یا بارہ یا اسّی آدمی باقی رہ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار تھے۔ آپؐ اسے ایڑ لگا کر کافروں کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ یہ سفید رنگ کا خچر جس پر آپؐ اس وقت سوار تھے، آپؐ کو فروہ بن نفاثہ الجزامی نے ہدیہ کیا تھا اور یہ "فضہ" کے نام سے موسوم تھا۔ اور ایک قول کے مطابق آپؐ اس وقت "دلدل" پر سوار تھے۔ جو مقوقس شاہ اسکندریہ نے ہدیہ کی تھی صحیح پہلا قول ہے۔ ابو سفیانؓ بن حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ بہرحال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو آواز دی تو فوراً پلٹ آئے۔

(۱۲۴) اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ صادر ہوا کہ جب مسلمان پلٹ آئے تو آپؐ خچر سے نیچے اتر آئے اور زمین سے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر کفار کی طرف پھینکی اور فرمایا: ھُزِمُوْا وَرَبِّ الْکَعْبَةِ، ربِ کعبہ کی قسم ان کفار کو شکست ہوئی، نیز تین بار فرمایا: شَاھَتِ الْوُجُوْہُ ان کافروں کے چہرے بگڑ جائیں۔ حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ۔ ان کی مدد نہیں ہوگی۔ آپؐ کا کنکریوں کی مٹھی پھینکنا تھا کہ تمام کافروں کی آنکھیں اس سے بھر گئیں اور ان میں سے ہر شخص کو ایسا لگتا تھا کہ ہر درخت اور پتھر اور تمام چیزیں جو انہیں نظر آتی تھیں گویا شہ سوار کی صورت میں ان کا تعاقب کر رہی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی نصرت و مدد سے کافروں کو شکست دی۔ مسلمانوں کو نہ مقاتلہ و مقابلہ کرنا پڑا۔ نہ تیر اندازی اور نیزہ بازی کی ضرورت پیش آئی۔

(۱۲۵) اس موقع پر جب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تو آپؐ اپنے خچر کو کافروں کی جانب مہمیز کرتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہے تھے

تھے۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(میں واقعی نبی ہوں، جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں)

(۱۳۶) اسی سال غزوۂ حنین میں اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے نازل کیے، وہ سفید رنگ مردوں کی شکل میں تھے۔ ابلق گھوڑوں پر سوار، سر پر سرخ عمامے ان کے شملے کندھوں کے مابین لٹکے ہوئے تھے۔ یہ پانچہزار فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے نازل ہوئے تھے، حق تعالیٰ کے ارشاد: وَأَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (پس اتارے اللہ تعالیٰ نے ایسے لشکر جو تمہیں نظر نہیں آئے) میں انہی فرشتوں کے نزول کی جانب اشارہ ہے۔

(۱۳۷) اسی سال غزوۂ حنین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "جس نے کسی کافر کو قتل کیا۔ اس کافر کا سامان اسی کو ملے گا۔ بشرطیکہ اس کے پاس گواہی موجود ہو۔"

(۱۳۸) اسی سال غزوہ حنین میں حضرت ابوقتادہ نے ایک کافر کو قتل کیا۔ مگر اس مقتول کا سامان کسی اور صاحب نے لے لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سفارش کی کہ یا رسول اللہ! اس مقتول کا سامان ابوقتادہ کو دیا جائے کہ یہ انہی کا حق ہے، چنانچہ آپؐ نے ابوقتادہؓ کو وہ سامان دلوایا۔ یہ قصہ صحیحین اور دوسری کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔

(۱۳۹) غزوۂ حنین میں حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاری نے تنہا بیس کافر قتل کیے اور ان کا سامان اُتار لیا، آپؐ نے وہ ابوطلحہ کو عطا فرمایا۔

(۱۴۰) غزوہ حنین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے لوگ قیدی بنائے اور بہت سے مال مویشی وغیرہ مال غنیمت بنے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

---

[1] التوبہ: ۲۶

وسلم نے یہ مال غنیمت صحابہ کے درمیان تقسیم نہیں فرمایا بلکہ جعرانہ بھجوا دیا یہاں تک کہ غزوۂ طائف سے جعرانہ واپس آئے تو تقسیم کیا۔ غزوۂ حنین کے مال غنیمت اور قیدیوں کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

(۱۴۱) اسی سال غزوہ حنین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ۔ (التوبہ:۲۵)

بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن بھی جب کہ تم اپنی کثرت پر نازاں ہوئے تھے۔

(۱۴۲) اسی سال غزوۂ حنین میں ایک کافر عورت بھی مقتول پائی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے؟ حضرت خالد بن ولید کا نام لیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو پیغام بھیجا کہ کسی عورت، کسی بچے اور کسی ضعیف بوڑھے کو قتل نہ کیا جائے۔

غزوہ حنین میں چار صحابی شہید ہوئے۔

۱۔ ایمن ابن ام ایمن الحبشیؓ۔ ام ایمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں جنہوں نے آپؐ کی پرورش کی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ ایمن اور تھے جو انصاری صحابی تھے، ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ایمن بن عبید بن زید الخزرجی الانصاری ان دونوں اقوال میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ ام ایمن کا نکاح عبید انصاری سے ہوا تھا جس سے ایمن کی ولادت ہوئی عبید کے انتقال کے بعد ام ایمن کا نکاح زیدؓ بن حارثہؓ سے ہوا اور اس سے اسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے۔ اس لیے ایمن اسامہ کے ماں شریک بھائی ہیں۔ زرقانی نے شرح مواہب میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

۲۔ یزید بن زمعہ بن اسود ۳۔ سراقہ بن حارث انصاریؓ ۴۔ ابو عامر اشعری

(۱۴۴) نیز اسی سال غزوہ حنین میں ابو اللحم غفاری بھی شہید ہوئے۔ ان کا نام بعض نے عبداللہ بن حارثہ اور بعض نے کچھ اور بتایا ہے۔ یہ بہت پہلے سے اسلام اور صحابیت سے مشرف تھے، غزوہ خیبر اور مابعد کے غزوات میں شریک ہوئے غزوہ حنین میں یہ پانچویں شہید تھے۔

(۱۴۵) غزوہ حنین میں تین سو کافر مرے اور بقول بعض ستر۔ دونوں اقوال کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ ہزیمت سے قبل ستر مرے ہوں گے اور بعد میں تین سو۔ زرقانی نے شرح مواہب میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(۱۴۶) غزوہ حنین میں کافروں کی بہت سی عورتیں قید ہوئی تھیں جو مسلمانوں میں تقسیم کردی گئیں باوجودیکہ وہ اسلام لے آئی تھیں۔ مگر چونکہ ان کے کافر شوہر زندہ تھے اس لیے مسلمانوں کو ان سے مقاربت میں تردد تھا۔ اس پر قرآن کریم کی مندرجہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ (النسآء: ۲۴)

(اور شادی شدہ عورتیں بجز ان عورتوں کے جن کے تم مالک ہو (کہ اگرچہ ان کے کافر شوہر زندہ ہوں، اس کے باوجود وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔)

(۱۴۷) اسی سال غزوہ حنین میں صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے "عزل" کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔

لَا عَلَيْكُمْ اَنْ تَفْعَلُوْا۔ مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ۔

نہیں! تم کو لازم ہے کہ ایسا نہ کرو جو روح قیامت تک پیدا ہونے والی ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

سید جمال الدین نے روضۃ الاحباب میں اسی طرح ذکر کیا ہے کہ عزل کے بارے

یں سوال غزوہ حنین یں ہوا تھا اور پہلے گذر چکا ہے کہ یہی سوال غزوہ بنی المصطلق میں بھی ہوا، لہٰذا اس کو تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے گا۔

(۱۴۸) اسی سال غزوہ حنین کے ایام میں عائذ اللہ بن عمر ابو ادریس الخولانی کی ولادت ہوئی، جو شام کے عالم اور بہت بڑے تابعی ہیں اور رویت کے اعتبار سے ان کو صحابہؓ میں بھی شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کو رویت حاصل ہے۔ مگر روایت کے اعتبار سے ان کو تابعین میں شمار کیا گیا ہے۔

(۱۴۹) اسی سال غزوۂ طائف کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں آنحضرتؐ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو فرمایا "یہ ابو رغال کی قبر ہے (رغال بکسر رائے مہملہ وغین معجمہ، ولام)۔ یہ قبیلۂ ثقیف کا جدِ اعلیٰ اور ثمود میں سے تھا، اور اس کے ساتھ سونے کی سِل بھی دفن کی گئی تھی" صحابہؓ نے وہ جگہ کھودی تو اس سے سونے کی سِل برآمد ہوئی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ یہ سِل بیس رطل سے کچھ زیادہ تھی۔

(۱۵۰)"(۱۵۱) اسی سال غزوہ طائف کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اعلان کر دیا گیا کہ "جو غلام اہل طائف میں سے اُتر کر ہمارے پاس آ جائے وہ آزاد ہو گا"، یہ اعلان سن کر تین غلام اتر آئے، جو لوجہ اللہ آزاد کیے گئے، ان ہی غلاموں میں حضرت ابو بکرہ نُفَیع (بصیغۂ تصغیر) ابن مسروح بھی تھے، یہ حارث بن کلدہ کے غلام تھے۔ اس لیے نسبت ولاء کی بنا پر کبھی ان کو نفیع بن حارث بھی کہا جاتا ہے حضرت ابو بکرہ اور ان کے اِن تمام رفقاء نے اسلام قبول کیا۔

(۱۵۲) غزوہ طائف میں ثابت بن جذع الانصاری الخزرجی شہید ہوئے، یہ بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ الجذع کا نام ثعلبہ بن زید تھا۔

(۱۵۳) غزوۂ طائف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ

کے مشورے سے منجنیق نصب کی، اس سے قبل کسی غزوہ میں نصب نہیں کیا گیا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی منجنیق تھی۔ جس سے گولہ باری کی گئی۔

(۱۵۶) غزوہ طائف ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مخنّث نے، جس کا نام ہیت تھا عبد اللہ بن ابی امیہ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) سے کہا کہ کل اگر اللہ تعالیٰ نے طائف فتح کر دیا تو تجھے بادیہ بنت غیلان کی نشاندہی کروں گا۔ جو چار کے ساتھ آتی ہے اور آٹھ کے ساتھ جاتی ہے"۔ غیلان طائف کا رئیس تھا اور بادیہ اس کی لڑکی تھی جو بڑی حسین و جمیل تھی، چار اور آٹھ سے مراد پیٹ کی شکنیں ہیں اس کا مطلب یہ تھا کہ جب وہ سامنے آتی ہے تو فربہی کی بنا پر اس کے پیٹ میں چار بل پڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور ہر شکن کے سرے پر دو دو شکنیں بن جاتی ہیں اس لیے پشت کی جانب سے آٹھ نظر آتی ہیں۔ غیلان اپنے والد سے پہلے غزوۂ طائف کے دنوں میں اسلام لے آئی تھیں۔

بہر حال اس مخنّث کی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو مخنثوں کے مسلمان عورتوں کے پاس جانے کی ممانعت فرمادی اور حضرت ام سلمہ سے فرمایا: آج کے بعد یہ لوگ تمہارے پاس نہ آیا کریں"۔

(۱۵۷) اسی سال غزوہ طائف میں حضرت عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ المخزومی حضرت ام سلمہ ام المومنین کے بھائی شہید ہوئے، رضی اللہ عنہما۔ طائف کے قلعہ سے ایک تیر آکر ان کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ جس سے ان کی شہادت ہوئی، پہلے گذر چکا ہے کہ یہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے تھے۔ غزوۂ فتح، حنین اور طائف میں شریک ہوئے۔

(۱۵۸) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ دیر تک تنہائی میں گفتگو فرمائی۔ لوگوں نے کہا کہ آپؐ کی اپنے چچا زاد کے ساتھ

اتنی طویل سرگوشی عجیب سی بات ہے، اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے ازخود ان سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی تھی۔

(۱۵۹) اسی سال غزوۂ طائف میں حضرت ابوبکر صدیق کے صاحبزادے عبداللہ شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہما۔

(۱۶۰) اسی سال غزوۂ طائف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ لیا، اس میں ہاتھ منہ دھوئے اور کلی کی، پھر صحابہ سے فرمایا: اس پانی سے پیو۔ اور اپنے جسموں پر ڈالو اور بشارت قبول کرو۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے صحابہ کو آواز دی کہ کچھ اپنی ماں کے لیے بھی بچا رکھو۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے وہ پانی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی دیا اور انھوں نے اس سے برکت حاصل کی۔

(۱۶۱) اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ میں غزوۂ حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کیا اور "مؤلفۃ القلوب" کو دوسروں سے زیادہ عطا فرمایا تو ایک شخص جو "ذوالخویصرہ" کہلاتا تھا۔ اور اس کا نام حرقوص بن زہیر التیمی تھا، آیا اور کہا اے محمد عدل کیجئے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیرا ناس ہو جائے اگر میں عدل نہیں کروں گا۔ تو کون کرے گا؟" اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی اصل سے خوارج کی جماعت پیدا ہوگی، ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں سے ایک ایسا شخص ہوگا جس کے ایک بازو پر گوشت کا ٹکڑا عورت کے سرپستان کی مانند ابھرا ہوا ہوگا؟ جیسا کہ صحیحین اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے اور آنحضرتؐ کی یہ خبر معجزہ تھی، کیونکہ جیسا فرمایا تھا۔ ٹھیک وہی ہوا۔

(۱۶۲) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپسی پر جعرانہ پہنچے تو ابومحذورہ الجمحی اسلام لائے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مکہ کی اذان پر مامور تھے، ان کا نام سلمہ بن مِعْیَر تھا۔ (بکسر میم وسکون عین مہملہ، پھر بائے

تحتانی پھر را، بعض نے ان کا نام سمرہ بتایا ہے، ان کے اسلام لانے کا قصہ یہ ہے
کہ یہ قبل از اسلام مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم فرمایا۔ وہ اذان کہنے لگے تو ابو محذورہ اور ان
کے رفقائے نے استہزار کے طور پر اذان کی نقل اتارنا شروع کی۔ ابو محذورہ کی آواز
بڑی اچھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اذان سنی تو ان کو طلب فرمایا:
ابو محذورہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کھڑا کیا گیا تو انہیں اندیشہ تھا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسزائے کفر اُن کے قتل کا حکم فرمائیں گے۔ مگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت سے ان کے سر اور سینے پر ہاتھ پھیرا۔ اس کی
برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کا قلب ایمان ویقین کے نور سے بھر دیا اور وہ فوراً
مسلمان ہوگئے آنحضرتؐ نے ان کو اذان سکھائی اور اہل مکہ کا مؤذن مقرر کر دیا۔
اس وقت ان کی عمر سولہ برس تھی مدۃ العمر یہی مکہ کے مؤذن رہے اور ان کے بعد مکہ
کی اذان ان کی اولاد میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی رہی۔

(۱۶۲) اسی سال غزوہ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم سے فراغت ہوئی تو انصار
کے چند نوجوانوں نے شکایت کی کہ قتال وجہاد ہم نے کیا، شمشیر زنی کے جوہر ہم نے
دکھائے اور مال دوسروں کو ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو انصار
کو جمع کر کے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو اونٹ اور بھیڑ بکریاں
لے کر اپنے گھر لوٹیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جاؤ۔ انصار نے عرض
کیا کہ ہم بدل وجان راضی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ لَوْسَلَكَ	انصار اندر کا کپڑا ہیں (جو جسم سے ملا رہتا ہے)
النَّاسُ شِعْبًا وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ	اور دوسرے لوگ ابرہ (باہر کا کپڑا) ہیں۔
اَنَا شِعْبَ الْاَنْصَارِ وَسَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَۃً فَاصْبِرُوْا	اگر اور لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار

حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ۔

دوسری گھاٹی میں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔ میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ پس صبر کیجیو، تاآنکہ مجھ سے حوض پر آملو۔

(۱۶۴) اسی سال غزوۂ طائف سے فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور ۵، ذیلقعدہ ۸ھ کو خمیس کی رات جعرانہ میں داخل ہوئے۔ چند راتیں وہاں قیام فرمایا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ اور وہاں پر حنین کا مال غنیمت تقسیم فرمایا، جیسا کہ ابھی گزرا۔

(۱۶۵) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ میں چودہ دن قیام فرمایا تاآنکہ تقسیم غنیمت کے بعد ہوازن (جن سے غزوۂ حنین میں مقابلہ ہوا تھا) تائب ہو کر آئے، اسلام قبول کیا اور درخواست کی کہ ان کے اموال و غنائم انہیں واپس کر دیئے جائیں ان غنائم کی تفصیل مندرجہ ذیل تھی۔

چھ ہزار عورتیں اور بچے جو غلام بنائے گئے۔ چوبیس ہزار اونٹ، چار ہزار اوقیہ چاندی، چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں اور بقول بعض، بھیڑ بکریوں کا تو شمار ہی نہ تھا۔ تقسیم کے بعد فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں پیادہ کے حصہ میں آئیں اور بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں شہسوار کو ملیں۔ مولفۃ القلوب میں سے بہت سے لوگوں کو سو اونٹ اور بہت سے لوگوں کو پچاس پچاس اونٹ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائے وہ بخشش بریں تھے۔

(۱۶۶) اسی سال جعرانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ ان کے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ اور ان کی صاحبزادی شیماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن، آپؐ کی خدمت میں بنو ہوازن کی سفارش کے لیے آئیں کہ

ان کے مال انہیں واپس کر دیئے جائیں۔

(۱۶۷) اسی موقعہ پر زہیر بن صرد الجشمی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو ہوازن کے اموال کی واپسی کی سفارش کے لیے حاضر ہوئے اور اپنا معروف قصیدہ سنایا جس کا مطلع یہ تھا:

"اَمِین عَلَیْنَا رَسُولُ اللّٰہِ فِی کَرَم"

(۱۶۸) بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہوازن سے فرمایا کہ میں نے تمہارے انتظار میں کئی دن تک تقسیم میں تاخیر کی۔ مگر تم لوگ نہیں آئے۔ اگر تم لوگ پہلے آگئے ہوتے تو معاملہ بہت آسان تھا۔ مگر اب سارا مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہے تاہم دو چیزوں میں سے ایک چیز جو تم پسند کرو، تمہیں واپس دلائی جا سکتی ہے یا عورتیں اور بچے یا مال مویشی جب انہیں یقین ہو گیا کہ دونوں چیزیں واپس نہیں مل سکتیں تو انہوں نے قیدی عورتوں اور بچوں کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے فرمایا:

"بنو مطلب کے حصہ کے قیدی تو ابھی آزاد کرتا ہوں اور باقی قیدیوں کے لیے میں مسلمانوں سے تمہاری سفارش کروں گا"۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کی خاطر تمام قیدی بخوشی واپس کر دیے۔ کل قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی۔

(۱۶۹) اسی سال جعرانہ کے دوران قیام ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کا احرام بندھا ہوا تھا۔ مگر جسم خوشبو سے لت پت تھا اور جبہ بھی پہن رکھا تھا۔ اس نے عمرہ کا حکم دریافت کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبہ اتار ڈالو، خوشبو کو تین مرتبہ دھو ڈالو، پھر عمرہ میں وہی کچھ کرو جو حج میں کیا کرتے ہو"۔

(۱۷۰) اسی سال جعرانہ کے دوران قیام یعلی بن اُمیہ صحابیؓ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سے درخواست کی تھی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر "نزول وحی" کی کیفیت کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں، جب یہ کیفیت دیکھو تو مجھے بھی دکھاؤ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہوا تو حضرت عمرؓ نے حضرت یعلیؓ سے کہا آؤ تمہیں نزول وحی کا مشاہدہ کراؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کپڑا ڈالا ہوا تھا حضرت عمرؓ نے کپڑا اٹھا کر حضرت یعلیؓ کو اس کے اندر داخل کر دیا حضرت یعلیؓ نے نزول وحی کی کیفیت یہ دیکھی کہ ثقل وحی کی وجہ سے چہرہ انور متغیر ہے اور بدن سے پسینہ چھوٹ رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد یہ کیفیت زائل ہو گئی۔

(۱۷۱) اسی سال جعرانہ میں قیام کے دوران "اوطاس" کے امیر عوف بن مالک النصری اسلام لائے، سریۂ اوطاس کے موقعہ پر بھاگ کر طائف میں قلعہ بند ہو گئے تھے۔ فتح طائف کے بعد حاضر خدمت ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کے اہل و مال ان کو واپس کر دیئے، بلکہ سو اُونٹ کا عطیہ بھی عنایت فرمایا اور انہیں ان کی قوم پر حاکم مقرر کر دیا۔

(۱۷۲) اسی سال غابہ کے جھاؤ کی لکڑی سے منبر نبوی تیار کیا گیا، جس کے تین درجے تھے۔ قبل ازیں آپؐ کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے اور بقول بعض یہ ۷ھ کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

(۱۷۳) اسی سال کا واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف بنوانے کا ارادہ فرمایا تو بنو نجار کی ایک خاتون سے فرمایا کہ میرے لیے اپنے غلام سے منبر تیار کراؤ۔ چنانچہ اس عورت نے غلام کو حکم دیا اور اس نے غابہ کے جھاؤ کی لکڑی سے منبر بنایا۔ اس عورت کا نام بعض نے فکیہہ بنت عبید بن دلیم بتایا ہے بعض نے علاثہ (بضم علین مہملہ، وثائے مثلثہ) اور بعض نے کچھ اور۔ غلام کے نام میں

بھی اختلاف ہے صحیح تر یہ ہے کہ اس کا نام میمون تھا۔ بعض نے یاقوم اور بعض نے کچھ اور بتایا ہے۔

(۱۷۴) اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے تنے سے ٹیک لگانے کے بجائے منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق سے وہ تنا اس طرح رونے لگا جیسے اونٹنی اپنے بچے کی گمشدگی پر روتی ہے۔ مسجد میں اس کی آہ و بکا کی آواز بلند ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور اسے بغل میں لے کر خاموش کرایا۔ تب اس کے رونے کی ایسی آواز آنے لگی جیسے روتے ہوئے بچے کو چپ کرایا جائے تو ہچکیاں بھرتا ہے، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ہی عظیم معجزہ تھا۔

(۱۷۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے جعرانہ واپس تشریف لائے تو سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی اسلام لائے۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان موضع قدید میں رہائش پذیر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عداوت کا واقعہ سنہ ۱ھ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

(۱۷۶) جعرانہ کے قیام کے دوران عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی اسلام لائے اور آپؐ سے اپنی قوم میں واپس جانے کی اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ یہ اپنی قوم میں واپس گئے، ان کو اسلام کی دعوت دی مگر قوم نے نہ صرف ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا بلکہ انہیں شہید کر ڈالا اور صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود کی حاضری کا جو واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے اس وقت یہ مسلمان نہیں تھے بلکہ سنہ ۸ھ میں اسلام لائے جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا۔

(۱۷۷) جعرانہ سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بحرین منذر بن ساوی کے نام دعوتِ اسلام کا گرامی نامہ تحریر فرمایا اور علاء بن حضرمیؓ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔

انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ کرامت موصول ہوا تو اسلام قبول کیا اور آپ کے گرامی نامہ کا جواب تحریر کیا۔

(۱۷۸) اسی سال آفتاب کو گہن لگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھی، یہاں تک کہ آفتاب روشن ہوگیا، روضۃ الاحباب میں اسی طرح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کسوف آفتاب کا واقعہ ۶ھ کا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور ۱۰ھ میں بھی کسوف ہوا، جیسا کہ آگے آئے گا۔ [۱]

(۱۷۹) اسی سال ذی القعدہ کی اٹھارویں رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ کیا۔ رات کو مکہ گئے، طواف اور سعی کر کے عمرہ کیا۔ حلق کرایا اور راتوں رات واپس جعرانہ تشریف لے آئے۔

(۱۸۰) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ سے مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔ اور مکہ پر عتاب بن اسید کو حاکم مقرر فرمایا، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ جعرانہ سے واپسی ۱۹، ذیقعدہ ۸ھ کو بروز خمیس ہوئی اور جمعہ ۲۷، ذیقعدہ کو مدینہ طیبہ پہنچے۔ فتح مکہ، غزوۂ طائف کے لیے مدینہ سے روانگی سے لے کر واپسی تک کی کل مدت دو مہینے سولہ دن تھی، کیونکہ مدینہ سے روانگی ۱۰، رمضان ۸ھ کو ہوئی تھی، جیسا کہ غزوات کے باب میں گزر چکا ہے۔

(۱۸۱) اسی سال حضرت عمروؓ بن عاص کا جو سریّہ ذات السلاسل بھیجا گیا تھا اس میں یہ واقعہ پیش آیا کہ عمروؓ بن عاص کو رات کے وقت جنابت لاحق ہوئی، رات نہایت ٹھنڈی تھی، اس لیے اپنے اجتہاد سے تیمم کر کے فجر کی نماز پڑھی، مدینہ واپس آئے

---

[۱] محققین کی رائے ہے کہ عہد نبوی میں کسوف کا واقعہ دو یا تین بار نہیں، بلکہ صرف ایک بار ہوا۔ مترجم

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ ہوا، آپ نے عمروؓ بن عاص سے دریافت فرمایا کہ تم نے یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا کہ اگر سردی جان لیوا ہو تو غسل کے بجائے تیمّم کرلیا جائے؟ عرض کیا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ (النساء: ۲۹)

اپنے آپکو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا رحیم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سن کر مسکرائے اور خاموش رہے۔

(۱۸۲) اسی سال فتح مکہ سے قبل سعید بن حریث بن عمرو القرشی المخزومی اسلام لائے یہ عمرو بن حریث کے بڑے بھائی تھے، بعد ازاں فتح مکہ میں شریک ہوئے۔

(۱۸۳) اسی سال فتح مکہ سے قبل نوفل بن معاویہ بن عمرو الدیلمی الکنانی اسلام لائے اور فتح مکہ میں شریک ہوئے، یہ جہاد میں ان کی حاضری کا پہلا موقع تھا۔

فصل ۹ھ کے واقعات

(۱) اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یکم محرم کو مختلف قبائل سے زکوٰۃ وصول کرکے مدینہ طیبہ لانے کے لیے مندرجہ ذیل حضرات مقرر کیے۔

الف، عیینہ بن حصن الفزاری، بنی تمیم کے علاقے میں

ب ، بریدہ بن حصیب اسلمی۔ یا کعب بن مالک انصاری، بنو غفار اور بنو اسلم کے علاقے میں۔

ج ، عباد بن بشر۔ بنو سلیم اور مزینہ کے علاقے میں۔

د ، رافع بن مکیث۔ جہنیہ کے علاقے میں۔

ہ ، عمرو بن العاص۔ بنو فزارہ کے علاقے میں۔

و ، ضحاک بن سفیان الکلابی ، ان کی قوم بنو کلاب کے علاقے ہیں۔
ز ، بُسر بن سفیان الکعبی ، بنو کعب کے علاقے ہیں۔ یہ خزاعہ کی ایک شاخ ہے
س ، عبداللہ بن لُتبیہ ۔ بنو ذبیان (ذال کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ) کے علاقے میں یہ قبیلہ ازد کی شاخ تھی۔

(۱) اسی سال جب آپؐ کی خدمت میں بنو تمیم کا وفد آیا اور انہوں نے حجروں کے باہر سے آپؐ کو آواز دے کر پکارا تو مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ الخ (الحجرات: ۴)
(بے شک جو لوگ آپؐ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے)

(۲) اسی سال جب بنو تمیم کا وفد حاضر خدمت ہوا تو اس سوال پر کہ ان کا امیر کس کو مقرر کیا جائے؟ شیخین کے مابین اختلاف ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی درخواست تھی کہ قعقاع بن معبد کو امیر بنایا جائے۔ اور حضرت عمرؓ نے درخواست کی کہ اقرع بن حابس کو امیر بنایئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم صرف میری مخالفت کرنا چاہتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا اور تم نے میری مخالفت کرنا چاہی دونوں کی آوازیں اس بحث و تکرار میں بلند ہو گئیں تو اس پر مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ (الحجرات: ۱)	اے ایمان والو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آگے پیش قدمی مت کیا کرو الخ

بعد ازاں یہ حضرات نہایت دھیمی آواز سے بات کرتے تھے جس پر یہ آیت نازل ہوئی

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ	بے شک جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ	وسلم کے پاس اپنی آواز پست رکھتے ہیں۔
اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی (الآیہ)	اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے
(الحجرات: ۳)	لیے منتخب کرلیا ہے۔ الخ

(۴) اسی سال رجب میں نجاشی شاہ حبشہ کا انتقال ہو۔ ان کا نام "اصحمہ" تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور اس میں چار تکبیریں کہیں اور فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو۔

(۵) اسی سال عبدالقیس کا وفد بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر شرف باسلام ہوا اور احکام اسلام دریافت کیے آپ نے فرمایا: میں تم کو چار باتوں کا حکم کرتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔ تم کو ایمان، نماز، زکوٰۃ اور روزہ کا حکم کرتا ہوں اور کدو روغنی گھڑیا، کھجور کے تنے کے برتن اور تارکول کے برتن کے استعمال سے منع کرتا ہوں"۔ جیساکہ صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں شرح و تفصیل سے مذکور ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وفد عبدالقیس کی آمد ۵ھ میں ہوئی۔ جیساکہ ۵ھ کے واقعات میں گزر چکا ہے، لیکن علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں تصریح کی ہے کہ "ان کی آمد دو مرتبہ ہوئی۔ اوّل ۵ھ میں اور دوم ۹ھ میں، پہلی آمد میں تیرہ یا چودہ حضرات تھے اور دوسری مرتبہ کی آمد میں چالیس افراد تھے"۔ دو مرتبہ آمد کا قول ہی حق اور لائق قبول ہے، جس سے عدول صحیح نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ وفد عبدالقیس کی آمد ۱۰ھ میں ہوئی تھی، جیساکہ ۱۰ھ کے ذیل میں آئے گا۔

(۶) اس سال وفود کی لگاتار آمد ہوئی اس لیے اس سال کا نام "وفود کا سال" رکھا گیا۔ وفود کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ طائف سے لوٹ کر جعرانہ تشریف لائے اور طائف سے واپسی شوال ۸ھ کے اواخر میں ہوئی تھی اور ۵، ذیقعدہ کو آپؐ جعرانہ تشریف لائے تھے۔ حافظ

مغلطائی نے اپنی سیرت میں ان تمام وفود کو شمار کیا ہے جو آپؐ کی جعرانہ واپسی سے لے کر یوم وصال تک دربار نبوّت میں حاضر ہوئے اور جن کی تعداد ساٹھ سے زائد ہے۔ علامہ شامی نے اپنی سیرت میں ان وفود کو ذکر کیا تو سو سے زیادہ شمار کیے ہیں۔ اس رسالہ میں ان وفود کا بہت ہی کم حصہ ذکر کروں گا۔

(۷) اسی سال صفر میں بنو عُذرہ (عین مہملہ مضمومہ اور ذال معجمہ ساکنہ کے ساتھ) کا وفد حاضر ہوا، یہ قبیلہ، قضاعہ کی شاخ تھا، جو یمن میں بود و باش رکھتا تھا۔ یہ بارہ رکنی وفد تھا۔ جس میں حضرت جمرہ بن نعمان العذری الصحابی رضی اللہ عنہٗ بھی شامل تھے۔ یہ وفد دولت اسلام سے مالامال ہو کر واپس لوٹا۔

(۸) اسی سال بنو تمیم کا وفد حاضر ہوا۔ جس میں قعقاعؓ بن معبد تمیمی، اقرعؓ بن حابس تمیمی، زبرقان بن بدر تمیمی، عطاردؓ بن حاجب بن زراہ التیمی، قیسؓ بن عاصم التمیمی المنقری اور عمرؓ بن اہتم تیمی شامل تھے۔ بنو تمیم کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے پکارنے لگے۔ جس پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی اور آئندہ وہ اس سے باز رہے۔ یہ سب لوگ شرف اسلام سے سرفراز ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کے مال اور قیدی واپس کر دیئے بلکہ ان کے لیے تحائف کا حکم فرمایا، جیسا کہ آپؐ وفود کو تحائف دیا کرتے تھے۔

(۹) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو بنو مرّہ کا وفد حاضر بارگاہ ہوا۔ یہ تیرہ افراد تھے اور حارث بن عوف ان کے رئیس تھے۔ یہ سب حضرات اسلام کی دولت لے کر گھروں کو لوٹے۔

(۱۰) اسی سال غزوۂ تبوک سے واپسی پر بنو فزارہ کا وفد، جو دس سے زائد افراد پر مشتمل تھا، باقرار اسلام حاضر ہوا۔ ان میں عیینہ بن حصن الفزاری کے بھائی خارجہ بن حصن الفزاری اور ان کے بھتیجے حرؓ بن عیینہ بن حصن الفزاری اپنی قوم کے وفد کی آ سے

قبل ہی اسلام لا چکے تھے۔ فتح مکہ سے قبل یا بعد؟ اس میں دو قول ہیں۔

(۱۱) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو فزارہ نے خشک سالی اور قحط کی شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور بارش ہونے لگی تا آنکہ ایک ہفتہ لگاتار بارش ہوتی رہی۔ یہ شکایت خارجہ بن محصن نے کی تھی اور صحیح بخاری میں حضرت انس رض کی روایت میں، جس اعرابی کا ذکر ہے اس سے یہی مراد ہیں۔ یہ شکایت خطبہ کی حالت میں کی گئی تھی اس قصہ کی تفصیل عنقریب اسی فصل میں آئے گی۔

(۱۲) اسی سال وفدِ تجیب بغرض اظہار اسلام حاضر ہوا یہ تیرہ حضرات تھے جو اپنے مال کے صدقات بھی لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش آمدید کہا ان کا اکرام کیا اور ان کے لیے تحائف اور ضیافتوں کا حکم فرمایا۔

(۱۳) اسی سال بنو اسد بن خزیمہ کا وفد حاضر ہو کر اسلام لایا۔ ان میں وابصہ بن معبد اور طلیحہ بن خویلد بھی شامل تھے ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور امتنان کہا کہ ہم خشک سالی میں شب تاریک کا لباس پہنے آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں جب کہ آپ کو ہم پر کوئی لشکر نہیں بھیجنا پڑا۔ اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ	آپ پر احسان دھرتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے آپ کہیے مجھ پر احسان نہ رکھو

(الحجرات : ۱۷)

بعد ازاں یہ سب لوگ اسلام پر قائم رہے : بجز طلیحہ بن خویلد کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گیا اور نبوت کا مدعی ہوا حضرت ابوبکر صدیق رض نے

اپنے دورِ خلافت میں حضرت خالدؓ کو اس کی سرکوبی کے لیے لشکر دے کر بھیجا جنگ ہوئی تو یہ بھاگ کر شام چلا گیا۔ بعدازاں یہ صحیح طور پر اسلام لایا اور اس کے بعد اس سے کوئی بات خلافِ اسلام سرزد نہیں ہوئی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ حاضر ہوا۔

(۱۴) اسی سال بنو کلاب کا وفد حاضر ہوا، جس میں لبید بن ربیعہ ابوعقیل العامری بھی شریک تھے، جو مشہور شاعر ہیں۔ انہی کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی شاعر کی سب سے سچی بات لبید کا یہ مصرعہ ہے:

"اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَاخَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ"

(سنو! اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے)، ان کی قوم کے جو لوگ ان کے ساتھ آئے تھے وہ بھی اسلام سے مشرف ہوئے۔

(۱۵) اسی سال ربیع الاوّل میں قضاعہ کی ایک شاخ بنو بلیٰ کا وفد حاضر ہوا یہ لوگ رویفع بن ثابت البلوی کے یہاں ٹھہرے اور اسلام سے مشرف ہو کر وطن کو لوٹے۔

(۱۶) اسی سال نصف رجب میں بنو نخع کا پہلا وفد حاضر ہوا۔ یہ صرف دو حضرات تھے۔ ارطاۃ بن شراحیل اور جہیش جن کا نام ارقم تھا دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کی جانب سے بھی بیعت کی۔ ان کے دوسرے وفد کا ذکر ۱۱ھ میں آئے گا، انشاء اللہ۔

(۱۷) اسی سال داریین کا وفد حاضر ہوا، جس میں تمیم بن اوس الداری بھی شامل تھے۔ جو نصرانی تھے۔ یہ سب اسلام قبول کر کے واپس ہوئے ان کی آمد غزوۂ تبوک سے واپسی پر ہوئی تھی۔ تمیم داری کا دوبارہ ذکر اسی فصل میں آئے گا۔ انشاء اللہ

(۱۸) اسی سال عروہ بن مسعود ثقفی، جو رؤسائے ثقیف میں سے تھے، حاضر ہو کر

مشرف باسلام ہوئے، ان کی آمد ان کی قوم کی آمد سے، جس کا ذکر آگے آتا ہے، پہلے ہوئی تھی۔

(۱۹) اسی سال رمضان یا شعبان میں وفد ثقیف حاضر ہوا جس میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے۔ عثمانؓ بن ابی العاص الثقفی، عبدیالیل بن عمرو بن عمیر الثقفی، اوسؓ بن ابی اوس الثقفی۔ ان کے والد ابو اوس کا نام حذیفہ ہے اور ان کو اوس بن عوف بھی کہا جاتا ہے، حافظ "تقریب" میں کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ ایک اوس بن اوس اور ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔" نمیرؓ بن خرشہ، حکمؓ بن عمرو بن شرجیل بن غیلان بن سلمہ اور اوسؓ بن اوس الثقفی یہ سب اسلام لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابی العاص کو، جو ان سب سے کمسن تھے۔ طائف کا امیر مقرر کیا۔

(۲۰) اسی سال وفد بہراء حاضر ہوا۔ یہ قضاعہ کی ایک شاخ تھی جو یمن میں سکونت پذیر تھے۔ یہ تیرہ رکنی وفد تھا، حضرت مقداد بن عمرو کے مہمان بنے اسلام لائے، فرائض کی تعلیم حاصل کی اور چند روز مدینہ ٹھہر کر اپنے وطن کو واپس لوٹے۔

(۲۱) اسی سال وفد بنو البکار حاضر ہوا۔

(۲۲) اسی سال وفد بنو طئی حاضر ہوا۔ اس میں اس قبیلے کے رئیس زید الخیل بن مہلہل الطائی بھی شامل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اس پر سب نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کا نام زید الخیر رکھا۔

(۲۳) اسی سال یمن سے وفد حمیر حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: "تمہارے پاس اہل یمن آتے ہیں۔ جو بڑے رقیق القلب اور نرم دل ہیں، ایمان یمنی ہے اور حکمت یمنی ہے۔ سکون و وقار بکریوں والوں میں ہوتا ہے۔ اور فخر و تکبر اونٹوں کے ان ساربانوں میں جو مشرق کی جانب رہتے ہیں۔"

(۲۴) اسی سال بنو سعد ھذیم کا وفد حاضر ہوا۔ یہ قضاعہ کی شاخ تھی اور بعض کے نزدیک ان کا تعلق یمن سے تھا۔ یہ مدینہ طیبہ آئے تو مسجد نبوی کے ایک گوشے میں فروکش ہوئے اسلام اور بیعت سے مشرف ہوکر وطن کو لوٹے۔

(۲۵) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ایلار کیا اور قسم کھائی کہ ایک ماہ تک تمہارے قریب نہیں جاؤں گا۔

(۲۶) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے جس کی وجہ سے دائیں پہلو اور پنڈلی پر خراش اور چوٹ آئی، اس لیے بالاخانہ میں قیام فرمایا، نماز کے لیے مسجد میں تشریف نہیں لا سکتے تھے۔ نماز بھی اس بالاخانہ میں بیٹھ کر ادا ہوتی، صحابہ کرامؓ عیادت کے لیے حاضر ہوتے تو آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے، اس پر آپؐ نے فرمایا: "امام اسی واسطے تو مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے، پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جب رکوع کرے تب رکوع کرو، جب رکوع سے سر اٹھائے تب سر اٹھاؤ، اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو سب بیٹھ کر نماز پڑھو[۱]۔ الخ

یہ دونوں واقعے، یعنی واقعہ ایلار اور آپؐ کے زخمی ہونے کا واقعہ ایک ہی وقت میں پیش آئے تھے، ان کے سن کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۹ھ بتایا ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، لیعمری نے "حوادث" میں اور قسطلانی نے "مواہب" کی بحث مغازی وسرایا میں اور دیگر بعض حضرات نے بھی اس پر جزم کیا ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ دونوں واقعے ۵ھ کے ہیں اور حافظ ابن حجر اور قسطلانی

---

[۱] یہ حدیث عام علمار کے نزدیک نماز نفل پر محمول ہے یا منسوخ ہے کیونکہ آخری عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی تھی اور صحابہ کرامؓ نے کھڑے ہو کر اقتدار کی تھی۔ (مترجم)

(۵۶) اسی سال غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والے منافقوں میں دو بھائی جلاس بن سوید اور حارث بن سوید بھی تھے، یہ دونوں قبیلۂ اوس کے فرد تھے، جلاس بولا "اگر یہ شخص سچا ہے تو ہم گدھوں سے بدتر ہیں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی، آپؐ نے اُسے بلا کر دریافت کیا تو صاف مُکر گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا ط وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ (التوبہ: ۷۴)	وہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے فلانی بات نہیں کہی، حالانکہ انہوں نے کفر کی بات کہی تھی، اور وہ (اس کلمۂ کفر سے اپنے ظاہری) اسلام کے بعد (کھل کر) کافر ہو گئے۔

جس سے اس کا کفر و نفاق واضح ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر توبہ پیش کی۔ تو ارشادِ خداوندی نازل ہوا:

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ (آل عمران: ۸۶)	اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہو گئے بعد اپنے ایمان لانے کے الخ۔

(۵۷) اسی سال غزوۂ تبوک کی تیاری کے موقع پر حضرت واثلہ بن اسقع اللیثی الکنانی اسلام لائے ان کا شمار اہلِ صُفّہ میں تھا۔

(۵۸) اسی سال غزوۂ تبوک کی تیاری کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "روم پر جہاد کرو، رومیوں کی لڑکیاں تمہاری لونڈیاں ہوں گی۔" اس پر جدّ بن قیس بن صخر الانصاری السلمی، جو بنو سلمہ کا رئیس تھا اور اس میں نفاق کا کچھ شائبہ تھا، بولا: "میں جب عورتوں کو دیکھتا ہوں تو صبر نہیں کر سکتا۔ فتنہ میں

مبتلا ہوں جاتا ہوں، لہٰذا مجھے جہاد میں شرکت کی زحمت تو نہ دیجیئے، ہاں آپ کی مالی امداد کردوں گا۔"

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ (التوبہ: ۴۹)	اور ان منافقین میں سے بعضا شخص وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھکو اجازت دیدیجیئے اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالیے۔

انہی صاحب کا قصہ ہے کہ حدیبیہ میں جب تمام صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے 'بیعت رضوان' کی تو یہ نفاق کی بنا پر اس بیعت سے محروم رہا اور اپنے اونٹ کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

(۵۹) اسی سال غزوۂ تبوک میں وہ تمام صحابہؓ جو جہاد پر قادر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے، البتہ تین حضرات نہیں گئے، کعبؓ بن مالک السلمی (بفتح سین ولام) جو مشہور شاعر تھے، ہلالؓ بن اُمیہ الواقفی۔ اور مرارہ بن ربیع العمری (بفتح عین مہملہ وسکون میم)، اللہ تعالیٰ نے انہی حضرات کا تذکرہ مندرجہ ذیل ارشاد میں فرمایا ہے:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (التوبہ: ۱۱۸)

بعدازاں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کا پچاس روز مقاطعہ کیا گیا اور، ان پر افسوس اور غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، کیونکہ ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صدق گفتاری اختیار کی تھی۔ اور منافقوں کی طرح جھوٹے بہانے نہیں تراشے تھے۔

(۶۰) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے محرومی ناگوار ہوئی اور عرض پیرا ہوئے کہ "یا رسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں"۔ آپ نے ارشاد فرمایا "علی! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارون (علیہ السلام) کو موسیٰ (علیہ السلام) سے تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی[1] نہیں۔" یہ حدیث امام بخاری و مسلم نے سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت کی ہے۔

زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ: "راجح وہی ہے جو صحیحین، نسائی اور ابن ماجہ میں بروایت سعد بن ابی وقاص مذکور ہے کہ اس موقع پر آپ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا، حافظ عراقی نے اسی پر جزم کیا ہے اور حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن دحیہ نے اس کو راجح کہا ہے اور مصنف یعنی قسطلانی نے شرح بخاری میں اسی

---

[1] مطلب یہ کہ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو ان کی غیر حاضری میں حضرت ہارون علیہ السلام قوم میں ان کے نائب اور خلیفہ تھے اسی طرح سفر تبوک کی غیر حاضری میں تم مدینہ میں میرے نائب اور خلیفہ ہو گے مگر حضرت ہارون علیہ السلام اس موقع پر دو حیثیتوں کے حامل تھے کہ وہ ایک اولوالعزم نبی کے خلیفہ اور نائب بھی تھے اور خود نبی بھی۔ اور تمہیں خلافت نبوت کی حیثیت تو حاصل ہو گی مگر نبوت کی نہیں، کیونکہ میری آمد پر نبوت کا دروازہ بند ہو چکا، میرے بعد کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا، نہ تشریعی نہ غیر تشریعی، نہ مستقل، نہ غیر مستقل، نہ اُمتی، نہ غیر اُمتی، نہ کلی نہ جزوی، نہ اصلی نہ ظلی نہ بروزی، ورنہ اگر نبوت کا دروازہ کھلا ہوتا تو بعید نہ تھا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کیلئے نبوت مانگی، میں تمہارے لیے مانگ لیتا، تاکہ ہارون علیہ السلام سے تمہاری مشابہت ہمہ پہلو مکمل ہو جاتی۔ واللہ اعلم (مترجم)

کو قطعی قرار دیا ہے۔ لیکن بعض نے محمدؓ بن مسلمہ کا بعض نے ابن اُمِ مکتوم کا اور بعض نے سباعؓ بن عرفطہ کا نام ذکر کیا ہے، یہ تینوں قول واقدی نے ذکر کیے ہیں، مگر تم جان چکے ہو کہ راجح قول یہی ہے کہ حضرت علیؓ کو جان نشین بنایا گیا، کیونکہ یہ صحیح حدیث میں مروی ہے اور جہابذۂ حُفّاظ نے اس کو ترجیح دی ہے۔"

(۶۱) اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے جانے کے موقع پر عبداللہ بن اُبی ابن سلول اپنے رفقا سمیت تخلف رہا۔ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ۔

(۶۲) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک کے لیے نکلنے کے موقع پر یہ معجزہ ہوا کہ ودیعہ بن ثابت نے منافقوں کے ایک ٹولے کے ساتھ (خفیہ) اجتماع کیا، اور ان کی آپس میں گفتگو ہوئی تو ان لوگوں نے بطور استہزار کہا: "ذرا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھو۔ یہ حضرت، روم اور شام کے قلعے اور محلات فتح کرنے چلے ہیں، یہ کبھی نہ ہوگا ہرگز نہ ہوگا۔" اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حرکت پر مطلع کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمّار بن یاسرؓ کو ان کے پاس بھیجا۔ اور فرمایا: "ان سے دریافت کرو کہ تم کیا گفتگو کر رہے تھے، اگر وہ انکار کریں تو انہیں بتاؤ کہ تم نے یہ یہ باتیں کہی ہیں"۔ حضرت عمّار نے ان سے پوچھا تو صاف مکر گئے، جب انہیں بتایا گیا کہ تم نے یہ یہ باتیں کہی ہیں تو معذرت کے لہجے میں بولے، جی، ہم بس یونہی ہنسی مزاح کر رہے تھے — اس پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ	اور اگر آپ ان سے پوچھئے تو کہدیں گے
اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ	کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے
قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ	تھے، آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ کیا اللہ
كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا	تعالیٰ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے
تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ	ساتھ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ تم ہنسی

بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ۔ (التوبۃ، ۶۵-۶۶) | کرتے تھے؟ بس اب بہانے نہ بناؤ تم نے اپنے آپ کو مومن کہہ کر کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانوی بتصرف یسیر)

(۶۳) اسی سال غزوہ تبوک کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے موقع پر منافقوں نے آپس میں کہا اور کچھ مسلمانوں کو بھی تلقین کی کہ آج کل موسم بڑا گرم ہے، ایسی گرمی میں جہاد کے لیے مت نکلو۔ اس پر ذیل کی آیت نازل ہوئی:

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا۔ (الآیۃ، التوبۃ: ۸۱) | اور کہنے لگے کہ تم اس گرمی میں مت نکلو آپ کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ (اس سے بھی) زیادہ گرم ہے۔

(۶۴) اسی سال کچھ دیہاتیوں نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عذر معذرت کی کہ انہیں شرکت جہاد سے معاف رکھا جائے، مگر بیاسی منافقوں نے، جن کا ذکر اوپر آچکا ہے اتنی زحمت بھی گوارا نہیں کی بلکہ بغیر معذرت و اجازت طلبی کے بیٹھ رہے، اس پر آیت ذیل نازل ہوئی:

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (الآیۃ، التوبۃ: ۹۰) | اور کچھ بہانہ باز لوگ دیہاتیوں میں سے آئے تاکہ ان کو (گھر رہنے کی) اجازت مل جائے اور جنہوں نے خدا سے اور اس کے رسولؐ سے (دعوائے ایمان میں بالکل ہی) جھوٹ بولا تھا وہ بالکل ہی بیٹھ رہے۔

(۶۵) اسی سال غزوہ تبوک کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا گزر "حجر" سے ہوا، یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کی تباہ شدہ بستی تھی، صحابہ کرامؓ کھانے پکانے اور پینے کے لیے وہاں سے پانی لینے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا،

"جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا ان کی رہائش گاہوں میں جانا ہو تو روتے ہوئے جاؤ، اگر رونا نہ آئے تو مت جاؤ تاکہ جو عذاب اُن پر نازل ہوا وہ تم پر نازل نہ ہو۔ نہ وہاں کا پانی پیو، نہ وضو کے لیے استعمال کرو، کسی نے اس سے ہنڈیا پکائی ہو تو اُسے گرا دے۔ کسی نے آٹا گوندھا ہو تو اونٹوں کو کھلا دے۔"

(۶۶) اسی سال سفرِ تبوک کے دوران یہ معجزہ ہوا کہ جب لوگوں کو 'حجر' کا پانی پینے اور آٹا گوندھنے سے منع کر دیا گیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا، بارگاہِ نبوی میں اس کی شکایت کی گئی، آپؐ اُٹھے اور دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی، اللہ تعالیٰ نے یکایک بادل کا ایک ٹکڑا بھیجا جو صحابہ کرامؓ کی فرودگاہ پر برسا، بارش صرف حدِ لشکر تک محدود رہی، اِدھر اُدھر نام و نشان تک نہ تھا، صحابہؓ نے خود بھی پیا، مویشیوں کو پلایا، اور برتن بھی بھر لیے، بعد ازاں بادل چھٹ گیا، ایک منافق نے، جو مسلمانوں کے ہمراہ تھا، کہا، یہ بدلی جا رہی تھی، فلاں ستارے کی بدولت ہم پر برس پڑی۔ اس پر ارشادِ خداوندی نازل ہوا:

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ (الواقعہ۔ ۸۲)	اور کرتے ہو تم حصہ اپنا یہ کہ تم جھٹلاتے ہو۔ (شاہ رفیع الدینؒ)

(۶۷) اسی سال غزوۂ تبوک کو جاتے ہوئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں وادی القریٰ پہنچے۔ اس موضع کا ذکر سراپا کے باب میں گزر چکا ہے۔ تو وہاں ایک خاتون کا باغ تھا۔ اس نے آپؐ سے باغ کی پیداوار کا اندازہ لگانے کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم فرمایا، ہر شخص نے اپنا اپنا اندازہ پیش کیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا اندازہ پیش فرمایا۔ اور

اس خاتون سے فرمایا کہ تمام اندازے محفوظ رکھے، واپسی پر اس سے دریافت فرمایا کہ باغ کی پیداوار کتنی ہوئی۔ اس نے عرض کیا کہ جو اندازہ آپؐ نے بتایا تھا بغیر کسی کمی بیشی کے ٹھیک وہی مقدار برآمد ہوئی۔

(۶۸) اسی سال غزوۂ تبوک کو جاتے ہوئے وادی القریٰ میں بنو العریض نے آپؐ کی خدمت میں بطور ضیافت ہریسہ پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا، بعد ازاں اس خدمت کی مکافات میں وادی القریٰ کی کھجوروں کے چالیس وسق انہیں ہر سال عطا فرماتے تھے۔

(۶۹) اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر ثمود یا تبوک میں صحابہؓ سے فرمایا کہ آج رات ہر شخص اپنے اونٹ کو عقال لگا دے اور کوئی شخص رفیق کے بغیر اپنی جگہ سے باہر نہ جائے۔ بنو ساعدہ کے دو شخصوں کے سوا سب نے اس حکم کی تعمیل کی، ان دونوں میں سے ایک تو قضائے حاجت کے لیے تنہا گیا اور اسی جگہ بیٹھے بیٹھے اسے خناق کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ دوسرے کا اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اس کی تلاش میں نکلا تو آندھی نے اٹھا کر اسے قبیلہ طئی کے پہاڑوں پر پھینک دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا، "میں نے تمہیں اس طرح نکلنے سے منع نہیں کیا تھا؟" صاحبِ خناق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ نے دعا فرمائی اور دست مبارک پھیرا، اسے فوراً شفا ہو گئی، اور جو صاحب قبیلہ طئی کے پہاڑوں میں جا گرے تھے آپؐ کی مدینہ طیبہ واپسی کے بعد بنو طئی نے ان کو آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

(۷۰) اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ جب آپؐ حجر سے تبوک روانہ ہوئے تو آپؐ کی ناقہ 'قصوا' گم ہو گئی۔ صحابہؓ نے تلاش کی مگر نہ مل سکی، اس پر زید بن اللصیت منافق نے کہا کہ، محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آسمان کی خبر آتی ہے اور اونٹنی کی خبر نہیں کہ

کہاں ہے"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں کچھ نہیں جانتا سوائے اس بات کے جو اللہ تعالیٰ مجھے بتا دے"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بتا دیا کہ "وہ فلاں جگہ ہے اور یہ کہ اس کی مہار درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے"۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہؓ کو بھیجا تو انہوں نے اونٹنی کو اسی حالت میں پایا۔ اور اسے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(۷۱) اسی سفر تبوک کے دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک بہت بڑا سانپ راستے میں نمودار ہوا۔ کچھ دیر راستہ کے درمیان کھڑا رہا، پھر راستہ سے ہٹ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو یہ سانپ کیسا تھا؟ عرض کیا: اللہ ورسولہٗ اعلم، فرمایا: یہ ان جنّات میں سے ہے جو مکّہ آکر میرے ہاتھ پر اسلام لائے تھے، اس کی رہائش اس جگہ ہے اور وہ مجھے سلام کرنے کے لیے آیا تھا اور تم کو بھی سلام کہا ہے، صحابہؓ نے کہا: وعلیہ السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

(۷۲) اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ قیام تبوک کے دوران ایک دن صحابہ کرامؓ آپؐ کے پاس جمع تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ سے فرمایا: بلال! ہمارے تھیلے میں جو کھجوریں ہیں وہ لے آؤ۔ بلال تھیلا لائے اور کھجوریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈھیر کر دیں، سب صحابہؓ نے خوب پیٹ بھر کر کھایا، مگر کھجوریں جتنی پہلے تھیں اتنی ہی رہیں۔

(۷۳) اسی سال غزوۂ تبوک میں جب پانی کی قلت ہوئی اور لوگوں کو پیاس نے ستایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے چشمۂ تبوک کے پانی کی کثرت کا معجزہ ظاہر ہوا۔ بعد ازاں وہ مدت العمر پورے جوش سے اُبلتا رہا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل سے فرمایا تھا: "معاذ! اگر تمہاری

عمر لمبی ہوئی تو تم اس پانی سے باغات سیراب ہوتے دیکھو گے۔"

(۷۴) اسی سال غزوۂ تبوک میں یہ معجزہ ہوا کہ جب صحابہؓ کے پاس توشہ ختم ہو گیا، اور انہوں نے خوراک کے لیے اونٹ ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی شکایت کی گئی۔ آپؐ نے دستر خوان لگانے کا حکم فرمایا اور لشکر میں منادی کرائی گئی کہ کسی کے پاس کچھ توشہ باقی ہو تو لے آئے، چنانچہ کوئی شخص مٹھی بھر جو لایا، کوئی مٹھی بھر کھجور، کوئی روٹی کا ٹکڑا، الغرض دستر خوان پر تین 'فرق' توشہ جمع ہو گیا (ایک فرق = تین صاع۔ ایک صاع: قریباً ساڑھے تین سیر) بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، اور دعائے برکت فرمائی۔ اس میں اتنی برکت ہوئی کہ سب نے سیر ہو کر کھایا، مگر وہ بچ رہا، پھر سب نے توشہ دان بھرے، بوریاں بھریں، اور لشکر میں جو برتن بھی مل سکا اسے بھر لیا، مگر پھر بھی کچھ باقی بچ رہا۔

(۷۵) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے فارغ ہوئے تو اس جگہ مسجد تعمیر فرمائی۔

(۷۶) اسی سال غزوۂ تبوک سے فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ایک خطبہ دیا۔ ایسا فصیح و بلیغ کہ زبانیں اس کی فصاحت و بلاغت کو بیان کرنے سے عاجز تھیں اور عقلیں محو حیرت تھیں۔

(۷۷) اسی سال غزوۂ تبوک سے واپسی پر راستہ میں یہ معجزہ ہوا کہ صحابہ کرامؓ شدید گرم موسم میں سارا دن چلتے رہے مگر کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہاں پانی ہو کہ وہاں منزل کریں، اور لشکر میں بھی پانی نہیں تھا، قریب تھا کہ پیاس کے مارے انسان اور مویشی ہلاک ہو جائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزے میں بہت ہی معمولی سا پانی تھا، آپؐ نے اسے رکوۃ (چھاگل) میں ڈالا اور اس میں دست مبارک رکھا، انگشتان مبارک کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی اُبلنے لگا، تمام لشکر سیراب ہوا جس کی تعداد تیس ہزار یا ستر ہزار

تھی، جیساکہ غزوات کے بیان میں غزوۂ تبوک کے ذکر میں گزر چکا ہے۔ لشکر میں پندرہ ہزار اونٹ[1] اور بارہ ہزار گھوڑے تھے، ان کو بھی پلایا۔

(۷۸) اسی سال غزوۂ تبوک سے واپسی میں جب تبوک اور وادیٔ مشقق کے مابین پہنچے اور صحابہؓ کو پیاس نے ستایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے برکت سے پانی میں اضافے کا ایک اور معجزہ ظاہر ہوا، ان کے پاس جو کسی قدر پانی تھا اسے ایک کہنہ مشکیزے میں جمع کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہاتھ منہ دھویا اور کلی کی، بعد ازاں وہ پانی دوبارہ اسی مشکیزے میں ڈال دیا اور دعا فرمائی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپؐ کی دعا کے طفیل وہ پانی بہہ نکلا، صحابہ کرامؓ نے خود بھی پیا اور اونٹوں اور گھوڑوں کو بھی پلایا۔

(۷۹) اسی سال غزوۂ تبوک سے قبل ربیع الآخر، یا جمادی الاولیٰ یا اُخریٰ میں، اور بقول بعض ۸ھ میں، کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ (بضم سین مہملہ) رضی اللہ عنہ، مدینہ آئے، یہ قبل ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگ گئے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مباح الدم قرار دے دیا تھا[1]۔ بعد ازاں تائب ہو کر مدینہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں مشہور قصیدۂ لامیہ پڑھا، جس کا مطلع یہ ہے:

---

[1] یہ مطلب نہیں کہ یہ اسلام لا کر مرتد ہو گئے تھے بلکہ بحالت کفر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ناشائستہ قصیدے کہے تھے، جن کی بنا پر ان کو مباح الدم قرار دیا گیا، اور یہ خوفِ قتل کی بنا پر اِدھر اُدھر بھاگے پھرے، بالآخر توفیق الٰہی نے دستگیری کی، رات کے اندھیرے میں مدینہ پہنچے اور پھر اچانک بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام کا اظہار کیا۔ مترجم

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِی الْیَوْمَ مَتْبُوْلُ
مُتَیَّمٌ اِثْرَهَا لَمْ یُفْدِ مَکْبُوْلُ

جب اس شعر پر پہنچے؛

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِهٖ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک برہنہ شمشیر ہندی ہیں

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رِدائے مبارک عطا فرمائی، جو اُن کیلئے عظیم تبرک تھا، یہ چادر مدۃ العمر ان کے پاس محفوظ رہی، حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں ان کی وفات ہوئی تو حضرت معاویہؓ نے ان کے وارثوں کو بیس ہزار درہم دے کر یہ چادر ان سے حاصل کر لی، بعد ازاں یہ چادر یکے بعد دیگرے خلفاء کو منتقل ہوتی رہی، اور پھر گم ہو گئی۔ شامی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ "آج یہ چادر موجود نہیں بظاہر فتنۂ تاتار میں گم ہو گئی"

تنبیہ: حضرت کعبؓ نے جس سعاد نامی خاتون کا ذکر آغاز قصیدہ میں کیا ہے وہ ان کی اہلیہ تھیں اور عم زاد۔ چونکہ بھاگ جانے کی وجہ سے یہ بڑی مدت سے اپنے گھر والوں سے جُدا تھے اس لیے قصیدہ کے آغاز میں بیوی سے ہجر و فراق کا رقت آمیز تذکرہ کیا۔ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں، "لہٰذا بعض لوگوں کا یہ ادعا محض کوتاہ نظری ہے کہ 'سعاد' ایک فرضی نام ہے جو شاعر نے اپنی محبوبہ کے لیے استعمال کیا۔ اسی لیے شامی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ یہ حقیقت ہے، ادعاً فرضی نام، نہیں"

(۸۰) اسی سال بُجَیرؓ بن زہیرؓ (دونوں نام بصیغۂ تصغیر) اسلام لائے، یہ کعب

بن زہیر کے بھائی ہیں اور ان سے ایک مدت پہلے مسلمان ہوئے۔

(۸۱) اسی سال غزوۂ تبوک کے ایام کا قصہ ہے کہ یعلیٰ بن اُمیہ صحابی رضی اللہ عنہ، کے نوکر کا کسی شخص سے لڑائی جھگڑا ہو گیا۔ اس شخص نے ان کے نوکر کو دانتوں سے کاٹ لیا۔ اس نے ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے کے دونوں دانت گر گئے، وہ صاحب فریاد لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاوضہ دلانے کی درخواست کی، آپ نے فرمایا: "تجھے کوئی معاوضہ نہیں مل سکتا، کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں چھوڑ دیتا کہ تو اسے اونٹ کی طرح چباتا رہتا؟"

(۸۲) اسی سال غزوۂ تبوک سے واپس ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں بیس مسجدیں تعمیر کیں، ابن اسحاق نے اور قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اسی طرح ذکر کیا ہے، اور سید سمہودی کہتے ہیں کہ ان بیس مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں، ان پر نشان لگا دیا گیا۔ اور مساجد بعد میں تعمیر ہوئیں۔

(۸۳) اسی سال غزوۂ تبوک سے واپسی پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب پہنچے اور جبل اُحد پر نظر پڑی تو فرمایا، ھٰذا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ۔ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ یہ ارشاد خیبر سے مدینہ واپسی پر فرمایا تھا، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے [1]

(۸۴) اسی سال غزوۂ تبوک سے مدینہ طیبہ واپسی کے چند دن[2] بعد اللہ تعالیٰ نے ان

---

[1] راجح یہ ہے کہ یہ ارشاد تین موقعوں پر فرمایا۔ خیبر سے واپسی پر، غزوۂ تبوک سے واپسی پر اور حجۃ الوداع سے واپسی پر۔ مترجم

[2] یہ پچاس دن بعد۔ مترجم

تین صحابہؓ کی توبہ قبول فرمائی جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہے تھے، یعنی کعب بن مالک، ہلال بن اُمیّہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم، چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے آیاتِ ذیل نازل فرمائیں۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (الی ان قال) وَ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (الی قولہ) وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○

(التوبہ: ۱۱۷)

"اللہ تعالیٰ نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں آپ کا ساتھ دیا۔" آگے چل کر فرمایا، "اور ان تینوں شخصوں کے حال پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب (ان کی پریشانی کی یہ نوبت پہنچی کہ) زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی۔۔۔ یہاں تک کہ فرمایا: "اور سچوں کے ساتھ رہو۔"

(۸۵) اس سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انہی ایام میں شاہانِ حِمیر کی جانب سے قاصد ایک عریضہ لے کر حاضر ہوا، اور ان کے اسلام لانے کی اطلاع دی، ان حضرات کے نام یہ تھے، حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان۔ یہ ذورعین، ہمدان اور معافر کے رئیس تھے۔

(۸۶) اسی سال تبوک سے واپسی پر جریر بن حارثہ الطائی، عروہ بن مضرس الطائی کے چچا اسلام لائے۔

(۸۷) اسی سال کا واقعہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب اور معتب بن قشیر نامی دو منافقوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ "اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے (بہت سا مال) عطا فرمائے

تو ہم خوب خیرات کریں گے، اور ہم (نیک کام کرکے) خوب نیک بن جائیں گے"، مگر جب اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کی، اس پر وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ سے عَلَّامُ الْغُيُوْبِ تک چار آیتیں نازل ہوئیں۔ (التوبہ ۷۵تا۷۸)

(۸۸) اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تشریف فرما تھے، مدینہ طیبہ میں معاویہ بن معاویہ اللیثی المزنی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات کے دن جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کی خبر دی۔ حالانکہ مدینہ اور تبوک کے درمیان چودہ مرحلے کا فاصلہ تھا۔ اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے معاویہ کی نماز جنازہ کے لیے ستر ہزار فرشتے نازل کیے ہیں آپؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیوں؟ عرض کیا: کیونکہ وہ کھڑے بیٹھے اور چلتے پھرتے سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے، بعد ازاں جبریل نے زمین کو سمیٹا دیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے ان کا جنازہ پڑھا اور فرشتوں نے دو صفیں بنائیں اور جو پہاڑ اور ٹیلے درمیان میں حائل تھے انہیں ہاتھ کے اشارے سے ہٹا دیا، یہاں تک کہ نماز کے دوران، جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آرہا تھا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے۔

(۸۹) اسی سال غزوۂ تبوک کے ایام میں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے، مغیرۃؓ بن شعبہ پانی کا برتن لیکر آپؐ کے ساتھ ہو لیے، واپسی میں دیر ہوگئی، اور نماز کا وقت تنگ نظر آیا تو صحابہؓ نے حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف کو امامت کے لیے آگے کر دیا، وہ ایک رکعت پڑھا چکے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، چنانچہ آپؐ نے ایک رکعت حضرت عبد الرحمٰنؓ کی اقتدار میں ادا کی اور جو رکعت رہ گئی تھی وہ سلام پھیرنے کے بعد پوری کی صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسبوق دیکھا تو بہت گھبرا گئے، مگر آپؐ نے

نماز سے فارغ ہو کر ان کی تسلی کے لیے فرمایا: "تم نے ٹھیک کیا۔ اچھا کیا"، یہ قصہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے عظیم ترین فضائل میں شمار ہوتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فاضل کا مفضول کے پیچھے اور معصوم کا غیر معصوم کے پیچھے اقتدا کرنا صحیح ہے، اس سے شیعہ کے اس نظریہ کی تردید ہو جاتی ہے کہ غیر معصوم کی اقتدا صحیح نہیں، اقتدا کنندہ خواہ معصوم ہو یا غیر معصوم۔

(۹۰) اسی سال گزشتہ بالا قصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے وضو میں موزوں پر مسح کیا جیسا کہ صحیح بخاری وسلم اور دیگر صحاح میں حضرت مغیرۃؓ بن شعبہ سے مروی ہے۔ اس سے شیعہ کے اس نظریہ کی تردید ہو جاتی ہے کہ موزوں کا مسح" سورۂ مائدہ کی آیت سے منسوخ ہے۔ تردید کی وجہ یہ کہ آیت مائدہ ۵ھ میں نازل ہوئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موزوں پر مسح کرنا ۹ھ کا واقعہ ہے۔ ۹ھ کا عمل ۵ھ میں نازل شدہ آیت سے کیسے منسوخ ہو گیا؟

(۹۱) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلہ کے نصرانی بادشاہ یُحنّہ بن رُؤبہ کے نام دعوتِ اسلام کا گرامی نامہ تحریر فرمایا۔ (یُحنّہ: بضم یاء، و فتح حائے مہملہ، و نون مشدّد و تائے تانیث۔ رُؤبہ: بضم رائے مہملہ، و سکون ہمزہ، و بائے موحدہ اور تائے تانیث۔ اس کو یحنّہ بن علما، (بفتح عین و سکون لام) بھی کہا جاتا تھا، علما اس کی والدہ کا نام ہے۔) چنانچہ جن دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں قیام پذیر تھے، یُحنّہ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا، مگر اسلام سے مشرف نہیں ہوا بلکہ سالانہ تین سو دینار جزیہ دینا قبول کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے صلح کی تحریر لکھ دی۔

ایلہ: مصر اور مکہ کے درمیان شام کے علاقہ میں ساحل سمندر پر ایک شہر تھا، کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں جس حاضرۃ البحر قریہ کا ذکر ہے۔ اس سے یہی شہر مُراد ہے۔

(۹۲) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جربا اور اذرح کے نام دعوت اسلام کا گرامی نامہ تحریر فرمایا، یہ شام کی دو بستیاں تھیں، وہاں کے لوگ بھی تبوک میں حاضر خدمت ہوئے اور سو دینار سالانہ جزیہ پر آپؐ سے مصالحت کی، آپؐ نے قبول فرما کر تحریر صلح لکھدی۔

جَرْبا: بفتح جیم وسکون رائے مہملہ پھر بائے موحدہ۔ مدّ اور قصر دونوں طرح صحیح ہے۔

اذرح: بفتح ہمزہ وسکون ذال معجمہ وضم رائے مہملہ، پھر حائے مہملہ، جربا سے تین میل پر شام کا ایک شہر ہے۔

(۹۳) اسی سال غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد سہیلؓ (بصیغۂ تصغیر) ابن بیضا القرشی کا انتقال ہوا، بیضا ان کی والدہ کا لقب ہے جس کا نام دعد تھا۔ ان کے والد کا نام عمرو بن وہب بن ربیعہ ہے، مگر وہ اپنی والدہ کی نسبت سے معروف ہیں۔ یہ مکہ کے قدیم الاسلام صحابی تھے، حبشہ کی دونوں ہجرتیں کیں، جنگ بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

(۹۴) اسی سال غزوۂ تبوک سے واپسی میں، اور بقول بعض غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی میں۔ یہ معجزہ ہوا کہ سفر کے دوران ایک رات بہت ہی سخت آندھی آئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک بڑے منافق کی موت کی وجہ سے آئی ہے۔ مدینہ آئے تو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا منافق اسی رات مرا تھا۔ اس منافق کا نام رفاعہ بن زید بن تابوت تھا، جو یہود کے قبیلہ بنو قینقاع کا ایک فرد تھا، بظاہر مسلمان مگر بباطن منافقوں کا سرغنہ تھا۔

فصل ۱۰ھ کے واقعات

(۱) اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا، جو حجۃ الوداع، حجۃ الاسلام، حجۃ البلاغ، حجۃ التمام اور حجۃ الکمال کہلاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد صرف یہی ایک حج کیا اور اس حج کے ساتھ عمرہ بھی ادا کیا، جو آپؐ کے چار مشہور عمروں میں سے ایک تھا، حجۃ الوداع کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ سے روانگی ۲۵ ذلیقعدہ کو بروز شنبہ ظہر و عصر کے مابین ہوئی چنانچہ ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعت پڑھی اور عصر ذوالحلیفہ پہنچ کر قصر پڑھی اور مدینہ میں ابودجانہ انصاری الساعدی کو، جن کا نام ضحاک بن خرشہ تھا۔ اور بقول بعض سباع بن عرفطہ الغفاری کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔

(۲) اس سال ماہ ذلیقعدہ ۲۹ کا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروز یکشنبہ ۴ ذی الحجہ کی صبح مکہ پہنچے، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وقوف عرفات جمعہ کو ہوا۔

(۳) اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف و اکناف میں اطلاع بھجوائی کہ آپؐ حج پر تشریف لے جا رہے ہیں یہ سن کر ہر جانب سے لوگ آپ کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے اُمنڈ آئے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں جو حضرات مکہ میں داخل ہوئے ان کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی، یہ تعداد ان مسلمانوں کے علاوہ تھی جو مکہ ہی میں رہائش پذیر تھے اور جو یمن سے حضرت علیؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ہمراہ آئے تھے، (زرقانی شرح مواہب)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 'ہدی' کے اونٹوں کو، جو آپؐ نے ساتھ لیے تھے، قلادے پہنائے، یہ کل یک صد اونٹ تھے۔ احرام کھولنے کے دن ۶۳

اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کیے، یہ تعداد آپ کی عمر شریف کے سالوں کے مطابق تھی، اور باقی ماندہ کے نحر پر حضرت علیؓ کو مامور فرمایا۔ اور آپ نے ان کو اپنی ہدی میں شریک کیا۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ سے حج مفرد کا احرام باندھا۔ جب ذوالحلیفہ کے قریب وادی عقیق میں پہنچے تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: اس مبارک وادی میں دو رکعتیں ادا کیجئے اور یہ کہیے کہ حج میں عمرہ کی بھی نیت کرتا ہوں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج پر عمرہ کا احرام باندھ کر قران کر لیا۔[1]

(۶) اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ میں فروکش تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ اسماء بنت عمیس امید سے تھیں، وہیں محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرایا کہ انہیں کیا کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا، غسل کر کے کپڑا باندھ لے اور احرام باندھ لے۔

(۷) کہا گیا ہے کہ اسی سال سفر حجۃ الوداع کے دوران جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابواء اور ودان پہنچے تو صعب بن جثامہ اللیثی نے آپ کی خدمت میں زندہ گورخر ہدیہ کیا تھا جسے آپ نے قبول نہیں فرمایا۔

میں کہتا ہوں کہ ۶ھ کے واقعات میں ذکر کر چکا ہوں کہ راجح یہ ہے کہ یہ واقعہ سفر حدیبیہ میں پیش آیا اور یہ کہ سفر حجۃ الوداع میں اس واقعہ کے پیش آنے کا کوئی صحیح ثبوت نہیں، فتدبر۔

---

[1] وادی عقیق ذوالحلیفہ ہی میں ہے، اس لیے تحقیق یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام کی آمد حج کا احرام باندھنے سے قبل ہوئی اور آپ کو حج و عمرہ کا اکٹھا احرام باندھنے کا مشورہ دیا، واللہ اعلم۔ مترجم

(۸) اسی سال سفر حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے اونٹوں کا حُدی خواں براء بن مالکؓ کو اور عورتوں کے اونٹوں کا حدی خواں انجشہؓ اسود حبشی کو جن کی کنیت ابو ماریہ تھی، مقرر کیا تھا، انجشہؓ بڑے خوش الحان تھے، خواتین میں اُمہات المومنین اور حضرت انس کی والدہ ام سُلیم بھی شامل تھیں، انجشہ حدی خوانی کرتے تو اونٹ بہت ہی تیز چلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " انجشہ! ذرا آہستہ چلاؤ۔ آبگینوں سے نرمی کرو" اور ایک روایت میں ہے کہ "آبگینوں کو ٹھیس نہ پہنچاؤ"۔ آبگینوں سے صنف نازک مراد تھی جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے علامہ ابن اثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ "یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے"۔

(۹) اسی سال حجۃ الوداع کو جاتے ہوئے موضع 'لحیٔ جمل' میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک کے درمیان سینگی لگوائی جبکہ آپ احرام میں تھے اور روزہ بھی تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ 'لحیٔ جمل' مکہ و مدینہ کے مابین ایک جگہ کا نام ہے، جو مدینہ طیبہ سے نسبتاً قریب تر ہے آپ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ قبل ازیں روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کی جو ممانعت آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے ارشاد "افطر الحاجم والمحجوم"[۱] میں فرمائی تھی وہ منسوخ ہے۔

(۱۰) اسی سال حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت فاطمۃ الزہرا اور ازواج مطہرات بھی تھیں، جو ہودجوں میں سوار تھیں۔ مکہ پہنچ کر عمرہ کے طواف اور سعی سے فارغ ہوئیں تو حضرت عائشہؓ کے سوا ان سب نے احرام کھول لیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دخول مکہ سے قبل موضع 'سرف' میں ایام شروع ہو گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے عمرہ کو حج بنا لیں (یعنی عمرہ کا احرام توڑ کر حج کا احرام باندھ لیں، چنانچہ انہوں نے یہی کیا، اور احرام حج پر قائم رہیں اور حج سے فارغ

---

[۱] پچھنے لگوانے اور لگانیوالے کا روزہ جاتا رہا۔

ہوئیں تو احرام کھولا۔ انھوں نے اس بات پر غم واندوہ کا اظہار کیا کہ لوگ حج وعمرہ دو عبادتیں لے کر واپس ہوں گے اور میں صرف حج لے کر جاؤں گی؟ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کے ہمراہ بھیج کر تنعیم سے عمرہ کرایا۔

(۱۱) اسی سال حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہو کر وقوف عرفات کیا۔

(۱۲) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن میدان عرفات میں ایک عظیم و بلیغ خطبہ دیا جس میں لوگوں کو احکام حج اور شرائع اسلام کی تعلیم دی، اور اس میں فرمایا کہ جاہلیت کے سب خون ساقط ہیں (لہٰذا کوئی شخص جو جاہلیت کے دور میں قتل ہوا، آئندہ اس کے خون کا مطالبہ نہیں ہوگا)، نیز جاہلیت کے تمام سود ختم کیے جاتے ہیں، چنانچہ میں سب سے پہلے (اپنے چچازاد) ربیعہ بن حارث کا خون ساقط کرتا ہوں اور سب سے پہلے (اپنے چچا) عباسؓ بن عبد المطلب کا سود ساقط قرار دیتا ہوں۔

(۱۳) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز عرفہ، عرفات میں ظہر و عصر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر کے وقت میں جمع کیں، یہ 'جمع تقدیم' کہلاتی ہے۔

(۱۴) اور اسی دن کی شام کو مزدلفہ میں مغرب وعشاء ایک اذان اور ایک اقامت سے اور بقول بعض دو اقامتوں کے ساتھ عشاء کے وقت میں جمع کیں، یہ 'جمع تاخیر' کہلاتی ہے۔

(۱۵) اسی سال ۹، ذی الحجہ کو خطبۂ عرفات کے دوران یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ	آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ	کو میں نے کامل کر دیا، اور میں نے تم پر

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (المائدہ: ۳) — اپنا انعام پورا کر دیا، اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کر لیا۔

(۱۶) اسی سال خطبہ سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غروبِ آفتاب تک وقوف کیا پھر مزدلفہ کو روانہ ہوئے۔

(۱۷) اسی سال جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں تھے ایک شخص حاضر خدمت ہوا، اور دریافت کیا کہ احرام کی حالت میں کون کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ فرمایا، نہ قمیص پہنے، نہ شلوار، نہ دستار، نہ ٹوپی، نہ موزے۔ الّا یہ کہ کسی کے پاس جوتا نہ ہو تو موزے ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔ اور ایسا کپڑا بھی نہ پہنے جس کو درس یا زعفران لگا ہوا ہو" اور بعض نے کہا ہے کہ حجۃ الوداع کے لیے روانگی سے قبل مسجد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ دیا تھا، یہ بات اس میں ارشاد فرمائی تھی۔ قسطلانی شرح بخاری میں کہتے ہیں: "تو پھر اسے تعدد پر محمول کیا جائے گا"

(۱۸) اسی سال وقوفِ عرفات کے دوران ایک صاحب اونٹ سے گر گئے اور گردن ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دکفن دیں، اس کا منہ اور سر نہ ڈھکو، نہ اسے خوشبو لگاؤ کہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا اٹھے گا"، الحدیث

یہ واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے۔ اس حدیث کی توجیہ میں حنفیہ و شافعیہ کا اختلاف ہے شافعیہ کہتے ہیں کہ ہر محرم کا یہی حکم ہے دکہ اگر احرام کی حالت میں اس کا انتقال ہو جائے تو اس کا سر اور چہرہ ڈھکنا اور اس کو خوشبو لگانا ممنوع ہے، اور حنفیہ کا کہنا ہے کہ یہ حکم انہی صاحب کے ساتھ خاص تھا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الفاظ نہیں فرمائے بلکہ خاص الفاظ فرمائے ہیں چنانچہ یہ فرمایا: "اس کا چہرہ۔۔۔ اس کا سر" اس کو خوشبو نہ لگاؤ کیونکہ وہ اور یہ نہیں

نہیں فرمایا، ''محرم کا چہرہ، محرم کا سر، محرم کو خوشبو لگاؤ۔'' کیونکہ محرم لفظ عام ہوتا ہے۔

(۱۹) اسی سال عرفات سے مزدلفہ آتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سوار کیا۔

(۲۰) اسی سال یوم النحر کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف مزدلفہ کیا، اور ایک دوسرا عظیم الشان خطبہ دیا۔

(۲۱) اسی سال مذکورہ بالا خطبہ سے فارغ ہو کر مزدلفہ سے منیٰ تشریف لے گئے اور وہاں جمرۂ عقبہ کی رمی کی۔

(۲۲) سی سال یوم النحر کو مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس رض کو اپنے ساتھ سوار کیا۔

(۲۳) اسی سال جب کہ فضل بن عباس رض آپؐ کے پیچھے سوار تھے، قبیلۂ خثعم کی ایک خاتون، جس کا نام معلوم نہیں، حاضر خدمت ہوئی، اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے ذمّہ جو فریضۂ حج ہے اس نے میرے والد کو اس حالت میں پایا کہ وہ بہت ہی بوڑھے ہیں، سواری پر نہیں بیٹھ سکتے، کیا میں ان کی جانب سے حج و عمرہ کر سکتی ہوں؟ فرمایا، ہاں اپنے باپ کی جانب سے حج و عمرہ کر۔

(۲۴) اسی سال یوم النحر کو جمرۂ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں ایک عظیم و بلیغ خطبہ دیا، جس میں بیان فرمایا کہ ''تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے کے لیے ایسی ہی محترم ہے، جس طرح کہ اس دن کی اس شہر میں اور اس مہینے میں حرمت ہے'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''حرمت کے مہینے چار ہیں'' اور فرمایا کہ ''زمانہ گھوم کر اسی حالت پر آ گیا ہے جس طرح کہ اُس دن تھا جس دن اللہ تعالےٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا''۔ [1]

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علاوہ ازیں بہت سے احکام بیان فرمائے۔

(۲۵) اسی سال یوم النحر کو رمی جمرہ اور خطبہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہُدی کے ۶۳ اُونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے، جن کی تعداد آپؐ کی عمر مبارک کے سالوں کے برابر تھی، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

(۲٦) ہدیٰ کے نحر سے فارغ ہو کر ہر جانور کے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر پکانے کا حکم فرمایا، چنانچہ سب کو ملا کر ایک ہنڈیا میں پکایا گیا۔ اور آپؐ نے اور حضرت علیؓ نے گوشت اور شوربا تناول فرمایا۔

(۲۷) نیز نحر سے فارغ ہوئے تو سر مبارک کا حلق کرایا اور احرام کھول دیا۔

حاشیہ متعلقہ صفحہ گزشتہ

لہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ "زمانہ گھوم کر اسی حالت پر آگیا الخ" بڑی تشریح و وضاحت کا متقاضی ہے۔ مختصر یہ کہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ مصلحت کی خاطر مہینوں کو آگے پیچھے کر دیتے تھے، جس کی وجہ سے وہ عبادات جو مخصوص ایام میں ادا کی جاتی ہیں بے وقت ہو جاتی تھیں، مثلاً حج جو ذی الحجہ کی خاص تاریخ میں ہوتا ہے، کبھی ذی الحجہ کے بجائے ذیقعدہ میں اور کبھی محرّم میں چلا جاتا۔ اور کبھی حسنِ اتفاق سے اپنے ٹھیک وقت پر بھی ادا ہوتا۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے سال حج اپنے صحیح وقت پر ہوا، اور اسلام کی بدولت مہینوں کو آگے پیچھے کرنے کی جاہلی رسم ہمیشہ کے لیے ہٹ گئی۔ اس طرح گھوم پھر کر زمانہ کی چولیں اپنی فطری جگہ بیٹھ گئیں اور قیامت تک کے لیے یہ ضمانت مل گئی کہ اب انہیں اپنی جگہ سے کبھی نہیں ہلایا جا سکے گا۔ اور کبھی ایسا نہ ہوگا کہ اوقات سے متعلقہ عبادات بے وقت اور بے موقع ادا کی جائیں۔

(مترجم)

(۲۸) اسی سال یوم النحر کو احرام کھولنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طوافِ زیارت کے لیے مکہ تشریف لے گئے، ظہر کے وقت طوافِ رکن ادا کیا، بعدازاں چاہِ زمزم پر گئے، اور پانی نوش فرمایا، اور اس کے بعد منیٰ واپس آئے، وہاں تین دن رہ کر جمرات کی رمی کرتے رہے، یہ اتوار، پیر اور منگل کے دن تھے، منگل کو منیٰ سے واپس محصب تشریف لائے، اور بدھ کی رات کو طلوعِ صبح صادق سے قبل طوافِ وداع کیا، اور مکہ سے رخصت ہو کر عازمِ مدینہ ہوئے۔

(۲۹) اسی سال حجۃ الوداع میں یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ، اس کی پیدائش کے دن لایا گیا، آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا: "میں کون ہوں"؟ یک روزہ بچے نے عرض کیا: "آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔" فرمایا: "تو نے سچ کہا، اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت فرمائے۔" بعدازاں یہ بچہ سیانا ہونے تک بدستور کلام کرتا رہا، اور اس کا نام "مبارک یمامہ" ہوا۔

(۳۰) اسی سال حجۃ الوداع میں، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی رات منیٰ میں فروکش تھے، منیٰ کی مسجدِ خیف کے قریب ایک غار میں آپؐ پر سورۃ "المرسلات" نازل ہوئی، آپؐ صحابہؓ کے سامنے اس نئی تازہ سورت کی تلاوت فرما رہے تھے کہ آپؐ کی تلاوت سننے کے لیے ایک سانپ نکل آیا، صحابہؓ اسے مارنے کے لیے دوڑے مگر وہ غائب ہو گیا، آپؐ نے فرمایا کہ وہ تمہارے شر سے بچ گیا، جیسا کہ تم اس کے شر سے بچ گئے، صحیح بخاری اور اس کی شرح میں یہ واقعہ مفصل موجود ہے۔

(۳۱) اسی سال حجۃ الوداع سے واپسی پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غدیرِ خم پہنچے، جو جحفہ کے نواح میں واقع ہے، تو وہاں ظہر کی نماز ادا کی، نماز کے بعد خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ میرے مولیٰ (محبوب، دوست، حامی اور مددگار) ہیں اور میں ہر مومن کا مولیٰ (محبوب، ہوں۔" پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا

"جس کا میں دوست ہوں، علیؓ بھی اس کے دوست ہیں، اے اللہ جو شخص اس سے دوستی کرے اس سے دوستی کر، اور جو شخص اس سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر، جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر، جو اس کی مدد سے ہاتھ کھینچے تو اس کو بے مدد چھوڑ، اور وہ (حضرت علیؓ) جہاں بھی ہو حق کو اس کے ساتھ پھیر دے (کہ جدھر حضرت علیؓ ہوں حق اسی جانب ہو)۔"

(۲۲) اسی سال حجۃ الوداع سے مدینہ طیبہ واپس آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سنان انصاریہ زوجۂ ابو سنان سے فرمایا: "تو ہمارے ساتھ حج پر کیوں نہ گئی؟" اس نے عذر کیا کہ سفرِ حج کے لیے سواری نہیں تھی، فرمایا: "رمضان میں عمرہ کر لیجیو، کہ رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے۔" اور ایک روایت میں ہے کہ "میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔" دونوں روایتیں صحیح بخاری میں موجود ہیں۔

(۲۳) اسی سال حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت ریحانہ کا انتقال ہوا، وہ حجۃ الوداع میں آپؐ کے ہمراہ تھیں، مدینہ آ کر جاں بحق ہوئیں، اور ان کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

(۲۴) اسی سال، اور بقول بعض ۹ھ میں، لوگوں کو دین کی تعلیم دینے کیلئے جبریل علیہ السلام کی آمد ہوئی۔ اس کی تفصیل ۹ھ کے واقعات میں گزر چکی۔

(۲۵) اسی سال مسیلمہ کذاب خذلہ اللہ تعالیٰ اپنی قوم بنو حنیفہ کے چودہ افراد کے ہمراہ یمامہ سے مدینہ آیا، اس کی قوم کے لوگ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے، مگر مسیلمہ اسلام لانے سے متخلف رہا، اور کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بعد خلافت میرے سپرد کر دیں تو میں اسلام قبول کر کے پیروی کر لوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی، اس کی جانب اشارہ کر کے فرمایا

"تو اگر مجھ سے کھجور کی ایسی شاخ بھی مانگے تو تجھے نہیں دوں گا، اور تو اپنی قدر سے تجاوز نہیں کرے گا۔" ایک قول یہ ہے کہ وہ اسلام لاکر مرتد ہو گیا تھا، لبعد ازاں حضرۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ، کے دورِ خلافت میں سا‌اھ میں قتل ہوا، جیسا کہ سا‌اھ کے واقعات میں آئے گا۔ کہتے ہیں کہ مسیلمہ کے ہاتھ پر اس کے مدعا کے خلاف خوارق و استدراجات ظاہر ہوتے تھے۔ کسی کی درازیٔ عمر کی دُعا کرتا تو وہ فوراً مر جاتا، کسی کی بینائی کی دعا کرتا وہ اندھا ہو جاتا، ایک بار پانی میں 'برکت' کے لیے کنوئیں میں تھوکا تو پانی بالکل ہی خشک ہو گیا، ایک بار ایک بینا کی آنکھ پر لعاب دہن لگایا وہ اندھا ہو گیا بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو ان کا دودھ خشک ہو گیا ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ بُری طرح گنجا ہو گیا، ایک شخص کے دو لڑکوں کے لیے عمر میں 'برکت' کی دُعا کی، وہ گھر گیا تو ایک لڑکا کنوئیں میں گر کر مر گیا، اور دوسرے کو بھیڑیئے نے کھا لیا۔

(۳۶) اسی سال یمن میں اسود بن کعب العنسی (بفتح عین وسکون نون) کذاب ظاہر ہوا، خذلہُ اللہ تعالیٰ۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دعوائے نبوّت کیا تھا۔ اس کا خروج حجۃ الوداع کے بعد ہوا۔ اسود کا نام عبہلہ بن کعب تھا اور "ذوالخمار الاسود" (خائے معجمہ کے ساتھ) کے لقب سے معروف تھا، کیونکہ وہ ہمیشہ سیاہ اوڑھنی سے چہرہ ڈھانکے رہتا تھا، اور بعض نے ذوالحمار (حائے مہملہ کے ساتھ، اس کا لقب بتایا ہے۔ اس کے پاس ایک کالا گدھا تھا، اسے سدھا رکھا تھا حتیٰ کہ وہ گدھا اس کے آگے سجدہ کیا کرتا تھا۔

(۳۷) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ نجران کے نام دعوت اسلام کا گرامی نامہ تحریر فرمایا، نجران، مکہ سے سات مرحلے کے فاصلہ پر یمن میں ایک بڑا شہر تھا جس سے ملحق کئی بستیاں اور کھیت تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پہنچا تو وہاں کے چوبیس رؤسا کا وفد حاضر بارگاہِ عالی ہوا۔ اس وفد میں عاقب اور

سید بھی شامل تھے، اوّل الذکر کا نام عبدالمسیح اور عاقب اس کا لقب تھا، مؤخرالذکر کا نام ایہم (یائے تحتانی کے ساتھ) اور سید اس کا لقب تھا، سورۂ آل عمران کے اول کی بہت سی آیات انہی کے بارے میں نازل ہوئیں، ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو اور مباحثہ کیا، جس پر آیت مباہلہ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ (آل عمران ۶۱) نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی تو انہوں نے توقف کیا، اور اس شرط پر مصالحت کی پیش کش کی کہ وہ دو ہزار جوڑے (ہر جوڑا قیمتی چالیس درہم ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ) تیس اونٹ، تیس گھوڑے، تیس زرہیں اور تیس نیزے سالانہ پیش کیا کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما کر صلح کی دستاویز لکھدی، بہرحال یہ اسلام سے محروم رہے۔

(۳۸) اسی سال باذان بن ساسان کا انتقال ہوا، یہ بہرام کی اولاد میں سے تھے جو فارس کا ایک ساسانی بادشاہ ہو گزرا ہے، باذان کسریٰ کی جانب سے یمن کے گورنر تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسریٰ پرویز کی موت واقع ہوئی تو یہ یمن ہی میں اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے اور اپنے اسلام لانے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھجوائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی امارت پر برقرار رکھا۔ یہ اسلام میں یمن کے پہلے گورنر تھے اور شاہانِ عجم میں سے پہلے شخص تھے جو اسلام لائے۔

(۳۹) اسی سال ربیع الاوّل سنہ ۱۰ھ میں، اور بقول بعض ۹ھ کے اواخر میں تبوک سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا، اور ان سے فرمایا، آسانی کیجیو، تنگی نہ کیجیو، خوشخبری دیجیو، نفرت نہ دلائیو، دونوں کو الگ الگ علاقوں پر مقرر فرمایا یہ دونوں وہاں کچھ مدت رہ کر واپس آ گئے۔

(۴۰) اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مشایعت کے لیے نکلے، اور انہیں دین اور شرائع اسلام سے متعلق بہت سی وصیتیں کیں۔ حضرت معاذؓ کی قدر افزائی کا اندازہ کیجیے کہ حضرت معاذؓ سوار تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سواری کے ساتھ پا پیادہ چل رہے تھے، حضرت معاذؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں سوار ہوں اور آپ پیدل چل رہے ہیں۔ اجازت دیجیے کہ میں بھی نیچے اتر جاؤں۔ فرمایا "میں ان قدموں کو فی سبیل اللہ شمار کرتا ہوں"۔

(۴۱) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کو دعوت اسلام کے لیے یمن بھیجا، وہ لوگ ان کی دعوت پر اسلام لے آئے تو حضرت علیؓ وہاں رہ کر انہیں قرآن کریم اور شرائع اسلام کی تعلیم دیتے رہے تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے ایام میں ان کو طلب فرمایا اور یہ مکۂ مکرمہ آکر حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقی ہوئے۔ اسی طرح حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بھی واپس آگئے تھے اور وہ بھی حجۃ الوداع میں شریک ہوئے مگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وہیں رہے۔

(۴۲) اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ سونا، مٹی سمیت ارسال کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار اشخاص یعنی عیینہ بن حصن فزاری، اقرع بن حابس تمیمی، زید الخیر بن مہلل الطائی اور علقمہ بن علاثہ عامری کے درمیان تقسیم کر دیا تھا، ان کا شمار مؤلفۃ القلوب میں تھا۔

(۴۳) (۴۴) اسی سال سعد بن خولہ عامری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ جو بنو عامر بن لوی کے فرد اور بقول بعض ان کے حلیف تھے، اور سُبیعہ بنت حارث الاسلمیہ کے شوہر تھے، ان کی وفات حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ میں ہوئی تھی۔ اسی واسطے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اظہار افسوس کیا کہ ان کی وفات مکہ میں ہوئی لہ۔

ان کی بیوی سُبیعہ حاملہ تھیں، ان کی وفات کے پندرہ بیس دن بعد وضع حمل ہوا تو اُن کی عدت کے مسئلہ میں اختلاف ہوا کسی نے کہا کہ وضع حمل سے اُن کی عدت ختم ہوگئی، اور کسی نے کہا نہیں، بلکہ ان کو وفات کی عدت چار مہینے دس دن پوری کرنی ہوگی، سُبیعہ نے یہ مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو فرمایا "تو وضع حمل کے ساتھ عدت سے فارغ ہوچکی ہے، جس سے چاہے، نکاح کرلے"۔

(۴۵) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو ذوالکلاع کے پاس بھیجا۔ یہ یمن اور طائف کے رؤسا میں سے تھا اور تعلی پسندی میں یہاں تک ترقی کرگیا تھا کہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا تھا جب اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ موصول ہوا تو اطاعت بجالایا اور بارگاہ نبوی میں حاضری کے لیے روانہ ہوا، اثنائے راہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی تو حضرۃ جریرؓ تو مدینہ آگئے اور ذوالکلاع اپنے وطن کو لوٹ گیا اور وہیں رہا تا آنکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَور خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام لایا، بارہ ہزار غلام ساتھ لایا تھا، ان میں سے چار ہزار آزاد کر دیئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ باقی ماندہ

لہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانیوالے حضرات کو دوبارہ مکہ میں آباد ہونے کی اجازت نہیں تھی کہ اس سے ہجرت ختم ہوجاتی تھی۔ سعد بن خولہ بھی مہاجر تھے، مگر مکہ میں اُن کی وفات نے انہیں پس از مرگ قیامت تک مکہ رہنے پر مجبور کردیا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار افسوس فرمایا۔

(مترجم)

غلام میرے ہاتھ فروخت کر دو، کہا، نہیں بلکہ وہ سب لوجہ اللہ آزاد ہیں۔ حافظ ابو عمرو بن عبدالبر الاستیعاب میں لکھتے ہیں: "مجھے ذو الکلاع کی صحابیت کا علم نہیں البتہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اسلام لائے، اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں مدینہ حاضر ہوئے اور ان سے روایت کی، رضی اللہ عنہما"۔

(۴۶) اسی سال حجۃ الوداع کا واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موضع سَرِف پہنچے، جو مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے، تو صحابہؓ کو حکم فرمایا کہ جن کے پاس ہدی نہیں، وہ حج کا احرام فسخ کر کے اسے عمرہ کے احرام میں تبدیل کر لیں، اس حکم کا منشا جاہلیت کے اس نظریہ کا ابطال تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ جائز نہیں۔

(۴۷) اسی سال حجۃ الوداع میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۳ ذی الحجہ کو بروز ہفتہ موضع سَرِف پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایام شروع ہوئے۔ اور یوم النحر کو پاک ہوئیں تو آپؐ نے ان کے ساتھ ان کے حقیقی بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا کہ انہیں تنعیم سے عمرہ کرا کر لائیں۔ یہ ۱۴ ذی الحجہ بدھ کی رات کا واقعہ ہے، اس کی تفصیل اُوپر گزر چکی ہے۔

(۴۸) اسی سال حجۃ الوداع سے قبل حضرت علیؓ دوبارہ یمن گئے تو وہاں ان کے قیام کے دوران ایک عجیب حادثہ پیش آیا، قصہ یہ ہوا کہ یمن کے کچھ لوگوں نے اسود عنسی کو قتل کرنے کے لیے ایک کنواں کھودا، اور اس کی جگہ کو مخفی رکھنے کے لیئے اسے اُوپر سے چھپا دیا، اس کنوئیں میں ایک شیر گر گیا، لوگ شیر کو دیکھنے آئے تو ایک آدمی اس میں گر گیا، اس نے گرتے ہوئے ایک دوسرے شخص کو پکڑا اور اسے بھی گرا لیا، دوسرے نے تیسرے کو پکڑا اور وہ بھی کنوئیں میں گیا، تیسرے نے چوتھے کو پکڑا اور اسے بھی گرا لیا۔ چاروں کنوئیں میں گرے تو شیر نے سب کو مار ڈالا، باہر سے ایک شخص نے نیزہ مارا اور اسے بھی ختم کر دیا، ان چاروں اشخاص کے وارثوں

نے حضرت علیؓ کی عدالت میں مقدمہ کیا، حضرت علیؓ نے فرمایا، تمہارے لیے کنواں کھودنے والے کے ذمہ چوتھائی دیت، تہائی دیت، آدھی دیت اور پوری دیت لازم ہے چوتھائی دیت پہلے شخص کی، کیونکہ اس کے اوپر تین آدمی مرے، تہائی دیت دوسرے شخص کی، کیونکہ اس پر دو آدمی گر کر مرے. نصف دیت تیسرے شخص کے لیے، کیونکہ اس پر دو آدمی گر کر مرے، اور چوتھے شخص کی پوری دیت اگر تم اس پر راضی ہو تو یہی فیصلہ ہے، ورنہ جاؤ، مدینہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرا لو۔ یہ لوگ ان کے فیصلے پر راضی نہ ہوئے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا، آپؐ نے فرمایا، میں انشاء اللہ تمہارا فیصلہ کروں گا ان میں سے کسی نے کہہ دیا، یا رسول اللہ! حضرت علیؓ اس کا فیصلہ دے چکے ہیں، فرمایا انہوں نے کیا فیصلہ کیا؟ آپؐ کو حضرت علیؓ کا فیصلہ بتایا گیا تو فرمایا، بس یہی فیصلہ ہے جو علیؓ نے کیا۔

(۴۹) اسی سال فروہ بن عمر الجذامی اسلام لائے، یہ شاہِ روم کی جانب سے ملک شام میں بلقار کے عامل تھے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اسلام کی اطلاع کا عریضہ لکھا اور خط کے ساتھ مندرجہ ذیل تحائف بھیجے فضہ نامی سیاہ و سفید خچر، ظرب نامی گھوڑا، یعفور نامی حمار. وہ یعفور دوسرا تھا جو مقوقس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کیا تھا. سندس کی ایک قبا جس پر سنہرا کام ہوا تھا، اور ان کے علاوہ بہت سے کپڑے اور دیگر اشیاء بھی ہدیہ میں بھیجیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تحائف قبول فرمائے، فروہ کا انتقال اسلام پر ہوا۔

(۵۰) بعض وفود جو گزشتہ سال ۹ھ میں حاضر نہیں ہو سکے تھے اس سال بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

(۵۱) اسی سال شعبان میں عدیؓ بن حاتم حاضرِ خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔

قبل ازیں وہ شام کو بھاگ گئے تھے، مگر ان کی ہمشیرہ سفانہؓ بنت حاتم نے انہیں پیغام بھیجا کہ اسلام قبول کر لو کہ دنیا و آخرت میں تمہاری نجات کا وہی ذریعہ ہے، چنانچہ بہن کے مشورہ سے وہ شام سے لوٹ آئے۔ ان کی بہن کے اسلام لانے کا قصہ اور نام کا ضبط ۹ھ کے سرایا کے باب میں گزر چکا ہے۔

(۵۲) اسی سال حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ بنو حارث بن کعب کا وفد حاضر ہوا۔ یہ لوگ حضرت خالدؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے تھے، جیسا کہ ۱۰ھ کے سرایا کے باب میں بضمن سریۂ خالد گزر چکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کی قوم کے ایک صاحب قیس بن حصینؓ کو ان پر امیر مقرر کر دیا۔ ان کی امارت کو چار ماہ گزرے تھے کہ وفاتِ نبوی کا حادثہ پیش آیا۔

(۵۳) اسی سال شوال میں سلامان کا ۷ رکنی وفد، جس کے قائد حبیب بن عمروؓ سلامانی تھے، حاضر خدمت ہوا، یہ حضرات اسلام کی سعادت سے بہرہ مند ہو کر وطن کو لوٹے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فی کس پانچ اوقیہ چاندی کا عطیہ مرحمت فرمایا (ایک اوقیہ: چالیس درہم)

(۵۴) اسی سال یہ معجزہ ہوا کہ مذکورہ بالا وفدِ سلامان نے اپنے علاقے کے قحط اور خشک سالی کی شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: "اے اللہ! ان کو ان کے علاقے میں بارش عطا فرما"، یہ وطن واپس آئے تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی دن اور اسی وقت، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی، ان کے علاقے میں بارش ہوئی۔

(۵۵) اسی سال حجۃ الوداع کے ایام میں بنو محارب کا دس رکنی وفد حاضر خدمت ہوا، ان میں حارث بن سوارؓ اور ان کے صاحبزادہ خزیمہؓ بھی شامل تھے، اسلام سے مشرف ہو کر واپس ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ معمول ان کو بھی

عطیات سے نوازا۔

(۵۶) اسی سال وفد ہمدان (ہا کے فتحہ، میم کے سکون اور دال کے ساتھ) حاضر خدمت ہوا، ہمدان قحطانی نسل کا ایک بہت بڑا قبیلہ تھا، ان کی آمد تبوک سے واپسی کے بعد ہوئی تھی، وفد میں مالکؓ بن النمط بھی شامل تھے، سب اسلام قبول کر کے وطن کو واپس ہوئے اور آپؐ نے مالکؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔

(۵۷) اسی سال قبیلۂ ازد کا پندرہ رکنی وفد صُردؓ بن عبد اللہ الازدی کی قیادت میں حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوا۔

(۵۸) اسی سال ازد کی ایک شاخ غسان کا سہ رکنی وفد حاضر خدمت ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آنے والے وفود کو عطیات و تحائف دیا کرتے تھے، حسب معمول ان کو بھی نوازا گیا، اور یہ لوگ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر واپس ہوئے۔

(۵۹) اسی سال قبیلۂ زبید کا وفد جس میں عمرو بن معدیکربؓ بھی شامل تھے، حاضر خدمت ہو کر اسلام لایا۔

(۶۰) بقول بعض اسی سال وفد عبد القیس کی آمد ہوئی۔ اس کا مختصر سا ذکر ۵ھ اور ۹ھ کے واقعات میں گزر چکا ہے۔

(۶۱) اسی سال قبیلہ کندہ کا ساٹھ یا اسّی سواروں پر مشتمل وفد حاضر ہوا، ان میں اشعث بن قیس الکندی اور مشہور شاعر امرأ القیس بن عابس الکندی بھی شامل تھے، سب اسلام سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زمانۂ ردّۃ میں اشعث بن قیس مرتد ہو گیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے لشکر نے اس کو قید کر لیا تو دوبارہ اسلام لایا اور پھر تا دم مرگ اسلام پر قائم رہا۔ رضی اللہ عنہٗ۔

(۶۲) اسی سال بنو حنیفہ کا وفد، جو سترہ افراد پر مشتمل تھا، یمامہ سے حاضر ہوا، جس میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ خذلہ اللہ تعالیٰ۔ مسیلمہ کے سوا باقی سب اسلام لائے اور بقول بعض وہ بھی مسلمان ہو گیا تھا مگر بعد ازاں (دعوائے نبوت کر کے) مرتد ہو گیا، اور صدیقی دورِ خلافت میں کفر پر قتل ہوا، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

(۶۳) اسی سال رمضان میں بنو بجیلہ کا وفد، جو ۱۵۰ افراد پر مشتمل تھا، حاضر ہوا، ان میں جریر بن عبد اللہ البجلی بھی شامل تھے، حضرت جریر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، اسلام پر قائم رہنے، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ ان کے دیگر رفقاء بھی اسلام لائے۔

(۶۴) اسی سال یا سالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ذو الخلصہ نامی بت توڑنے کی مہم پر بھیجا۔ اس کا ذکر سالہ کے سرایا میں گزر چکا ہے۔

(۶۵) اسی سال وفد رہاویین کی آمد ہوئی۔

(۶۶) اسی سال وفد بنو ثعلب کی آمد ہوئی۔

(۶۷) اسی سال وفد نجران کی آمد ہوئی، جن میں عاقب اور السید بھی شامل تھے، آپؐ نے انہیں صلح کی تحریر لکھ کر دی، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

(۶۸) اسی سال وفد بنو عبس (بفتح عین وسکون با) کی آمد ہوئی، یہ سات نفر تھے، وہ قبل ازیں اسلام لا چکے تھے، مگر انہوں نے بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ جس نے ہجرت نہیں کی اس کا اسلام معتبر نہیں، اس لیے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ترکِ ہجرت کی رخصت طلب کی، آپؐ نے رخصت دے دی اور فرمایا تم جہاں بھی رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ وہ تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہیں کریگا۔

(۶۹) اسی سال یمن سے وفد بنو غامد کی آمد ہوئی، غامد، قبیلۂ ازد کی ایک شاخ

تھی، وفد میں دس آدمی شامل تھے، انہوں نے اسلام کا اقرار کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرائع اسلام پر مشتمل ایک تحریر عطا فرمائی، یہ حضرات چند روز مدینہ رہ کر واپس ہوئے۔

(۷۰) اسی سال شعبان میں وفد خولان کی آمد ہوئی، یہ یمن کا ایک قبیلہ تھا، وفد میں دس آدمی شامل تھے اسلام سے مشرف ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دین کے فرائض و احکام کی تعلیم فرمائی، اور وصیت فرمائی کہ اپنے یہاں کے بت کو منہدم کر دیں، چنانچہ انہوں نے واپس جا کر اسے منہدم کر دیا۔ قبل ازیں ان لوگوں نے اپنے اموال کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور ایک حصہ اپنے بت کے لیے تجویز کر رکھا تھا، انہی کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا۔ (الانعام: ۱۳۶)

اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مواشی پیدا کیے ہیں ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا۔

(۷۱) اسی سال وفد عامر بن صعصعہ کی آمد ہوئی، اس وفد میں دوسرے لوگوں کے علاوہ عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ بھی شامل تھے، یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خفیہ طور پر اچانک شہید کر دینے کا منصوبہ لے کر آئے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تو ان کے شر سے محفوظ رکھا، اور ان کو اپنی قدرت کاملہ سے ہلاک کر ڈالا۔ چنانچہ اربد کو تو آسمانی بجلی سے ہلاک کر دیا، اور عامر کے جسم میں بہت خطرناک پھوڑا نکلا، جو اونٹوں کے طاعونی پھوڑے کے مشابہ تھا، یہ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے وطن کو بھاگا، مگر اللہ تعالےٰ

نے راستہ ہی میں اس کو گھوڑے کی پشت پر ہلاک کر دیا۔

(۲) اسی سال بدیل بن ابی ماریہ رضی اللہ عنہ۔ جو عاص بن وائل کے آزاد شدہ غلام تھے، تجارت کے لیے ملک شام گئے، تمیم داری اور عدی بن بدا، ان کے رفیقِ سفر تھے، یہ دونوں نصرانی تھے، اس سفر میں بدیل کا انتقال ہو گیا، انھوں نے ایک خفیہ وصیت نامہ لکھ کر اپنے مال میں رکھدیا (جس میں ان کے متروکہ سامان کی فہرست درج تھی)، یہ دونوں اس کا مال لے کر آئے تو ایک جام (جو خفیہ فہرست میں شامل تھا) موجود نہیں تھا، یہ تمیمؓ اور عدیؓ نے (بطور خیانت) لے لیا تھا، ان کے بارے میں مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ۔ (الآیہ) (المائدہ: ۱۰۶)	اے ایمان والو! تمہارے آپس میں دو شخصوں کا وصی ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے، جب وصیت کرنیکا وقت ہو۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے بعد از عصر حلف لیا (اور قصہ ختم ہوا)، بعد ازاں (جب وہ جام مدینہ طیبہ میں فروخت ہوتا ہوا پایا گیا تو) ان دونوں کی غلط بیانی کا انکشاف ہوا۔ اب (متوفی کے وارثوں) عبداللہ بن عمرو بن عاص اور مطلب بن ابی وداعہ نے حلف اٹھایا اور وہ جام کے مستحق قرار پائے۔

(۳) اسی سال رمضان میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ، اپنے ایک سو پچاس رفقا سمیت مشرف باسلام ہوئے ایک قول یہ ہے کہ ان کے اسلام لانے کا قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس روز قبل سنہ ۱۱ھ کا ہے، مگر صحیح اور راجح پہلا قول ہے۔

(۷۴) اسی سال مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ (النور: ۵۸) اے ایمان والو! تمہارے غلاموں کو اجازت لے کر آنا چاہیئے الخ

(۷۵) اسی سال ۱۰ ربیع الاوّل کو بروز سہ شنبہ۔ اور بقول بعض حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد اواخر ذی الحجہ میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، ان کی عمر قول اوّل کے مطابق اٹھارہ مہینے اور بقول البعض چوبیس مہینے ہوئی۔

(۷۶) اسی سال صاحبزادۂ گرامی حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے دن آفتاب کو گہن ہوا، اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ سورج گہن ابراہیمؓ کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا، "سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں دو نشانیاں ہیں، یہ کسی کی موت وحیات کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے" یہ سورج گہن ہجرت کے بعد دوسری مرتبہ ہوا، پہلی مرتبہ ۶ھ میں ہوا تھا، جیسا کہ ۶ھ کے واقعات میں گزر چکا ہے[1]

---

[1] اور وہاں محققین کی یہ رائے بھی حاشیہ میں گزر چکی ہے کہ کسوفِ آفتاب کا واقعہ ہجرت کے بعد صرف ایک ہی بار ہوا۔ واللہ اعلم۔
(مترجم)

فصل ۱۱ھ کے واقعات

(۱) اس سال ماہِ محرم یا نصف ماہِ رجب میں وفد نخع (بفتح نون وخا)، باریاب ہوا۔ نخع، یمن کے قبیلۂ مذحج کی ایک شاخ تھی، یہ آخری وفد تھا۔ جسے شرف باریابی نصیب ہوا، یہ وفد یکصد افراد پر مشتمل تھا، جن میں زرارہ بن عمرو النخعی۔ عمرو بن زرارہ کے والد۔ اور زرارہ بن قیس بن حارث وغیرہ شامل تھے، یہ حضرات قبل ازیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لا چکے تھے، باقرار اسلام صرف شرف زیارت واستفادہ کے لیے حاضر ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش ہوئے، انہیں دعائیں دیں اور ان کی تعریف فرمائی۔

(۲) اسی سال ربیع الاوّل میں۔ یہی مہینہ آپؐ کے سانحۂ ارتحال کا ہے۔ ایک لونڈی، جو حضرت زینب بنت جحشؓ نے آپؐ کو ہبہ کی تھی، باندی کی حیثیت سے حرم نبوی میں داخل ہوئی۔ اس کا نام نفیسہؓ تھا۔

(۳) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا اور استغفار کیا، جبکہ ان حضرات کی وفات کو آٹھ سال گزر چکے تھے۔

(۴) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو اپنے مولی (آزاد شدہ غلام)، ابومُوَیہبہ کے ساتھ بقیع کی طرف نکلے، ان سے فرمایا: میرے ساتھ چل! مجھے اہل بقیع کے لیے استغفار کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ بقیع میں تشریف لا کر دیر تک ان کے لیے دعا فرماتے رہے پھر فرمایا: "ابو مویہبہ! تاریک رات کے سیاہ ٹکڑوں

جیسے تاریک فتنے یکے بعد دیگرے آرہے ہیں اور پچھلا پہلے سے بدتر ہے" نیز فرمایا: "مجھے دنیا کے خزانے عطا کیے گئے، اور مجھے اختیار دیا گیا کہ دنیا میں رہنا پسند کروں یا دار الخلد کی جنت میں جاکر اپنے رب سے ملاقات کروں اور میں نے اپنے رب سے ملاقات اور جنت کو پسند کرلیا ہے۔"

(۵) اسی سال ۲۰ صفر کو بروز چہار شنبہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے، مرض کا آغاز، معتمد قول کے مطابق حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوا تھا، اور مشہور قول کے مطابق جس کو اکثر اصحاب سیر نے اختیار کیا ہے، آپؐ کے مرض کی مدت تیرہ روز تھی۔

(۶) اسی سال مرض کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اللہ لعنت کرے یہود پر، کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا"

(۷) اسی سال مرض ہی کے دوران یہ بھی فرمایا، "نماز کی پابندی اور غلاموں سے حسن سلوک، کا دھیان رکھیو"

(۸) اسی سال مرض کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تحریر لکھنے کا ارادہ فرمایا، تاکہ لوگ آپؐ کے بعد اس معاملہ میں اختلافات نہ کریں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پانچ دن قبل کا واقعہ ہے، اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی بہت ہی شدت تھی، شدتِ مرض کو دیکھ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریر کی زحمت نہ دو۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر کا ارادہ ترک فرمادیا۔ اور فرمایا۔

يَأبَى اللّٰهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ

اللہ تعالیٰ اور امت مسلمہ ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہیں کرے گی۔

جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے۔ شیعہ کا دعویٰ محض خیالِ باطل ہے کہ یہ تحریر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے لیے لکھوانا چاہتے تھے، حدیث و سنّت کی کتابوں میں اس کا کوئی وجود نہیں، اس سلسلے میں حدیث صحیح یا حسن تو کجا ؟ کوئی ضعیف روایت بھی مروی نہیں، یہ محض ان کی ذہنی اختراع ہے، لہٰذا نہ قابلِ اعتماد ہے نہ لائق التفات، خصوصاً جب کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند بزّار اور مشکوٰۃ وغیرہ بہت سی کتبِ حدیث میں تصریح موجود ہے کہ یہ تحریر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے متعلق ہے۔

(۹) اسی سال مرض الوفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے اجازت چاہی کہ آپؐ مرض کے بقیہ ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزاریں، چنانچہ ازواجِ مطہراتؓ نے بخوشی اس کی اجازت دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۵ ربیع الاوّل کو بروز دوشنبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آ گئے۔ یہ دن انہی کی باری کا تھا، بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ دن انہی کے گھر رہے اور آخری لمحۂ حیات تک وہاں سے دوسری جگہ نہیں گئے (اور اب تک بھی وہیں ہیں۔ مترجم)

(۱۰) اسی سال ایامِ مرض میں بروز پنجشنبہ ۸ ربیع الاوّل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر تشریف لائے اور عذر کی بنا پر بیٹھ کر خطبہ دیا اور اس میں بہت سے امور کی وصیت فرمائی جن کی اُمّت کو ضرورت تھی۔

(۱۱) اسی سال خطبہ میں فرمایا: "اگر میں اپنے ربّ کے سوا کسی کو خلیل (دوست، محبوب) بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا، (بہرحال "خلیل" تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں، لیکن (ابوبکرؓ سے)، اسلام کی اخوّت و مودت ہے۔" اور بخاری کی ایک روایت میں ہے "لیکن اسلام کی خلّت اور مودت ہے۔"

(۱۲) اسی خطبہ میں یہ بھی فرمایا: "ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا میں رہنے کو اختیار کرے یا عالمِ بقا میں پہنچ کر جنت اور اللہ کی ملاقات کو ترجیح دے اس بندے نے اپنے رب اور اس کے پاس کی چیزوں کو اختیار کیا" حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس بات کو ابوبکر کے سوا ہم میں سے کوئی نہ سمجھا، ابوبکر یہ سن کر رونے لگے۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی بات کر رہے تھے، اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ہم سب سے بڑے عالم تھے۔

(۱۳) اسی خطبہ میں فرمایا: "ابوبکر کے سوا باقی سب کی کھڑکیاں (جو مسجد کی طرف کھلتی ہیں، بند کر دی جائیں" چنانچہ خوخۂ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب خوخے بند کر دیے گئے۔ (مصنف فرماتے ہیں، اور یہ خوخہ مسجد نبوی کی غربی جانب اب تک موجود ہے اور اس پر سنہرے حروف سے لکھا ہوا ہے:

هٰذِهٖ خَوْخَةُ سَيِّدِنَا اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

(۱۴) اسی خطبہ میں فرمایا: "مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے جو انہوں نے اپنی رفاقت اور اپنے مال کے ذریعہ کیا ہے۔"

(۱۵) اسی خطبہ میں انصار کے حق میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا: "تم کو 'انصار' کے ساتھ خیر اور حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں، اور یہ کہ ان کے نیکوکاروں سے (ان کی خدمات) قبول کرو، اور ان کے خطاکاروں سے درگزر کرو۔"

(۱۶) اسی سال مرض کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں تو ان کے کان میں آہستہ سے فرمایا کہ اسی مرض میں سفرِ آخرت ہوگا، اس پر وہ رو پڑیں۔ دوبارہ اُن کے کان میں فرمایا: "میرے اہلِ بیت میں مجھ سب سے پہلے تم آکر ملوگی۔" اس پر وہ ہنس پڑیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو خواتینِ اہلِ جنت کی سردار

ہو؟" دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ دونوں باتیں ارشاد فرمائی ہوں گی کیونکہ دونوں میں کوئی منافات نہیں۔

(۱۷) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کے دوران چالیس غلام آزاد فرمائے۔

(۱۸) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر مقیم تھے صحابہ کرام کو وصیت فرمائی:

"انتقال کے بعد مجھے غسل دو، کفن پہناؤ، اور میری چارپائی میری قبر کے کنارے، جو اسی مکان میں ہوگی، رکھ کر تھوڑی دیر کے لیے باہر نکل جاؤ، میرا جنازہ سب سے پہلے جبریل پڑھیں گے، پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر عزرائیل، ہر ایک کے ہمراہ فرشتوں کے عظیم لشکر ہوں گے، پھر (بغیر امام کے) میرے اہل بیت کے مرد پھر عورتیں (تنہا تنہا) جنازہ پڑھیں، پھر تم لوگ گروہ در گروہ آکر (تنہا تنہا) مجھ پر نماز پڑھو۔"

چنانچہ یہی ہوا۔ اوّل ملائکہ نے آپؐ پر نماز پڑھی، پھر اہل بیت کے مردوں نے، پھر اہل بیت کی خواتین نے، پھر مہاجر مردوں نے، پھر انصاری مردوں نے، پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے۔ سب نے اکیلے اکیلے نماز پڑھ لی، کوئی شخص امام نہیں تھا۔

(۱۹) اسی سال ۹ ربیع الاوّل شبِ جمعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت ہوئی، جس کی وجہ سے تین بار بے ہوشی کی نوبت آئی اور نماز عشاء کے لیے مسجد میں تشریف نہیں لے جا سکے۔ اور تین بار فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، چنانچہ عشاء کی یہ نماز حضرت ابوبکر رضی اللہ نے پڑھائی، اور باقی تین روز بھی وہی امام رہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں حضرت ابوبکرؓ

نے کل سترہ نمازیں پڑھائیں، جن کا سلسلہ شب جمعہ کی نماز عشاء سے شروع ہو کر ۱۲ / ربیع الاوّل دو شنبہ کی نمازِ فجر پر ختم ہوتا ہے۔

(۲۰) ان تین ایام میں سے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ محسوس ہوا تو دو آدمیوں کے سہارے سے نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے قدم مبارک سے زمین پر رگھسٹنے کے، نشان بن رہے تھے ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صف تک پہنچے (اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے) اور یہ نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی۔ اس میں اختلاف ہے کہ آپؐ اس نماز میں امام تھے، یا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں یہ نماز ادا فرمائی تھی؟ دونوں قول مشہور ہیں جو کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

(۲۱) ان تین ایام کے آخری دن دوشنبہ کو، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا آخری دن تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز فجر کے وقت اپنے حجرہ کے دروازے کا پردہ اٹھایا، حضرت ابوبکرؓ نماز کی امامت کر رہے تھے، اور لوگ ان کے پیچھے صف آرا تھے، آپؐ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور تبسم فرمایا بعد ازاں پردہ چھوڑ دیا۔ اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ فانی سے رخصت ہوئے۔

(۲۲) ایام مرض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا تو گفتگو بند کر دی، تیمار داروں نے یہ سمجھ کر کہ آپ کو ذات الجنب کا عارضہ ہے، 'لدود' کے ذریعہ آپؐ کا علاج کرنا چاہا، 'لدود' ایک دوائی ہوتی ہے جو منہ کے اندر دونوں جانب لگائی جاتی ہے۔ آپؐ نے اشارے سے منع بھی فرمایا، مگر صحابہؓ نے یہ سمجھ کر کہ مریض کو دوا سے ناگواری ہوا ہی کرتی ہے، آپؐ کے 'لدود' کر دیا۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا: "ذات الجنب شیطان کے اثر سے ہوتا ہے، اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے معصوم

رکھا ہے۔" نیز اس کا بدلہ لینے کا حکم کرتے ہوئے فرمایا: "گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کو 'لدود' کیا جائے، البتہ عباس اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ اس موقع پر حاضر نہیں تھے۔" چنانچہ بطور قصاص سب کو 'لدود' کیا گیا۔ سوائے حضرت عباس کے۔ گارزونی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ 'لدود' کا یہ واقعہ ۱۱ ربیع الاوّل یکشنبہ کا ہے۔

(۲۳) ایام مرض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ سات مختلف کنوؤں سے پانی کے سات مشکیزے لائے جائیں۔ اور ان کے بندھن نہ کھولے جائیں چنانچہ سات پانیوں کے مشکیزے لائے گئے اور آپ نے ان سے غسل فرمایا۔

(۲۴) ایام مرض کے آخری دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں تازہ مسواک دیکھی اور اسے استعمال فرمایا۔

(۲۵) ایام مرض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام یہ تھا:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔

اے اللہ! میری بخشش فرما، مجھ پر رحم فرما اور مجھے 'رفیق اعلیٰ' سے ملا دے۔

'رفیق اعلیٰ' سے مراد اللہ جل شانہٗ کی ذاتِ عالی ہے بقولِ بعض اس سے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین مراد ہیں، جن کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے کہ "یہ حضرات بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔"

(۲۶) اسی سال وہ واقعہ ہوا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذیل کے الفاظ میں بیان فرمایا:

اِنِّیْ کُنْتُ مُسْنِدَۃً رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی صَدْرِیْ فَتُوُفِّیَ بَیْنَ نَحْرِیْ

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے پر سہارا دیے ہوئے تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال میری گردن

وَسَحْرِیْ وَ فِیْ یَوْمِیْ وَ فِیْ بَیْتِیْ۔ — اور سینے کے درمیان، میرے دن میں، اور میرے گھر میں ہوا۔

(۲۷) اسی سال وصال نبوی سے تین روز قبل ملک الموت حاضر خدمت ہوئے' اور آپؐ سے قبض رُوح کی اجازت طلب کی' اور عرض کیا اگر آپؐ کی اجازت ہو تو رُوح مبارک قبض کر دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، اور تین دن بعد آ کر ملک الموت نے روح مبارک قبض کی، ملک الموت نے اس سے قبل کسی سے قبض روح کی اجازت طلب نہیں کی تھی[۱] اور یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شامل ہے۔

(۲۸) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بقول مشہور ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوا اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ دوشنبہ (پیر) کا دن تھا۔ وقت وفات میں دو روایتیں ہیں، اوّل یہ کہ گرمئ چاشت کے وقت ہوئی، دوم یہ کہ زوال آفتاب کے بعد۔ دونوں کے درمیان یوں تطبیق دی گئی ہے کہ گرمئ چاشت' سے قبل از زوال کا وقت مراد نہیں بلکہ بعد از زوال کا وقت مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بوقت وصال تریسٹھ سال تھی، اور ایک روایت کے مطابق پینسٹھ سال۔ دونوں میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ آخر الذکر روایت میں سن ولادت و وفات کو بھی شمار کر لیا گیا ہے، اور پہلی روایت میں نہیں کیا گیا۔ اندریں صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چونسٹھ سال ہوتی ہے۔ کیونکہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی تھی[۲]۔

---

[۱] یہ بات محل نظر ہے۔ مترجم۔ [۲] چونسٹھ برس کا قول غریب ہے، صحیح تر یہی ہے کہ سن مبارک ۶۳ سال ہوا۔ مترجم۔

(۲۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ 'سُنح' گئے ہوئے تھے (کیونکہ شروع دن میں طبیعت مبارک بڑی حد تک سنبھلی ہوئی تھی اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اجازت مرحمت فرمائی کہ 'سنح' جاکر اپنے اہل و عیال کو دیکھ آئیں، یہ حوالی مدینہ کی آبادی تھی، ان کو وہاں اطلاع کرائی گئی، تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک کر پیشانی مبارک کو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، اور فرمایا "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کریں گے، جو رحلت مقدر تھی وہ آپ پر آچکی ہے" بعد ازاں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی، وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (آل عمران، ۱۴۴) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہی تو ہیں، آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے جس نے بھی یہ آیت سنی اس کی تلاوت شروع کردی۔

(۳۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غسل دیا۔ اور مندرجہ ذیل حضرات ان کی مدد کر رہے تھے، حضرت عباس، ان کے صاحبزادے فضل اور قثم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی میں سے دو صاحب، یعنی حضرت اسامہ اور حضرت شُقران (بضم شین، وسکون قاف، رضی اللہ عنہم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو 'سحول' کے ساختہ تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ جن میں کرتا، عمامہ اور شلوار شامل نہیں تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ٹھیک اس جگہ تیار کی گئی جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ کا بستر لگا ہوتا تھا، جن حضرات نے غسل دیا تھا، حضرت اسامہؓ کے سوا وہی آپ کی لحد مبارک میں اُترے، لحد مبارک خام اینٹوں سے بند کی گئی اور اس پر نو اینٹیں چُنی گئیں۔

(۳۱) اسی سال ابوعبداللہ الصنابحی (بضم صاد مہملہ، پھر نون، پھر الف، پھر بائے

موحدہ، پھر حائے مہملہ، اسلام لائے، یہ بڑے قابل احترام تابعی ہیں۔ نام عبدالرحمٰن بن عُسیلہ ہے اور یمن کے قبیلہ صنابح کی نسبت سے 'صنابحی' کہلاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اسلام اور شرفِ زیارت کے لیے مدینہ کا سفر کر رہے تھے، جُحفہ پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ دن ہوئے رحلت فرما چکے ہیں۔ چنانچہ اس حادثۂ جانکاہ کے پانچ روز بعد مدینہ پہنچے۔

(۲۲) اسی سال سوید بن غفلہ (غین اور فا دونوں کا فتحہ، ابن عوسجہ قصدِ زیارت سے حاضر ہوئے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے موقع پر پہنچ سکے، انہوں نے جاہلیت کا طویل زمانہ دیکھا تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اسلام لائے تھے، مگر شرفِ زیارت نصیب نہیں ہوا۔ ان کی پیدائش 'عام الفیل' میں ہوئی تھی اور کوفہ میں سکونت پذیر تھے۔

(۲۳) اسی سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعتِ خلافت ہوئی۔ حافظ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ "۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعتِ خلافت ہوئی۔"

(۲۴) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا ۳ رمضان ۱۱ھ کو شب سہ شنبہ میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ مہینے بعد، انتقال ہوا، اس وقت ان کا سن مبارک ۲۹ یا ۲۴ سال تھا۔ یہ اختلاف ان کے سنِ ولادت میں اختلاف کی بنا پر ہے، چنانچہ ایک قول یہ ہے ان کی ولادت قبل از نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے پینتیسویں سال ہوئی، جن دنوں قریش تعمیر کعبہ میں مصروف تھے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال یعنی

سلسہ نبوت میں ہوئی تھی۔ علامہ ابنِ علان، شرح اذکار نووی میں کہتے ہیں کہ "ان کے سنِ پیدائش کے بارے میں پہلا قول ہی صحیح ہے" اسی اختلاف پر یہ اختلاف بھی مبنی ہے کہ جس دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کی شادی ہوئی تھی اس دن ان کا سن مبارک کیا تھا، چنانچہ ایک قول ۱۹ سال ایک ماہ پندرہ دن کا ہے اور دوسرا قول پندرہ سال پانچ مہینے پندرہ دن کا۔

(۲۵) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کنندہ اور آپ کی آزاد کردہ باندی حضرت امّ ایمن حبشیہ کا انتقال ہوا ان کا اسم گرامی بَرکہ تھا۔ ان کی وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ یا چھ مہینے بعد ہوئی۔ وہ اسلام کے بالکل ابتدائی دَور میں اسلام لائی تھیں، اولاً حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر ہجرت کرکے مدینہ آئیں، ان کے اسلام لانے کا واقعہ سلسہ نبوت کے ذیل میں گزرچکا ہے۔

(۲۶) اسی سال حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

(۲۷) اسی سال جنگ یمامہ ہوئی۔ اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب سے مسلمانوں کے امیر لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنی نُصرت اور لطف سے انہیں فتح عطا فرمائی۔

(۲۸) اسی سال صفر میں اسود عنسی کذّاب جس کا ذکر سنلہ کے ذیل میں گزرچکا ہے حضرت فیروز رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے جہنّم رسید ہوا، فیروز رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کی مہم پر روانہ فرمایا تھا فیروز اس کے شہر صنعاء یمن، میں پہنچ کر چھپ گئے، رات کے وقت اسود کے مکان کو نقب لگائی، اور اسے قتل کردیا، جب کہ اس کے دروازے پر ایک ہزار آدمی پہرہ دے رہے تھے، فیروز رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجی، مگر قاصد کے مدینہ پہنچنے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوچکا تھا،

تاہم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وصال سے ایک دن رات قبل بذریعہ وحی اس کا علم ہو چکا تھا اور آپؐ نے صحابہ کو بتایا تھا کہ آج 'اسود عنسی' قتل کر دیا گیا، اسے مبارک آدمی نے قتل کیا ہے۔ جو مبارک گھرانے کا ایک فرد ہے، عرض کیا گیا، وہ کون صاحب ہیں؟ فرمایا: "فاز فیروز" (فیروز کامیاب ہو گیا)، گارزدنی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ 'اسود' کے ظہور اور قتل کے مابین صرف چار ماہ کا عرصہ گزرا۔

(۳۹) اسی سال غزوۂ یمامہ میں کفار میں سے مسیلمہ کذّاب قتل ہوا۔ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں نبوّت کا جھوٹا دعوے کیا تھا۔ اس کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ، نے قتل کیا، یہ وہی وحشی ہیں جن کے ہاتھ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عمّ محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے، مسیلمہ کی عمر اس وقت ایک سو پچاس سال تھی۔

(۴۰) اسی سال جہاد یمامہ میں صحابہ کرامؓ میں سے حضرت زید بن خطّاب رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے، یہ حضرت عمر بن خطّابؓ کے برادر اکبر اور ان سے قدیم الاسلام تھے، رضی اللہ عنہما۔

(۴۱) اسی سال اسی جہاد میں سے ثابت بن قیس بن شماس خطیب الانصار اور عباد بن بشر الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔

(۴۲) اسی سال اس جہاد میں مسیلمہ کذّاب کی جماعت کے بیس ہزار کافر قتل ہوئے، اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے رفقا میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے، جن میں مذکور الصدر صحابہؓ کے علاوہ مندرجہ ذیل صحابہؓ بھی شامل تھے: ابو حذیفہ بن عتبہ، سالم مولی ابی حذیفہ، شجاع بن وہب، عبد اللہ بن سہل، مالک بن عمرو، طفیل بن عمرو الدوسی، یزید بن قیس، عامر بن بکیر، عبد اللہ بن مخرمہ۔ سائب بن عثمان بن مظعون، معن بن عدی، ابو دجانہ سماک بن خرشہ وغیرہم۔ رضی اللہ عنہم۔

(۴۳) اسی سال شوال میں عبد اللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

(۴۴) اسی سال ذوالحجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوالعاص بن ربیع کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ عنہ

خاتمۂ کلام

یہاں ہمارے ذکر کردہ کلام کا اختتام ہوتا ہے، ۴ صفر ۱۱۶۰ھ کو شب چہار شنبہ میں اس کی تسوید سے فراغت ہوئی، اللہ تعالیٰ اس کا بہتر خاتمہ فرمائے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَلَی التَّمَامِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْاَنَامِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الْبَرَرَةِ الْكِرَامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

الحمد للہ آج بتاریخ ۱۴ شعبان ۱۳۹۴ھ شب دو شنبہ، بوقت اذان عشا ترجمہ کی تسوید سے فراغت ہوئی۔ والحمد للہ اولاً و آخراً۔

محمد یوسف عفا اللہ عنہ لدھیانوی